بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصہ

تلاشِ حق

مرتبہ

مسعود احمدؒ

امیر جماعت المسلمین

جماعت المسلمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلاصہ

تلاشِ حق

مرتبہ :-

مسعود احمدؒ

امیرِ جماعت المسلمین

جماعت المسلمین

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دوسری اشاعت کا مقدمہ

آج سے تقریباً بارہ سال پہلے "تلاشِ حق" پہلی مرتبہ طبع ہوئی تھی، تلاشِ حق کو اکثر لوگوں نے بہت پسند کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی پہلی اشاعت بہت ہی قلیل عرصہ میں ختم ہوگئی لیکن اس کی مانگ برابر جاری رہی۔ لہٰذا جماعت المسلمین نے (جس کے حق میں اب جملہ حقوق محفوظ ہیں) اس کی دوبارہ طباعت کا ارادہ کیا۔ کتابت کا کام اگرچہ کافی عرصہ پہلے شروع کرا دیا گیا تھا لیکن کاتب صاحب کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے کتابت میں کافی تاخیر ہوگئی۔

تلاشِ حق کی پہلی اشاعت میں ماسٹر نواب محی الدین صاحب کے خطوط کی طویل عبارتیں جو غیر ضروری تھیں، شائع ہوگئی تھیں۔ قارئین کرام کی سہولت کی خاطر جماعت المسلمین نے غیر ضروری عبارتوں کو حذف کر دیا اور جہاں جہاں کسی مناسب تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی وہ تبدیلی بھی کر دی۔ اس ترمیم کے بعد جماعت المسلمین اس کو "خلاصہ تلاشِ حق" کے نام سے شائع کر رہی ہے۔

اس کتاب میں بعض مقامات پر نامناسب الفاظ پائے جاتے ہیں۔ مثلاً غیر اللہ کے لئے "مولانا" کا استعمال، اللہ تعالےٰ کے لئے لفظ "خدا" کا استعمال وغیرہ وغیرہ، ان الفاظ کے سلسلہ میں ہم قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ ایسے الفاظ زیادہ تر ماسٹر نواب محی الدین کے خطوط میں ہیں۔ ان الفاظ کا استعمال ایسے زمانے سے تعلق رکھتا ہے جب زمانہ

ہیں کہ وہ اور بہت سی غلطیوں کا شکار تھے۔ جس طرح ان کے خطوط میں اور بہت سی غلطیاں ہیں، ان نامناسب الفاظ کو بھی ان کی غلطی سمجھ کر علیٰ حالہ چھوڑ دیا گیا ہے یا حذف کر دیا گیا ہے۔

دوسری کتابوں کے اقتباسات میں اگر کسی قسم کا کوئی نامناسب لفظ ملے تو اس کے لئے ہم مجبور ہیں۔ ہم نے صاحبِ کتاب کے اصل الفاظ کو نقل کر دیا ہے۔ اس میں تبدیلی کا ہمارے لئے کوئی جواز نہیں تھا۔

راقم الحروف اور جماعت المسلمین کے تمام افراد کا پہلے مختلف فرقوں سے تعلق رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تلاشِ حق کی پہلی اشاعت کے بعد سے اب تک جو لوگ بھی جماعت المسلمین سے وابستہ ہوئے ہیں وہ اب کسی فرقہ میں شامل نہیں ہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا (تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جاؤ۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم) کی تعمیل میں وہ تمام فرقوں اور فرقہ وارانہ ناموں سے اپنی برئیت کا اعلان کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے دعاء کرتے ہیں کہ وہ اس توبہ اور رجوع الی الحق کو قبول فرما کر استقامت عطاء فرمائے۔ آمین۔

محولہ بالا رجوع الی الحق کی روشنی میں بھی اصل کتاب کے متن میں بعض نامناسب الفاظ کو تبدیل کر دیا گیا ہے لیکن نفسِ مضمون وہی ہے جو اصل کتاب میں تھا۔

جماعت المسلمین کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا حاکم صرف اللہ ہے۔ ہمارے امام واجب الاتباع صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہم کسی امتی غیر معصوم کو یہ درجہ نہیں دیتے۔ ہمارا دین صرف اسلام ہے جو صرف قرآن وحدیث کے اندر کامل ہوا تھا اور انہیں میں محفوظ اور محدود ہے۔ کسی کی رائے اور فتوے کو ہم دین نہیں سمجھتے بلکہ اس عقیدہ کو شرک سمجھتے ہیں۔ فرقہ وارانہ مذاہب سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

ہمارا نام بموجب آیۂ کریمہ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے سورۃ الحج ۷۸) صرف مسلم ہے جو اللہ تعالیٰ کا رکھا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا تھا "تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔تمہیں جماعت المسلمین سے چمٹے رہنا ہوگا۔صحیح بخاری و صحیح مسلم، ان فرامین کی روشنی میں ہم تمام فرقہ وارانہ ناموں سے بیزار ہیں۔

یہ فرقہ وارانہ نام اور فرقہ وارانہ مذاہب فرقہ بندی کا بنیادی سبب ہیں اور فروغِ اسلام کے لئے سدِ راہ ۔شخصیت پرستی، فرقہ پرستی، وطن پرستی، قوم پرستی، لسان پرستی، صوبہ پرستی، ملک پرستی وغیرہ کو ہم لعنت، منافرت کا سبب اور ایمان کے منافی سمجھتے ہیں۔ہماری آپس کی محبت کی بنیاد صرف ایمان باللہ اور حق پرستی پر قائم ہے۔

آخر میں ہم قارئین کرام سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ بھی فرقہ بندی سے توبہ کرکے تمام فرقوں سے علیحدہ ہوجائیں اور صرف مسلم بن جائیں اور مسلم ہی کہلائیں۔فرقہ بندی سے اظہارِ نفرت لیکن دینی معاملات میں عملاً ان فرقوں سے اختلاط قول و فعل کے تضاد کی مثال ہے کسی شخص کو گمراہ سمجھنا اور پھر اس کے پیچھے نماز ادا کرنا ناقابلِ فہم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلائے اور اس پر استقامت بخشے۔ آمین

مسعود احمد
أمیر جماعت المسلمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

محترم سید مسعود احمد صاحب بی ایس سی، جماعت المسلمین میں ان عظیم المرتبت شخصیتوں میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں جو بیک وقت انگریزی اور عربی کے عالم ہیں۔ سید مسعود احمد صاحب نے اسلاف پرستی اور تقلید کی تاریک فضا میں مدتوں رہنے کے بعد دین کے معاملہ میں اللہ کی عطا کردہ صلاحیتوں سے صحیح تحقیق کے بعد جو راہِ عمل اختیار کی ہے اس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین فرمایا تھا

اور یہی مذہب حضرت امام ابوحنیفہ رح کا تھا کہ اِذَا صحّ الحدیث فھو مذھبی یعنی صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔

زیرِ نظر کتاب **تلاشِ حق**........... میں وہ خط و کتابت ہے جو مدتوں نواب محی الدین صاحب (جن کو اپنے حنفی ہونے پر بڑا ناز تھا) اور محترم سید مسعود احمد صاحب بی ایس سی کے مابین تقلید شخصی اور دیگر بہت سے اختلافی مسائل پر ہوتی رہی ہے جس میں نواب محی الدین صاحب کے سخت اور اشتعال انگیز سوالات کے جوابات میں سید مسعود احمد صاحب نے جو زبان استعمال کی ہے وہ سخت کلامی اور طنز سے بالکل پاک ہے اور اسلوب بیان سادہ عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر معقولیت اور لہجہ متانت و سنجیدگی لئے ہوئے ہے اور نواب محی الدین صاحب کے جملہ سوالات کے جوابات نہایت واضح الفاظ میں پختہ دلائل و براہین کی روشنی میں بطریقِ احسن دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ اس سے متاثر ہو کر نواب محی الدین صاحب نے اپنے آبائی مذہب سے توبہ کرلی۔

۷

واقعہ تو یہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر ہر طالبِ حق و صداقت کو کہنا پڑتا ہے
کہ اس میں ملّت کے ہر فرد کے لئے جاں نواز راہِ عمل پیش کی گئی ہے۔

عبدالسلام خاں بریلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجھے یہ معلوم ہوکر بڑی مسرت ہوئی ہے کہ میرے اور جناب سید مسعود احمد صاحب بی ایس سی کے مابین جو خط وکتابت ہوئی ہے اس کو شائع کیا جا رہا ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا یہ تعارفی خط بھی اس میں شائع کر دیا جائے۔

قارئین سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ ان خطوط کو خالی الذہن ہوکر بڑی توجہ اور غور سے پڑھیں۔ پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جناب سید مسعود احمد صاحب کے دلائل کس قدر ٹھوس اور وزنی ہیں اور عقل کی کسوٹی پر بھی پورے پورے اترتے ہیں اور دل میں پیوست ہوتے چلے جاتے ہیں میرے ابتدائی خطوط سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ میں اپنے عقیدہ اور مسلک حنفی پر کس قدر سختی سے پابند تھا، اور ہونا بھی چاہیئے تھا۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ جو کچھ علمائے احناف کہتے ہیں، وہی حق ہے۔ میری نظر میں حنفی مسلک دیگر سارے مسلکوں سے برتر افضل اور اعلیٰ تھا اور اس کے باہر جو کچھ تھا وہ غلط بلکہ اغلط تھا۔ اسی لئے ابتدا ہی سے حنفی مسلک کی کتابیں میرے زیر مطالعہ رہیں۔ اس دور میں میں دن رات حنفی علماٗ کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ مولوی الیاس صاحب کی تبلیغی جماعت میں بڑی شدومد سے حصہ لیا کرتا تعلقہ سجاول ضلع ٹھٹہ کے مدرسہ دار الفیوض ہاشمیہ میں جو اساتذہ صاحبان اس وقت تھے، ان سے حنفی مذہب کی معلومات حاصل کرتا۔ علمائے احناف کی کتب تفاسیر، فقہ اور سیرت وغیرہ بڑے ذوق وشوق سے پڑھا کرتا تھا کس قدر فرسودہ خیالات تھے میرے کہ میں یہ ایمان رکھتا تھا کہ جو کچھ ہمارے علماء احناف کہتے ہیں بس وہی حق ہے، یہاں مجھے قرآن شریف کی یہ آیت یاد آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء کو اپنا رب بنا رکھا ہے، آیت شریف:

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ

میں نے کبھی قرآن و حدیث کا مطالعہ نہیں کیا۔ کیونکہ مجھے علماء احناف نے ڈرایا تھا، کہ قرآن و حدیث بہت مشکل کتابیں ہیں۔ کانٹوں سے بھری وادی کی مثال ہیں۔ اس لیئے ان کو نہ پڑھو، ورنہ بھٹک جاؤ گے۔ اس لئے میری ہمیشہ کوشش رہی کہ ہر مسئلہ میں علمائے احناف کے فتووں پر عمل کروں۔ بس یہی اسلام ہے اور یہی اصل دین ہے۔ چنانچہ مجھے اپنے حنفی ہونے پر بڑا ناز تھا۔ میں ایک پیر صاحب کا مرید بھی ہو گیا تھا اور ان سے بیعت کرنے کے بعد میں اپنے آپ کو صوفی تصور کیا کرتا تھا۔ ذکر و اذکار، وظیفہ و ظائف اور اوراد وغیرہ جو حنفی مذہب میں رائج ہیں، ان پر سختی سے عامل تھا خوب سر پٹک پٹک کر ضربیں لگائیں، مراقبے کیے اور سمجھتا رہا کہ بس اب یہ ہوا اور وہ ہوا۔ میرے دن اور رات اسی طرح بسر ہوا کرتے تھے کہ ایک روز میرے ایک دوست جناب ڈاکٹر علیم الدین صاحب نے جو ہمارے ساتھ تبلیغی جماعت میں شریک رہتے تھے، مجھ سے کہا کہ ان کا لڑکا اپنا دین (حنفی مسلک) چھوڑ کر عامل بالحدیث ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے سارے خاندان میں بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ خاندان کے دوسرے افراد بھی اس بات سے متاثر ہو رہے ہیں۔ موصوف نے خواہش ظاہر کی کہ ان کے ہمراہ کراچی چلوں اور ان کے بہنوئی جناب مسعود صاحب سے جو اس تحریک کو ہوا دے رہے ہیں، بحث مباحثہ کر کے ان لوگوں کو سمجھاؤں تاکہ وہ پھر حنفیت میں واپس آ جائیں۔ چنانچہ میں اس کار خیر کے لئے تیار ہو گیا۔ کیونکہ میرے نزدیک اس وقت حنفیت ہی سچا دین تھا۔ میں نے اس بات کا تذکرہ اپنے استاد مولوی نور محمد صاحب مہتمم مدرسہ ہاشمیہ سجاول سے کیا تو صاحب موصوف نے میرے جانے کی مخالفت کی اور کہا کہ تم جاؤ گے تو اپنا ایمان بھی کھو دو گے۔ کیونکہ وہ لوگ ضدی ہیں، ہرگز تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ استاد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ وہ خود ایک دفعہ ان لوگوں کے پاس گئے تھے۔ مگر وہ نہ مانے لہذا مجھے منع کر دیا کہ ہرگز نہ جاؤ مگر مجھے کچھ ایسا جوش پیدا ہوا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں ضرور جا کر گمراہوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کروں گا۔ چنانچہ میں اپنے دوست علیم الدین صاحب کے ہمراہ کراچی چل پڑا۔ اُن لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ بات چیت کے لئے عصر کے بعد کا وقت مقرر ہوا۔ چنانچہ بعد نماز عصر

محترم مسعود صاحب کے دولت خانہ پر محفل جمی۔ سوال وجواب شروع ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے محسوس کر لیا کہ میرے پاس سوائے تقلیدی علم کے اور کچھ نہیں ہے۔ ادھر محترم مسعود صاحب کے پاس قرآن وحدیث کا ایک سمندر ہے۔ جناب مسعود صاحب قرآن مجید کی آیت پڑھتے، حدیث رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر جواب طلب کرتے کہ فلاں مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا یہ حکم اور ارشاد ہے لیکن آپ کا حنفی مسلک اس کے خلاف حکم دیتا ہے۔ میں جواب میں فقہ کی کتب کا حوالہ دیتا، ہدایہ شریف، درمختار فتاویٰ عالمگیری، بہشتی زیور و غیرہ سے فتوے پیش کرتا۔ ادھر قرآن شریف کی آیتیں بخاری و مسلم کی حدیثیں ابو داؤد، مؤطا امام مالکؒ، ترمذی، ابن ماجہ جیسی کتب سے احکام رسول پیش کئے جانے لگے میں ان کتب کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ کیوں کہ حنفی علماء نے مجھ سے فرمایا تھا کہ قرآن وحدیث کا ٹوں بھری وادی کی مثال ہیں۔ ان کو ہرگز نہ پڑھنا۔ اس لئے میں نے کبھی ان کتب کو دیکھنے اور پڑھنے کی تکلیف گوارا نہیں کی تھی۔ صرف نام سن رکھے تھے۔ ناظرین اندازہ فرمائیں کہ اس وقت میری کیا حالت ہوئی ہوگی۔ میں حیران تھا۔ بغلیں جھانک رہا تھا۔ دل میں ایک جوش تھا کہ کسی طرح حنفی مذہب کو اس وقت سچا کر دکھاؤں کہ ان کی یہ ساری دلیلیں غلط ثابت ہو جائیں مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ ہمارے علماء احناف اپنے وعظوں اور تقریروں میں کتب اور تفسیروں میں تو ہمیشہ یہ کہا کرتے ہیں کہ قرآن کے بعد روئے زمین پر بخاری شریف سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔ مگر آج اس بخاری و مسلم شریف سے حنفی مذہب چوپٹ ہو رہا ہے۔ کیا کیا جائے۔ کس طرح حنفیت کو ثابت کیا جائے۔ میں دل میں پیچ و تاب کھانے لگا۔ مگر میرا تقلیدی علم قرآن وحدیث کا مقابلہ نہ کر سکا۔ میں خاموش ہو گیا۔ جیسے مجھ پر سکتہ ہو گیا۔ میرے مخاطب جناب مسعود صاحب کا انداز گفتگو نہایت شیریں اور نرم تھا۔ دوران مباحثہ میں نے ان کے چہرے پر سوائے مسکراہٹ اور نرمی کے کچھ نہ دیکھا۔ ان کی گفتگو بڑی عالمانہ تھی۔ ایک ایک مسئلے کے لئے دہ کئی کئی آیتیں اور حدیثیں پیش کرتے جاتے تھے۔ اور میرے پاس ان کے جواب میں ایک

بھی حدیث نہیں تھی۔ لیکن میں نے شکست تسلیم نہیں کی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کچھ اپنے سوالات لکھ دیں۔ میں بڑے بڑے علمائے احناف سے دریافت کر کے آپ کو ثبوت دوں گا کیونکہ مجھے یہ یقین تھا کہ ہمارا یہ دیرینہ مذہب حنفی مسلک کوئی کھلونا تو ہے نہیں، کہ ان کی باتوں سے ٹوٹ جائے گا۔ سینکڑوں سال سے یہ مسلک چلا آرہا ہے۔ ہماری پشت ہا پشت حنفی مسلک کی دلدادہ تھی۔ آج جدھر دیکھیے حنفی ہی حنفی نظر آتے ہیں۔ حنفی مذہب کس قدر دینِ اسلام کی خدمت کر رہا ہے۔ یہ اس کے عمل سے ظاہر ہے۔ جدھر دیکھیے ہماری ہی مسجدیں آباد ہیں مدارسِ اسلامیہ سب حنفیوں کے ہیں۔ ہم میں ولی، غوث، ابدال، بڑے بڑے مشائخ اور امام گزرے ہیں اور اس وقت بھی ہیں۔ کیا یہ سب بلا دلیل ہی اپنا شیش محل بنائے ہوئے ہیں؟ جس کو یہ حضرت مسعود صاحب آج گرانے کی سعیٔ ناکام میں مصروف ہیں۔ بس میرا یہ جوش تھا جس کی وجہ سے میں نے ان سے سوالات طلب کئے۔ مسعود صاحب نے بڑی فراخدلی سے سوالات لکھ دیئے۔ ناظرین کرام میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب یہ سوالات لے کر میں اپنے علمائے کرام کی خدمت میں پہنچا اور ان کے جوابات طلب کئے تو کسی نے بھی ان سوالات کے جوابات نہ دیئے۔ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا۔ میں حیران تھا کہ اے اللہ یہ کیا تماشا ہے؟ کیوں ایسا ہو رہا ہے؟ کیوں علمائے احناف ٹال مٹول کر رہے ہیں؟ بعض علماء نے مجھے ڈانٹا، دھمکایا، کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم غیر مقلد ہو گئے ہو اور خواہ مخواہ ہم کو پریشان کرنے آئے ہو۔ کسی نے کہا کہ نواب صاحب تم غیر مقلدوں کے سوالات کے جواب میں خاموشی اختیار کرو تو وہ تمہارا پیچھا تھک ہار کر چھوڑ دیں گے۔ کسی نے کہا کہ میاں کیوں وہابیوں کے پیچھے اپنا ایمان خراب کرتے ہو۔ کسی نے کہا کہ یہ نجدی لوگ ہیں جن سے بات کرنا سخت منع ہے۔ اور میں یہ سوچتا کہ جب ہمارا مذہب حنفی سچا ہے تو پھر کیوں ہم خاموش رہیں۔ کیوں کسی اعتراض کرنے والے سے بھاگیں۔ ہمارا تو کام یہ ہے کہ ہم ان کو قائل کر کے گمراہی سے بچائیں۔ جب ہمارے علمائے کرام بھی اپنے وعظوں میں اتباعِ رسول پر زور دیتے ہیں اتباعِ رسول ہی کو

ذریعہ نجات مانتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے اور ہمارے درمیان اتنی بڑی خلیج حائل ہو گئی۔ کیوں آج یہ حنفی علماء ان کو چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔ کیوں دلیل کی بجائے تاویل سے کام لیتے ہیں۔ ایک طرف صحیح بخاری کو قرآن کے بعد صحت کا درجہ دیتے ہیں۔ اور عمل کے میدان میں اس کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ وعظوں میں حدیثیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ لیکن عملی میدان میں اس کو چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ ایک طرف انکار حدیث کرنے والے کو کافر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف خود افضلیت اور غیر افضلیت کا سوال پیدا کر کے انکار حدیث کرتے ہوئے ذرا نہیں ڈرتے اگر بخاری شریف غلط ہے تو صاف صاف کیوں نہیں اس کا اعلان کر دیتے؟ بس یہی سوالات میرے دماغ میں چکر کاٹتے رہتے۔ ایک حنفی مشہور عالم نے مجھ سے کہا تو یہ کہا کہ میاں نواب صاحب تم نے باقاعدہ عربی علوم حاصل نہیں کئے پندرہ سال کا نصاب پورا کرو، تب کہیں تم تقلید شخصی کو حق سمجھ جاؤ گے۔ اور ہماری طرح بحث کرنے لگو گے۔ یہ عربی علوم ہیں۔ ان میں زیر، زبر اور پیش کا فرق ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور میں سوچتا کہ تقلید شخصی کو بھلا زیر زبر پیش سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ کیوں یہ دستار بند لوگ مخلوقِ خدا کو قرآن و حدیث سے دور کر رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں قیامت کے دن ایک ایک بندے سے قرآن کا حساب لوں گا۔ اور یہ لوگ قرآن و حدیث کو کانٹوں سے بھری وادی بتلا رہے ہیں۔ بس ان کی اسی چیز نے مجھے تحقیق پر آمادہ کر دیا۔ پھر میں نے کتب احادیث وغیرہ کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس طرح میں نے تقریباً دو سال تک تحقیق کی۔ حنفی علماء سے ملتا اور ان سے بحث کرتا تو وہ لوگ ناراض ہو جاتے۔ بعض حنفی حضرات نے اپنے شاگردوں کو منع کر دیا کہ نواب غیر مقلد ہو گیا ہے، اس سے میل چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ مجھ سے نفرت کرنے لگے۔ ادھر محترم مسعود صاحب سے میری خط و کتابت جاری تھی میں اپنے شبہات لکھ لکھ کر ان کو بھیجتا اور وہ باقاعدہ دلائل سے جواب دیتے۔ بس یہی خط و کتابت ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ جس کے مطالعہ سے آپ پر روشن ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے محترم مسعود صاحب کے ذریعے کس طرح مجھ پر حق واضح فرمایا اور مجھے صراطِ مستقیم دکھایا۔ میں محترم مسعود صاحب

کا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا کہ ان کی صحیح تبلیغ سے میں نے صراط مستقیم کو پالیا۔

میں اپنے کرم فرما ڈاکٹر نعیم الدین صاحب کو بھی کبھی نہیں بھولوں گا کہ یہی وہ ڈاکٹر صاحب ہیں جن کی اصلاح کے لئے مجھے میرے دوست محترم علیم الدین صاحب کراچی لے گئے تھے۔ دراصل یہ میرے لئے روحانی ڈاکٹر ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ میں ان کی اصلاح کے لئے گیا تھا۔ جہاں میری ہی اللہ تعالٰی نے اصلاح فرمادی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی ہر بھولے ہوئے کو سیدھی راہ دکھلائیں اور قرآن وحدیث کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمادیں

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ط

خاکسار

نَوَابُ مُحِیُّ الدِّیْنْ

ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول غلام اللہ، ضلع ٹھٹہ

نوٹ:۔ تیسری اشاعت جب طباعت کے لئے جارہی تھی تو انہی دنوں میں ۱۷/اگست ۱۹۸۵ء کو نواب محی الدین صاحب کا انتقال ہوگیا۔ تیسری اشاعت میں بھی یہ اطلاع دی گئی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از سجاول سندھ

مکرمی جناب مسعود صاحب

السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ مجھے سجاول واپس آئے ہوئے آج تقریباً نو دس دن کا عرصہ ہوتا ہے۔ سجاول پہنچ کر میں نے ان تمام مسائل[1] کے بارے میں جو آپ نے مجھے نوٹ کروائے تھے، خوب تحقیق کی۔ اس کے علاوہ اور بہت ساری

---

[1] جن مسائل کی طرف خط میں اشارہ کیا گیا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی نیت زبان سے کرتے تھے؟

۲۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینہ پر؟

۳۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گردن کا مسح پشت کف سے کرتے تھے؟

۴۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ مرد نماز میں الٹے پیر پر بیٹھیں اور عورتیں بطور تورک الٹے کولہے پر؟

۵۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ امامت کی چند شرائط میں اگر سب برابر ہوں تو امام اس کو بنایا جائے جس کا سر بڑا ہو اور شرم گاہ چھوٹی ہو؟

۶۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید لازم ہے؟

۷۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع الیدین منسوخ فرما دیا تھا؟

۸۔ ایک درہم سے کم نجاست غلیظہ اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کو دھوئے بغیر نماز ہو جائے گی؟

باتیں مجھے معلوم ہوئیں۔ چونکہ آپ تفصیل پسند نہیں فرماتے۔ اس لئے مختصر الفاظ میں عرض کرتا ہوں کہ میں بفضل خدا حنفی ہوں۔ قرآن مجید، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلک صحابہ کرامؓ کے بعد امام ابو حنیفہؒ کا اتباع کرتا ہوں اور حنفی کہلاتا ہوں اور بفضلِ تعالیٰ مطمئن ہوں۔ لیکن حنفی ہونا جزوِ ایمان نہیں سمجھتا۔ ان کا اتباع اس لیئے کرتا ہوں کہ انہوں نے قرآن و حدیث کو خوب سمجھا ہے۔ حدیثوں کو سمجھنا اور جانچنا بڑی قابلیت کا کام ہے۔ انہوں نے قرآن اور حدیث کو خوب سمجھا اور ہم کو بھی نہایت آسان طریقہ سے سمجھایا ہے۔ جب ہی تو آج زائد از ایک ہزار سال سے لوگ ان کا اتباع کرتے چلے آتے ہیں۔ نہ صرف کراچی یا سجاول بلکہ ساری دنیا میں ان کا اتباع کیا جاتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک کرتے رہیں گے۔ آپ اندازہ لگا لیجئے کہ ان ایک ہزار سے زائد برسوں میں کیسے کیسے زبردست محدث قابل ترین علماء کرام عابد، زاہد، مجتہد، امام فقیہہ گزرے ہیں جو ان کے معتقد تھے اور ان کا اتباع کرتے تھے۔ امام صاحب کا شمار تابعین میں تھا۔ امام صاحب کی مبارک آنکھوں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا۔ غور کیجئے امام صاحب کا مرتبہ کتنا بڑا تھا۔ بڑے بڑے امامِ وقت آپ کے شاگرد گزرے ہیں۔ آج ان کے مقابلے میں اگر کوئی اپنی عقل کو ترجیح دے اور ان کو بُرا بھلا کہہ کر جہلاء میں اپنا مقام حاصل کرنا چاہے تو یہ اس کی خود غرضی اور نادانی بلکہ جہالت ہے۔ حدیث کو سمجھنا اور جانچنا ایک بڑی قابلیت کا کام ہے۔ یہ ایک خداداد فن اور اللہ تبارک وتعالٰے کا عطیہ ہے۔ اگر کوئی شخص حسد کی وجہ سے خواہ مخواہ ہی ان کا مخالف بن جائے تو وہ ہر بات کا الٹا ہی پہلو نکالے گا۔ الٹا ہی مطلب لے گا۔ لیکن اگر وہ اپنی اصلاح چاہے اور حق بات جاننا چاہے تو وہ بلا کسی مناظرہ کے بھی خود ہی تحقیق کر کے نیک و بد کی پہچان کر سکتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو فقیہہ نہ ہو اور فقہ کی الف، ب، ت، ث بھی نہ جانتا ہو وہ اتنے بڑے امام و مجتہد پر اعتراض کرنے کا کیا حق رکھتا ہے۔ ایسے حاسد آدمی کو اگر میں چند مسئلے فقہ کے لکھ کر بھیجوں اور اس سے مطالبہ کروں کہ ان مسئلوں کو قرآن اور حدیث سے ثابت کر دو یا رد کر دو تو آپ یقین رکھیئے

کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جائے گا۔ آپ امام صاحبؒ کی حیاتِ طیبہ پڑھیئے تعصّب کو ایک طرف رکھ کر خوب اچھی طرح مطالعہ کیجئے۔ ایک نہیں بلکہ سینکڑوں کتابیں ہیں جن کے مطالعہ سے سب حقیقت آپ پر روشن ہو جائے گی اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے ہر اعتراض کا جواب خود بخود مل جائے گا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں ان کتب کی فہرست آپ کی خدمت میں لکھ بھیجوں وہ ساری کتابیں انشاء اللہ آپ کو کراچی ہی میں دستیاب ہو جائیں گی۔ ٹھنڈے دل سے مطالعہ کیجئے۔ کسی کو جنتی یا دوزخی کہنا یا کفر و شرک کے فتوے لگانا سخت قسم کا تعصب ہے۔ بڑی بھول اور جہالت ہے بلکہ میرا تو خیال ہے کہ ایسا کہنا علم غیب جاننے کا دعویٰ کرنا ہے۔ باقی خیریت

فقط خادم

نواب



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت جناب نواب صاحب!

آپ کا خط ملا۔ آپ سے میں نے جو سوالات کئے تھے ان کی آپ نے تحقیق کی۔ اگر اس تحقیق سے مجھے مطلع کرتے تو بڑی عنایت ہوتی تاکہ مجھے معلوم ہوتا کہ میں نے اپنی تحقیق میں کیا خطا کی ہے۔ میں تفصیل سے نہیں گھبراتا بلکہ چاہتا ہوں کہ آپ مفصل جواب دیں۔ آپ کو اپنا حنفی ہونا مبارک۔ آپ حنفی کہلانے میں فخر کرتے ہیں۔ میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ادنیٰ امتی ہوں اور مسلم کہلانے میں فخر محسوس کرتا ہوں۔ یہ اپنی اپنی پسند ہے۔ میں نے مسلم ہونا پسند کیا، آپ نے حنفی ہونا پسند کیا۔ آپ اگر واقعی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور صحابہؓ کی اقتدا کرتے ہیں تو پھر تو مجھے آپ سے کوئی تعرض نہیں ہے۔ میرا عمل بھی یہی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ میں اپنے ہر عمل کی تائید میں قرآن و حدیث اور آثار صحابہ سے دلیل پیش کر سکتا ہوں اور آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ اگر آپ واقعی اپنے دعوے میں سچے ہیں تو مندرجہ ذیل سوالات کی تائید میں ایک ایک صحیح حدیث پیش کر دیجئے۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو بہت بڑی بات ہے آپ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہی لکھ دیں۔ مگر اس کی سند بیان کریں اور کتب کا حوالہ دیں۔

۱۔ تقلید شخصی کا وجوب۔

۲۔ عورت اور مرد کی نماز میں تفریق۔

۳۔ انگلی ناپاک ہو جائے تو تین مرتبہ چاٹنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

۴۔ رفع یدین منسوخ ہے، ۵۔ گردن کا مسح پشت کف سے، ۶۔ نماز کی نیت زبان سے۔

فقط خادم مسعود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی جناب مسعود صاحب

السلام علیکم ۔ آپ کا کارڈ مجھے مل گیا تھا۔ لیکن عدیم الفرصتی کی وجہ سے ادائی جواب میں تاخیر ہوئی۔ آپ نے اپنے کارڈ میں حنفیت پر جو حملے کئے وہ آپ کے نزدیک جراٗت مندانہ ہوں تو ہوں، لیکن میرے نزدیک نہایت افسوسناک ہیں۔ آپ نے لکھا ہے، کہ حنفی مذہب اک گھڑا ہوا مذہب ہے۔ آپ کے اس جملے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ سارے حنفی، سارے شافعی، سارے مالکی یا سارے حنبلی بے ایمان ہیں۔ کوئی بھی مسلمان نہیں ہے اس طرح دوسری صدی سے لے کر آج تک جتنے مسلمان گزرے ہیں، سارے کے سارے بے ایمان ہیں۔ آپ اپنے فتوے پر غور کر کے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کس قدر خطرناک فتویٰ آپ دے رہے ہیں۔ اور آپ کا یہ فتویٰ کونسی آیت اور کونسی حدیث کی رُو سے دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی آیت اور کوئی حدیث نہیں، صرف آپ کے دل کا بخار ہے۔ آپ کی پیدائش چودھویں سدی کی ہے اور امام اعظمؒ کا زمانہ پہلی اور دوسری کا ہے آپ کا علم صرف کتابی علم ہے۔ ترجمہ کی ہوئی کتابوں کو پڑھ کر اپنی عقل کے مطابق غلط سلط ترجمہ کر لیا۔ امام اعظمؒ جیسے پائے کے محدث اور فقیہہ، جن کی آنکھوں نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا ان کے مقابلے میں آپ کا علم کیا وقعت رکھتا ہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے قطرہ دریا سے کہے کہ تو دریا نہیں ہے۔ دراصل میں دریا ہوں۔ کون اسے تسلیم کرے گا۔ آپ اگر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دوسری صدی کے سب سے بڑے محدث، امام اور فقیہہ کون تھے ظاہر ہے کہ امام اعظمؒ ہی تھے اور امام بخاریؒ، ترمذیؒ اور مسلمؒ وغیرہ وغیرہ یہ سب بعد کی پیداوار ہیں۔ ان لوگوں نے احادیث جمع کی ہیں۔ وہ ان کی اپنی عقل و سمجھ تھی۔ جس نے جس حدیث کو جیسا سمجھا ویسا ہی جمع کیا۔ ویسا ہی لکھا۔ ایک صاحب نے کسی حدیث کو ضعیف سمجھا

تو دوسرے صاحب نے اس کو حسن کہا تو تیسرے نے غریب، چوتھے نے صحیح یا موضوع، غرض جو سمجھا وہ لکھا تو یہ بھی ان کا قیاس ہی ہوا۔ کیوں کہ حدیث کے صحیح یا غلط، موضوع یا ضعیف و غریب ہونے کے بارے میں کسی بھی محدث کے پاس کوئی وحی نہیں آئی نہ کوئی فرشتہ آیا بلکہ ہر ایک نے اپنے معیار کے مطابق قیاس دوڑایا اور جیسا سمجھا ویسا لکھا" ظاہر ہے کہ بعد میں پیدا ہونے والے محدثین اس محدث کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے جس محدث نے صحابیٔ رسول کو دیکھا ہو اُن سے ملاقات کی ہو۔ اور جس کی پیدائش پہلی صدی کی ہو ظاہر ہے وہ ہستی صرف امام اعظمؒ ہی کی ہے جن کے عہد زریں کے بارے میں یہ حدیث موجود ہے کہ حضور نے فرمایا ہے کہ سب سے اچھا میرا زمانہ ہے اور میرے بعد میرے صحابہؓ کا اور ان کے بعد تابعین کا۔ غالباً آپ نے یہ حدیث میں پڑھا ہو گا۔ پس امام صاحبؒ کا شمار تابعین میں ہے۔

ایسی صورت میں آپ کے بعد پیدا ہونے والے اور چودھویں صدی میں جنم لینے والوں کے شور و شر کی کیا حقیقت۔ آپ بچوں کی طرح پانچ چھ سوالات لکھ کر حنفیت پر چوٹ کرنا، حملے کرنا۔ ان کو کوسنا سارے مسلمانوں کو بے ایمان کہنا اپنے لئے طرۂ امتیاز سمجھ رہے ہیں اور اپنے کو جنت کا ٹھیکیدار اور سب کو دوزخ کا ایندھن سمجھ رہے ہیں۔ نہ معلوم کونسی وحی آپ کے پاس آئی ہے یا کیا دلیل ہے۔ مَیں تو دیکھتا ہوں کہ آپ کی معلومات صرف امام صاحب کے بعد کی لکھی ہوئی چند کتابوں کی حد تک ہے۔ آپ نے جو کچھ علم پڑھا وہ امام اعظمؒ کے بعد کے محدثین کا علم و قیاس اور رائے ہے۔ امام بخاریؒ کی رائے اور قیاس ہے کہ فلاں حدیث کا مطلب یہ ہے پھر امام ترمذیؒ کی رائے اور قیاس ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے۔

غرض آپ رایوں اور قیاسوں کے بھول بھلیوں میں پھنس گئے۔ آپ یہ تعلیم پیش کرتے ہیں کہ ہر مسئلہ قرآن و حدیث سے حل کرو۔ آپ سے کس نے کہا کہ ہمارا مذہب یا ہمارا امام ایسا نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز آپ نے اپنے قیاس سے تحقیق کی ہے۔ کیونکہ آپ نے دیکھا کہ بخاری صاحبؒ کے بعض ارشادات امام صاحبؒ کے ارشادات کے خلاف ہیں تو آپ نے

سمجھ لیا کہ یہ چیز حدیث کے خلاف ہے۔ حالانکہ یہ آپ بھول گئے کہ امام اعظمؒ امام بخاری رح صاحب سے بہت پہلے یعنی پہلی صدی کے امام اور محدث ہیں جو امام بخاری صاحبؒ وغیرہ سے زیادہ حدیثوں کو پرکھ سکتے تھے۔ آج اگر کسی مسئلہ کا حل قرآن و حدیث میں نہ ملے تو کیا کریں۔ آپ کہیں گے کہ اپنی عقل سے فتویٰ لو یعنی قیاس کرو تو پھر جب قیاس کرنا ہی ٹھہرا تو پھر دوسری صدی کے محدث فقیہہ کے قیاس پر کیوں نہ عمل کیا جائے۔ آج کل کے محدثین اور قیاس والے امام اعظمؒ کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ آج اگر میرے جیسا کوئی جاہل انسان آپ کے مسلک کو اپنائے تو اس کا تو بیڑا ہی غرق ہو گیا۔ کیونکہ وہ جاہل نہ حدیث سمجھ سکتا ہے نہ قرآن۔ ہر بات میں محتاج۔ کرے تو کیا کرے۔ آپ کہیں گے کہ ہم سے پوچھو، ہم قرآن و حدیث کی بات بتلاتے ہیں۔ تو یہ بھی تقلید ہوئی۔ ہر بات آپ سے پوچھ کر کرے تو یہ آپ کی تقلید ہوئی۔ آپ فرمائیں گے کہ ہم ہر بات قرآن و حدیث کے مطابق بتلائیں گے۔ کیا سند ہے کہ آپ ایسا ہی کریں گے۔ کیونکہ جب دوسری صدی کے امام محدث پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تو پھر اس کے بعد والے محدث پر کس طرح بھروسہ کیا جائے۔ کیا سند ہے کہ آپ کی بات بالکل قرآن اور حدیث کے مطابق موافق ہے۔ آپ فرمائیں گے۔ بخاری شریف میں دیکھو، ترمذی شریف میں دیکھو وغیرہ، وغیرہ، تو ان کتابوں میں جو حدیثیں لکھی ہوئی ہیں وہ ان محدثین یعنی امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، اور امام مسلمؒ وغیرہ کی لکھی ہوئی حدیثیں ہیں انہوں نے اپنے اپنے معیار کے مطابق حدیثیں لکھی ہیں اور یہ سب امام صاحبؒ کے بعد کے محدث ہیں۔ کیا سند ہے کہ ان حضرات کے قیاسات صحیح ہی ہوں۔ ممکن ہے کہ جس حدیث کو امام بخاریؒ اپنے معیار کے مطابق صحیح خیال کر رہے ہیں وہ حدیث امام اعظمؒ کے معیار پر غریب اور ضعیف ہو۔ بعد والوں کے تو جتنے دفتر ہیں سب ان کی رایوں اور قیاسوں کے دفتر ہیں۔ جس نے جیسا سوچا جیسا سمجھا ویسا ہی لکھ دیا۔ آپ کے مسلک پر چلنے کے لئے تو سارے لوگوں کا محدث فقیہہ اور عالم ہونا شرط ہے۔ جب تک ہر شخص محدث نہ ہو آپ کے مسلک پر چل ہی نہیں سکتا۔ اور آج زمانہ میں جہلا کی اکثریت ہے۔ ان کا تو بیڑا ہی

غرق ہے۔ ورنہ وہ آپ کے پیچھے چلیں گے اور یہ تقلید ہوگی تقلید کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ اگر میں حنفیت کو چھوڑ کر آپ کے مسلک پر چلنے لگوں تو میں آپ کی رہبری کا قدم قدم پر محتاج ہوں گا کہ اب کیا کروں اور اب کیا کروں ظاہر ہے کہ آپ سے پوچھوں تو جب آپ سے پوچھنا ہی ٹھہرا تو چودھویں صدی کے بچے سے پوچھنے سے بہتر ہے کہ دوسری صدی کے مجتہد، محدث، امام اور فقیہہ سے پوچھوں چودھویں صدی کے ننھے اور نادان دوستوں کی رایوں پر چلنے سے تو دین کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ دین منتشر ہو جائے گا۔ کئی فرقے بن جائیں گے۔ کوئی مسعودی فرقہ ہوگا، کوئی ستاری، کوئی کچھ کوئی کچھ۔ ایک صاحب اپنی رائے چلائیں گے۔ تو دوسرے صاحب اسکو کاٹ کر اپنا قیاس دوڑائیں گے۔ جھگڑے اور فساد شروع ہو جائیں گے۔ ہر شخص تقلید شخصی اور تقلید محض کے چکر میں پھنس جائے گا۔ جیسا کہ آپ یا آپ کی جماعت الفاظ کے چکر میں پھنسی ہوئی ہے۔ آپ حدیث کے الفاظ کو دیکھتے ہیں لیکن اس کی شانِ نزول اور وقت نزول کو نہیں جانتے۔

مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ سڑک رات بھر چلتی ہے تو بس آپ لفظوں کو پکڑلیں گے کہ سڑک ہی رات بھر چلتی ہے اور اگر امام اعظمؒ صاحب وضاحت فرمائیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سڑک پر رات بھر لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے تو آپ چیخنے لگیں کہ دیکھیے صاحب حدیث میں صاف لکھا ہے کہ سڑک رات بھر چلتی ہے۔ لیکن امام صاحبؒ حدیث کے خلاف فرما رہے ہیں۔ بس یہ لفظی چکر ہے جس نے آپ کو پریشان کر رکھا ہے۔ اگر آپ کا کمسن بچہ آپ کے مقابلہ میں محدث ہونے کا دعویٰ کرے تو آپ خود ہی غور کیجیے کہ کیا اس کے دعویٰ کو آپ یا کوئی بھی تسلیم کرے گا۔ اگر بخاری شریف، ترمذی شریف وغیرہ کتب نہ لکھی جائیں، تو آپ کیا کرتے؟ اور ان کتب میں جو احادیث درج ہیں جن کو آپ بطور دلیل پیش کرتے ہیں وہ سب لکھنے والوں کے معیار کے مطابق لکھی گئی ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ بھی سب ان بزرگ محدثوں کے قیاسات ہیں، جس کو جس نے جیسا سمجھا ویسا ہی لکھا۔ ان کے صحیح یا موضوع یا ضعیف ہونے کے بارے میں ان کے پاس کوئی وحی نہیں آئی، سب

قیاسات ہیں۔ آپ ہم کو قیاسی کہتے ہیں۔ لیکن آپ خود قیاسات کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ اپنے آپ کو الفاظوں کی پن چکی سے نکالیئے اور کشادہ وادی میں تشریف لائیے۔ انشاء اللہ اس وادی میں آپ کو ایسی ہوا دستیاب ہوگی جس سے آپ کے سر سے قیاسات کا چکر جاتا رہے گا اور آپ رایوں اور قیاسات کے بھنور سے آزاد ہو جائیں گے۔ ایسا نظر آتا ہے کہ آپ اور آپ کی جماعت کا ہر آدمی لیڈر شپ چاہتا ہے، اہل الرائے بننا چاہتا ہے اور عوام الناس کو دھوکا دے کر، قرآن اور حدیث کا بہانہ بنا کر لوگوں کو قیاسات کی دنیا میں پھنسانا چاہتا ہے شریعت سازی آپ کی جماعت کا نصب العین ہے۔ بعد والوں کے قیاسات اور رایوں پر چل کر آپ دین میں نئی نئی باتیں (بدعتیں) نکال رہے ہیں۔ اگر ان کو آپ قیاس اور رائے نہیں کہتے تو پھر کیا آپ کے یا آپ کی جماعت کے لیڈروں کے پاس وحی آئی ہے۔ سنیئے ہم متبع حدیث ہیں، ہمارا ہر فعل، ہر عمل خدا کے فضل سے قرآن اور حدیث کے موافق ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ آپ کے لیڈر قیاس اور رائے دوڑا کر ہماری حدیثوں کو جھٹلانے کی کوشش کریں۔ حدیث کو جھٹلانا حدیث سے انکار کرنا ہے۔ آپ جو حضورِ انور کی حدیثوں کو جھٹلا رہے ہیں وہ محض قیاس کی بنیاد پر، کہ فلاں صاحب نے ایسا لکھ دیا ہے تو وہ بھی ان صاحب کا قیاس ہوا۔ آخر میں میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ قیاس اور رایوں کے چکر سے اپنے آپ کو نکالیئے۔ اہل الرائے بننے کی کوشش نہ کیجئے۔ اس میں آپ ہی کا بھلا ہے۔ آپ اس خط کا جواب علیم الدین صاحب کے پتہ پر دیجئے۔ انشاء اللہ مجھے مل جائے گا۔

خادم

نواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت جناب نواب صاحب!

آپ کا خط پہنچا۔ پڑھ کر حیرت ہوئی کہ میرے سوالات کا جواب کہیں نہیں۔ حالانکہ خط چودہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ آپ نے عبث اتنا طول دیا۔ اتنا لکھ دینا کافی تھا کہ ان مسائل کے بارے میں موجودہ کتب حدیث میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کو وہ حدیثیں ملی تھیں لیکن یا تو انہوں نے ان کی اشاعت نہیں کی یا اشاعت تو کی لیکن اخلاف نے ان احادیث کو محفوظ نہیں کیا اور وہ ضائع ہوگئیں۔ یہ ہے آپ کے خط کا خلاصہ!

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمع احادیث

آپ نے غور فرمایا۔ یہ جواب کس قدر قابلِ اعتراض ہے۔ اگر امام ابوحنیفہؒ کو وہ احادیث ملی تھیں تو کیا کسی خفیہ ذریعہ سے ملی تھیں کہ ان کے ہمعصر علماء قطعاً نابلد رہے۔ انہوں نے خود ان احادیث کو محفوظ کیوں نہ کیا؟ اگر ان کو فقہ کی ترتیب نے فرصت نہیں دی تو ان کے تلامذہ نے ان کو محفوظ کیوں نہ کیا؟ دوسرے ائمہ کی بتائی ہوئی حدیثیں تو انہوں نے محفوظ کیں لیکن اپنے استاد کی بتائی ہوئی احادیث کو غیر محفوظ چھوڑ دیا — ایں چہ بوالعجبی ست

امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کے دفتر کے دفتر محفوظ ہیں۔ لیکن ان اقوال کا ماخذ محفوظ نہیں۔ افسوس ہادئ اکرم رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ضائع کر دیا گیا اور ان کے ایک امتی کے اقوال کو محفوظ کر لیا گیا۔ کیا عقلِ سلیم اسے تسلیم کرتی ہے؟

امام ابو حنیفہؒ اور ان کی طرف منسوب کردہ مسائل

اچھا معاف فرمایئے گا، ایک بات پوچھتا ہوں۔ درِّ مختار میں ہے،
ثُمَّ الْاَکْبَرُ رَاسًا وَّ الْاَصْغَرُ عُضْوًا۔
یعنی مذکورہ بالا شرائط میں اگر سب برابر ہوں تو پھر اسے امام بنایا جائے جس کا سر سب سے بڑا ہو اور ذکر سب سے چھوٹا ہو۔

کیا یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ میرا تو ایمان ہے کہ یہ قول امام صاحب کا نہیں ہے بلکہ بعد میں گھڑا گیا ہے۔ لیکن اگر آپ اسی پر مصر ہیں کہ بعد میں نہیں گھڑا گیا بلکہ انہیں کا فتویٰ ہے تو پھر آپ امام ابو حنیفہ کی شان کو دوبالا نہیں کر رہے بلکہ اس قول کو ان کی طرف منسوب کر کے ان کی توہین کر رہے ہیں۔ بلکہ بقول آپ کے امام صاحبؒ کا ہر قول حدیث کے مطابق ہے تو پھر یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع ہوا اور اب یہ ایک امام ہی کی توہین نہیں رہی بلکہ اللہ کے رسول، سرورِ بنی آدم، فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات کی توہین ہوئی۔ بتایئے کوئی امتی اپنے رسول کی طرف ایسے قول کو منسوب کرنا گوارا کرے گا؟

میں تو امام ابو حنیفہؒ کی عزت و تقویٰ کا لحاظ کرتے ہوئے یہی بات کہتا ہوں کہ ایسے مسائل بعد میں گھڑے گئے ہیں اور ان کے گھڑے ہوئے ہونے کے ثبوت کے لئے محض ان کا مکروہ ہونا ہی کافی ہے۔ تاہم میں آپ کی تسلی کے لئے ایک بہت بڑے حنفی محقق مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی کی تحریر پیش کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

یسھل الأمر فی دفع طعن المعاندین علی الامام ابی حنیفة وصاحبیه فانهم طعنوا فی کثیر من المسائل المدرجة فی فتاوی الحنفیة انها مخالفة لاحادیث الصحیحة أو انها لیست متاصلة علی أصل شرعی ونحو ذلك

جعلوا ذلك ذريعة الى طعن الائمة الثلثة ظناً منهم انها مسائلهم ومذاهبهم وليس كذلك بل هي من تفريعات المشائخ (النافع الکبیر صہ ۱۱۳)

"فتاویٰ حنفیہ میں جو مسائل درج ہیں، معاندین نے ان کو امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ پر طعن کرنے کا ایک ذریعہ بنا رکھا ہے۔ کیونکہ ان مسائل کی ایک کثیر تعداد اصول شرعی پر مبنی نہیں ہے اور احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ائمہ ثلاثہ کے مسائل اور مذاہب ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ یہ مشائخ کے تفریعات ہیں نہ کہ ان تینوں اماموں کے۔ اور اس طرح ان تینوں اماموں پر سے دفع طعن آسان ہو جاتا ہے"

مزید ملاحظہ فرمایئے:

عبدالقادر بدایونی حنفی اپنی کتاب بوارق شیخ بخدی میں لکھتے ہیں:

اندراج خوارج ومعتزلہ درکتب حنفیہ زائد از حد است ہزاراں ہزار خوارج ومعتزلہ در فروع فقہ حنفی مذہب بودند، تلامذہ خاص امام اعظمؒ وابویوسف متمذہب بمذاہب باطلہ گزشتہ وہزاراں ہزار روایت ازاں کساں مطابق ایشاں درکتب فتاویٰ داخل است"۔

یعنی "کتب حنفیہ میں خارجیوں اور معتزلیوں کے اندراجات حد سے زیادہ ہیں ہزارہا خوارج اور معتزلہ فروع میں حنفی تھے۔ امام ابوحنیفہؒ اور قاضی ابویوسف کے تلامذہ خاص میں ایسے لوگ شامل ہیں جو باطل مذہب کے پرستار تھے اور ان سے ہزارہا روائتیں ان کے باطل مذہب کے مطابق کتب حنفیہ میں داخل ہیں (الکلام المبین صہ ۲۰)

الغرض نمونے کے لئے دو ہی حوالے کافی ہیں۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ کتب حنفیہ

میں سب کچھ امام ابو حنیفہؒ کا نہیں ہے بلکہ دوسروں کے فتوے بھی اس میں شامل ہیں اور اس پہ علماء کی تصریحات شاہد ہیں۔

شراب کی حِلّت

جمہور ائمہ دین کا متفقہ مسئلہ ہے کہ مسکر کی وہ مقدار جو حد سکر کو نہ پہنچے، حرام ہے اور یہ اس حدیث کے بھی مطابق ہے جو موجودہ کتب حدیث میں پائی جاتی ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ وہ مقدار جو حد سکر کو نہ پہنچے حلال ہے۔ اب آپ تو یہ فرمائیں گے کہ امام ابو حنیفہؒ کے پاس ایسی حدیث ہوگی جس کی رُو سے یہ مقدار حلال ہوگی، تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ پھر کون سی حدیث صحیح ہے۔ آپ فرمائیں گے حلال کرنے والی۔ مگر وہ تو ضائع ہوگئی۔ اور جو حرام قرار دینے والی حدیث ہے وہ اس صحیح کے خلاف ہونے کی وجہ سے منکر ہوگئی۔ بلکہ موضوع۔ لہٰذا احادیث کا موجودہ سرمایہ اس ضائع شدہ ذخیرہ احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے موضوع قرار دینا پڑے گا۔ اور یہ بات تو شاید منکر حدیث بھی نہیں کہے گا کہ موجودہ سرمایہ سب کا سب موضوعات کا انبار ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ غائب اور موجودہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں تو پھر اسلام ایک عجوبہ روزگار ہوگا اور اس کو عجائب خانہ میں رکھنا زیادہ مناسب ہوگا۔

عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنے ایک فتوے میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فیصلہ کرتے ہیں؛

هذا هو تحرير مذهب ابى حنيفة والحق عندنا فى هذه المسئلة ما هو عند الجمهور۔

یہ حضرت ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تحریر ہے اور حق ہمارے نزدیک وہ ہے جو جمہور کا مذہب ہے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صفحہ ۱۹)

اب آپ سمجھ لیجئے جب میں کوئی بات کہوں تو اسے یہ کہہ کر ٹال دیجئے کہ یہ چودھویں صدی کے نیچے کی بات ہے اور پہلی صدی (دوسری صدی) کے امام کے قول کے مقابلہ میں

صحیح ہے۔ میری بات کے ساتھ جمہور یا ائمہ دین کی ایک جماعت کا اتفاق و اتحاد ہوگا۔ یہ ان کی بات ہوگی نہ کہ میری۔ جمہور سے مراد عام ائمہ دین ہیں جن میں صحابہ کرام، تابعین عظام وغیرہم شامل ہیں۔ ان میں سے بہت سے امام ابو حنیفہؒ کے ہم مرتبہ ہیں۔ اور ایک کثیر تعداد ان سے بھی افضل ہے۔ کیا امام ابو حنیفہؒ کے اس قول کو بھی مانا جائے گا جو جمہور ائمہ دین کے بھی خلاف ہو اور پھر حدیث کے بھی؟

ائمہ کرام کی فضیلت تقلید کی مقتضی نہیں

میں ان تمام فضائل کو تسلیم کرتا ہوں جو آپ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بیان کئے ہیں۔ میں کسی بھی چیز میں اپنے کو ان کا ہم پلہ تو کجا، ان کی خاکِ پا کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔ لیکن تقلید نہیں کرتا جس طرح آپ امام اوزاعیؒ، امام زہریؒ، امام حسن بصریؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید نہیں کرتے۔ اگرچہ آپ ان کی بزرگی کے قائل ہیں۔ یاد رکھئے کسی شخص کی فضیلت اس بات کی مقتضی نہیں کہ اس کی تقلید کی جائے۔ اگر محض فضیلت ہی تقلید کی دلیل ہے تو پھر امام حسن بصریؒ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لئے کہ امام ابو حنیفہؒ نے تو صرف ایک مرتبہ بچپن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔ لیکن امام حسن بصری رحؒ کی تو ساری زندگی صحابہ کے دور میں گزری۔ صدہا صحابہ کو دیکھا ہی نہیں۔ بلکہ ان کے شرفِ صحبت اور شرفِ تلمذ سے مستفید ہوئے اور صرف ایک وقت میں ۳۰۰ صحابۂ کرام کی مقتدر جماعت ان کے ساتھ تھی۔

(دلیل الفالحین)

اسی طرح امام عطاءؒ مشہور تابعی ہیں۔ جن کے متعلق خود امام ابو حنیفہؒ کا بیان ہے، کہ میں نے ان سے بہتر آدمی نہیں دیکھا۔ سینکڑوں صحابہ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ دو دو سو صحابہؓ کے ساتھ مسجد حرام میں نماز پڑھا کرتے تھے اور ان کی بلند آواز سے آمین کہنے کی آواز کو سنا کرتے تھے۔

(بیہقی)

محض فضیلت ہی باعث تقلید ہے تو امام عطاءؒ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لئے کہ ان کی آنکھوں نے ایک نہیں صدہا صحابہؓ کو دیکھا تھا۔ اور ذرا اوپر چلیئے۔ اگر فضیلت ہی کی وجہ سے تقلید ضروری ہو تو پھر کسی صحابی کی تقلید کیوں نہ کی جائے کہ اس کی آنکھوں نے تو وہ جمال جہاں آرا دیکھا جس کے سامنے ساری امت کا حسن وجمال ہیچ ہے۔ مگر ہوتا کیا ہے؟ صحابی کے فتوے کو ترک کیا جاتا ہے اور حنفی مذہب کے فتوے کو مانا جاتا ہے۔ ایسی مثالیں بہت سی موجود ہیں۔ مثلاً مسئلہ مصراۃ کے سلسلہ میں حنفی مذہب کا فتویٰ صحابیٔ جلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتوے کے خلاف ہے۔ (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتویٰ صحیح بخاری میں ملاحظہ فرمائیں)

منتہائے فضیلت کی اتباع

اچھا اور ذرا اوپر چلیئے۔ آپ بھی فضیلت والی ہستی کے متلاشی ہیں اور میں بھی۔ آپ اس تلاش پرخلوص میں امام ابو حنیفہؒ تک پہنچ کر رک جاتے ہیں اور میں اس تلاش میں اتنا اوپر چلا جاتا ہوں کہ میرے سامنے وہ ہستی آجاتی ہے جس پر تمام فضیلتیں منتہی ہوتی ہیں اور جس سے زیادہ افضل نہ کبھی ہوا ہے، نہ ہوگا۔ وہ ہے اللہ کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی۔ اگر فضیلت ہی تقلید کا معیار ہے تو اس کی تقلید کیوں نہ کی جائے جس سے افضل کوئی نہیں اگر امام ابو حنیفہ کی آنکھ نے ایک صحابی کو دیکھا تو کیا ہوا۔ یہاں وہ آنکھ ہے جس نے آیات ربہ الکبریٰ کا مشاہدہ فرمایا۔ یہاں وہ دل ہے جو مہبط وحی الٰہی ہے۔ یہاں وہ زبان ہے جو وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى کی مصداق ہے، جس کی ذات المجتهد قد یخطئ ویصیب کے ماوراء ہے اور شریعت الٰہیہ کے بیان میں قطعی معصوم ہے۔

کیا امام ابو حنیفہؒ ہی حدیث کا صحیح مطلب سمجھے؟

یہاں پہنچ کر کہیں آپ پھر وہی نہ کہہ دیں کہ رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث آپ

کیا سمجھیں۔ وہ تو امام ابو حنیفہؒ ہی سمجھتے تھے۔ سڑک چلنے کی مثال دے کر آپ نے اس طرف اشارہ بھی فرمایا ہے تو جناب میں تسلیم کئے لیتا ہوں کہ میں تو حدیث کو نہیں سمجھتا۔ لیکن کیا جمہور ائمہ دین بھی نہیں سمجھتے تھے۔ کیا امام حسن بصریؒ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ اس قسم کی باتوں سے آپ دوسرے ائمہ دین کی توہین کیوں کرتے ہیں؟ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ جو کچھ کہتا ہوں ان ائمہ دین کی تصریحات ہوتی ہیں جو ہر لحاظ سے امام ابو حنیفہ سے زیادہ مرتبہ رکھتے تھے۔ مثلاً امام حسن بصریؒ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی رکوع سے پہلے اور رکوع سے اُٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔ (کتاب رفع الیدین للامام البخاریؒ)

اب بتایئے کہ امام ابو حنیفہؒ جنہوں نے ایک صحابی کو بھی ترک رفع کرتے نہیں دیکھا ان کی بات مانی جائے یا امام حسن بصریؒ کی مانی جاتے جنہوں نے صدہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رفع یدین کرتے دیکھا۔

ہاں اگر آپ یہ کہنے کی جرأت کر بیٹھیں کہ امام حسن بصری کی اس روایت کا مطلب بھی آپ نہیں سمجھے بلکہ امام صاحبؒ نے صحیح سمجھا ہے یعنی صحابہ کرام رفع یدین نہیں کرتے تھے تو میں سوائے اِنا للہ پڑھنے کے اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ۔

یہ بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح امام حسن بصریؒ کے قول کو میں نہیں سمجھا، امام ابو حنیفہؒ کے قول کو آپ نہیں سمجھے۔ قصّہ پاک ہوا۔ ساری کتابیں بالائے طاق رکھ دی جائیں یا دریا برد کر دی جائیں۔

ہاں ایک بات اور سن لیجئے۔ اگر فرقِ مراتب کی وجہ سے میں امام حسن بصریؒ کے قول کا مطلب نہیں سمجھا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مطلب امام ابو حنیفہؒ نہیں سمجھے۔ اس لئے کہ ان دونوں کے درمیان فرقِ مراتب کا ایک طویل ترین سلسلہ ہے۔ جس کے

مقابلہ میں امام حسن بصری رح اور میرے درمیان فرقِ مراتب کی کوئی حقیقت نہیں۔ سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرے کی مثال بھی یہاں صادق نہیں آتی۔ چلئے چھٹی ہوئی۔ علمِ دین کا ذخیرہ بالکل بیکار اور فضول ہے۔ نعوذ باللہِ من ذٰلک،

تقلید اور شریعت سازی

میں امام ابو حنیفہ رح کے مقابلہ میں محدث بننے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ لیکن اگر میرا کمسن بچہ میرے مقابلے میں محدث بننے کا دعویٰ کرے تو مجھے تردید کرنے کا کیا حق ہے۔ میں نے اپنے کمسن بچے کی بات کو بھی تسلیم کیا ہے۔ جب اس نے کہا کہ آپ کا فلاں فعل حدیث کے خلاف ہے میں نے کہا لاؤ حدیث دکھاؤ۔ اس نے کتاب کھول کر میرے سامنے رکھ دی۔ میں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ اور اپنے فعل سے توبہ کر لی۔ ایسی مثالیں میری زندگی میں کئی ہیں۔ میں اپنے کو "ہم چنیں دیگرے نیست" کا مصداق نہیں سمجھتا۔ جو شخص بھی حدیث پیش کرے، خواہ وہ کتنا ہی کمسن اور حقیر و ذلیل کیوں نہ ہو، میں اس کی بات مان لیتا ہوں اور مان لوں گا۔ لیکن جو شخص خود مسئلہ گھڑ کر اپنا فتویٰ میرے سامنے پیش کرے تو میں نہیں مانوں گا۔ خواہ وہ فتویٰ دینے والا کوئی بھی ہو۔ سنیئے! یہ دین اللہ کا دین ہے۔ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۝ (قرآن مجید) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (قرآن مجید) اور اس دین کا شریعت ساز بھی خود اللہ تبارک و تعالیٰ ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ، (قرآن مجید) اور اگر کوئی دوسرا شریعت سازی کرے تو وہ شرک کرتا ہے: اَمْ لَھُمْ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوْا لَھُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَالَمْ یَاْذَنْ بِہِ اللّٰہُ۔ کیا انہوں نے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کے لئے دینی شریعت بناتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی (قرآن مجید) وَلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖٓ اَحَدًا ۝ (قرآن مجید) اللہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دین کے پہنچانے والے ہیں "بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (القرآن) یہ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بذریعہ وحی نازل ہوا اور یہ وحی قرآن و حدیث میں محفوظ ہے۔ اسی "منزل من اللہ" کے اتباع کا حکم ہم کو دیا گیا ہے اور جو اس کے علاوہ ہو اس کی اتباع سے روکا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے: اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ: اس چیز کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ اس کے سوا دلیوں کا اتباع نہ کرو۔ (القرآن)

اب بتایئے۔ ان فقہ کی کتابوں میں جو کچھ ہے۔ سب "منزل من اللہ" ہے؟ اگر ہے تو بسرو چشم قبول ہے اور اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو اس کا اتباع حرام ہے اور حرام کو حلال بلکہ واجب سمجھنا کفر و شرک ہے۔ اگر آپ وہی بات دُہرائیں کہ "یہ منزل من اللہ" امام ابو حنیفہ رح کے پاس تھا بعد میں ضائع ہو گیا اور اب امام قشیری رح کے صندوق سے برآمد ہو گا تو یہ اس قول کے مماثل ہو گا جو بعض شیعہ کہا کرتے ہیں کہ اصلی قرآن ضائع ہو گیا اور اب امام غائب مہدی لے کر ظاہر ہوں گے۔

صحیح بخاری کی حدیث کو ماننا امام بخاریؒ کی تقلید نہیں

میں نہ امام بخاریؒ کی رائے اور قیاس کو مانتا ہوں اور نہ امام مسلمؒ کی۔ میں صحیح حدیث کو مانتا ہوں۔ خواہ اس کے پیش کرنے والے امام بخاریؒ ہوں یا امام مسلمؒ۔ ابو داؤدؒ ہوں یا امام ابو حنیفہؒ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ امام بخاریؒ۔ امام مسلمؒ۔ امام ابو داؤدؒ نے حدیث کی کتابیں لکھ کر پیش کر دیں اور امام ابو حنیفہؒ ایسا نہیں کر سکے۔ تو اس میں میرا یا امام بخاریؒ وغیرہ کا کیا قصور ہے؛ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

اگر امام ابو حنیفہؒ کی بیان کردہ حدیثیں امام بخاریؒ کے نزدیک ضعیف تھیں تو کیا امام محمدؒ اور قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی وہ ضعیف تھیں۔ انہوں نے کیوں نہ جمع کر دیا۔ حسن ظن سے کام لیجئے۔ محدثین کو امام ابو حنیفہؒ سے بغض نہیں تھا کہ قصداً وہ ایسا کرتے۔

آپ نے محدثین کی شان میں کتنا توہین آمیز جملہ لکھا ہے کہ امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ مسلمؒ وغیرہ سب "بعد کی پیداوار ہیں"

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اچھا جناب! کیا امام مالک بھی بعد کی پیداوار ہیں۔ بقول علامہ شبلی نعمانیؒ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کے استاد ہیں (سیرۃ النعمانؒ) امام مالک کی لکھی ہوئی کتاب بھی میرے زیر مطالعہ رہتی ہے بلکہ اس سے بھی پہلے کی لکھی ہوئی کتاب "صحیفہ ہمام" جس کو حضرت ابو ہریرہؓ نے مرتب کیا تھا وہ بھی میرے زیر مطالعہ رہتی ہے۔ ان ہی کتابوں سے اپنے مسائل کے دلائل مہیا کیجیے یا کہیئے کہ ان کو بھی نہیں ملے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی صحت پر محدثین کا اتفاق

یہ بھی آپ نے خوب لکھا کہ "صحیح بخاری میں جو احادیث ہیں وہ امام بخاری رح کا قیاس ہی تو ہے" جی نہیں۔ اہل سنت کے ہر فرقہ کا اس کی صحت پر اجماع ہے۔ ان احادیث کی صحت محض اٹکل اور وہم وگمان کی مرہون منت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے دلائل ہیں۔ قرائن وشواہد ہیں اور دلائل بھی ٹھوس۔ ایسے دلائل کہ ان کے ذریعے سے آج بھی ہر حدیث کو کسوٹی پر پرکھا جاسکتا ہے۔ جو کچھ انہوں نے لکھا مع سند کے امت کے سامنے رکھ دیا۔ اب بھی اگر کوئی چاہے تو پرکھ کر دیکھ لے۔ یہاں کوئی چیز ضائع نہیں ہوئی۔

اس میدان میں اور لوگ بھی خم ٹھونک کر اترے۔ لیکن کتب احادیث اور شروح احادیث شاہد ہیں کہ انہوں نے ٹھوکر کھائی اور ہر حدیث جس کو وہ صحیح سمجھتے تھے، صحیح نہیں نکلی۔ اس میدان میں دو ہی شہسوار نظر آئے کہ جو دعویٰ کیا وہ صحیح ثابت ہوا۔ یعنی امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ۔ محدثین نے ان کی احادیث کو دعوے کے مطابق صحیح پایا اور دونوں کتابوں کو

صحیحین" کا لقب دیا۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔

محدثین میں سے امام نسائیؒ فرماتے ہیں: أجمعت الأمة على صحة هذين الكتابين، یعنی بخاری و مسلم کی صحت پر امت کا اجماع ہے۔ (نصرۃ الباری)

استاذ ابو اسحٰق اسفرائنی فرماتے ہیں: أهل الصنعة مجمعون على أن الأخبار التي اشتمل عليها الصحيحان مقطوع بصحة أصولها ومتونها۔ (فتح المغیث) یعنی فن حدیث کے ماہرین اس پر متفق ہیں کہ بخاری اور مسلم کی احادیث قطعی طور پر صحیح ہیں۔

امام الحرمین لکھتے ہیں: لاجماع علماء المسلمين على صحتهما (نصرۃ الباری) یعنی علمائے مسلمین کا ان دونوں کی صحت پر اجماع ہے

امام ابو الفلاح فرماتے ہیں. "تمام فقہائنے صحیح بخاری کی ہر مسند حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔" (نصرۃ الباری بحوالہ شذرات الذھب ملخصاً)

اسی طرح حافظ ابو نصر سنجریؒ نے فرمایا ہے کہ" أجمع أهل العلم والفقهاء وغيرهم ... الخ یعنی اہل علم فقہا اور دیگر لوگوں کا صحیح بخاری کی تمام مرویات کی صحت پر اجماع ہے۔ (ملخصاً من نصرۃ الباری بحوالہ مقدمہ ابن صلاح)

مشہور حنفی عالم عینی لکھتے ہیں: إتفق علماء الشرق والغرب انه ليس بعد كتاب الله أصح من صحيح البخاري (عمدۃ القاری) یعنی مشرق و مغرب کے تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری سے زیادہ صحیح کوئی

کتاب نہیں۔"

احمد علی سہارنپوری لکھتے ہیں: "إتفق العلماء علی أن أصح الکتب المصنّفة صحیحا البخاری ومسلم۔" (نصرۃ الباری) یعنی "علماء کا اتفاق ہے کہ تمام تصنیفات میں سب سے زیادہ صحیح یہ دو کتابیں ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔"

انور شاہ صاحب دیوبندی لکھتے ہیں: "حافظ ابن صلاحؒ۔ حافظ ابن حجرؒ امام ابن تیمیہؒ۔ شمس الائمہ سرخسیؒ کے نزدیک صحیح بخاری کی تمام حدیثیں قطعی الصحت ہیں" اس کے بعد لکھتے ہیں: إنّ رأیہم ھو رائي۔ "جو ان کی رائے ہے وہی حقیقت میری رائے ہے۔" (فیض الباری ملخصاً)

شبیر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں: إنّ ماتفرد به البُخاری ومسلم مندرج فی قبیل مایقطع بصحته لتلقی الأمة کل واحد من کتابهما بالقبول۔ یعنی بخاری ومسلم کی منفرد روایتیں بھی قطعی الصحت ہیں اس لئے کہ امت نے ان کی ہر حدیث کو تسلیم کیا ہے (فتح الملہم شرح صحیح مسلم)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

أمّا الصحیحان فقد اتفق المحدّثون علی أن جمیع مافیهما من المتّصل المرفوع صحیح بالقطع وانهما متواتران إلی مصنّفیهما وَ انه کل من یهون أمرهما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین وإن شئت الحق الصراح فقسهما بکتاب ابن أبی شیبة وکتاب الطحاوی ومسند الخوارزمی تجد بینها وبینهما بعد المشرقین (حجۃ اللہ البالغہ۔ جلد اول)

یعنی صحیح بخاری ومسلم میں جتنی مرفوع، متصل حدیثیں ہیں۔ محدثین کا اتفاق ہے

کہ وہ سب قطعاً صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک متواتر ہیں۔ جو شخص ان کی اہانت کرے وہ بدعتی ہے اور مومنین کی راہ سے اس کی راہ علیحدہ ہے اور اگر آپ حق کی وضاحت چاہیں تو مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الطحاوی اور مسند خوارزمی (مسند امام ابوحنیفہؒ) سے صحیحین کا مقابلہ کریں تو آپ ان میں اور صحیحین میں بعد المشرقین پائیں گے۔"

الغرض بے شمار اقوال ہیں۔ کہاں تک لکھوں کسی نے بھی بلحاظ صحت ان کتابوں سے اختلاف نہیں کیا۔ حتیٰ کہ ان کے معاصرین اور اساتذہ نے ان کی صحت پر اتفاق کیا۔ اب اگر کوئی شک کرتا ہے تو سوائے اس کے اور کیا لکھوں کہ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری" کا مصداق ہے نہ صحیح بخاری ہوگی نہ فقہ پر تنقید کا موقع ملے گا۔ اگر صحیح بخاری کو آپ تسلیم نہیں کرتے تو ایسی کوئی کتاب آپ پیش فرمائیے جس پر محدثین اور مجتہدین کا اتفاق ہو، جو صحیح بخاری سے برتر ہو۔ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا ......

جاہل کا عالم سے سوال کرنا تقلید نہیں

آپ فرماتے ہیں "جاہل کیا کرے۔ اگر وہ آپ سے پوچھے گا تو آپ کا مقلد ہوگا" میں کہتا ہوں کہ جاہل اگر آپ سے پوچھے تو کیا وہ آپ کا مقلد ہو جائے گا؟ امام ابوحنیفہؒ کا مقلد نہیں رہے گا؟ کیونکہ وہ اتنے بڑے امام کی فقہ کو کیا سمجھ سکتا ہے وہ تو آپ ہی کے کہنے پر عمل کرے گا۔ اگر آپ یہ جواب دیں کہ ہم اس کو امام ابوحنیفہؒ ہی کے قول بتائیں گے لہٰذا ہمارے بتانے کے بعد بھی وہ امام ابوحنیفہؒ کا ہی مقلد کہلائے گا، نہ کہ ہمارا۔ تو میں کہوں گا کہ میں بھی اس کو احادیث ہی بتاؤں گا۔ لہٰذا میرے بتانے کے باوجود وہ میرا مقلد نہ ہوگا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہوگا۔

سنئے اور بڑے غور سے سنئے۔ میں بحیثیت عالم کے آپ کے علماء کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا ہوں۔ بجاہل یا طالب علم کی حیثیت سے ہی آپ کے علماء سے پوچھتا ہوں

کہ یہ جو طریقے آپ نے اختیار کر رکھے ہیں۔ ان کے متعلق جو حدیث آپ کو معلوم ہے۔ مجھے بھی بتا دو۔ تاکہ میں بھی ان پر عمل کر سکوں تو جواب وہ ملتا ہے جو آپ کو چودہ صفحات میں لکھوایا گیا ہے۔

محض وہم وگمان سے حدیث کو نہیں چھوڑا جاسکتا

یہ بھی آپ نے خوب لکھا ہے کہ جو حدیث امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح ہو، ہوسکتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ ضعیف اور غریب ہو۔ سنیئے! محض وہم وگمان سے حقائق کو نہیں جھٹلایا جاسکتا۔ اگر وہ ضعیف تھی تو باوجود تمام لوازمات کی موجودگی کے علمائے احناف نے اس کو ضعیف کیوں نہ ثابت کیا اور کیوں اس دور تک سب اس کو صحیح سمجھتے رہے۔ اگر اس کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے کہ جملہ صحیح حدیثیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ضعیف ہیں تو امام صاحب کے ان اقوال پر کیسے عمل ہوگا اتركوا قولي بخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلہ میں میرے قول کو چھوڑ دو۔ (روضۃ العلماء) اذا صح الحديث فهو مذهبي: صحیح حدیث میرا مذہب ہے، ہر صحیح حدیث کے متعلق یہ گمان ہوگا کہ شاید امام صاحب کے نزدیک ضعیف ہو لہذا حدیث رد کر دی جائے گی یعنی محض ظنیات سے قطعیات کو مسترد کیا جائے گا۔

صحیح بخاری ومسلم کی صحت پر ائمہ کا اتفاق

پھر سن لیجئے۔ بخاری اور مسلم کی حدیثیں اس لئے صحیح نہیں ہیں کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ انہیں صحیح سمجھتے ہیں بلکہ اس لئے صحیح ہیں کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد کے تمام علمائے ان حدیثوں کو صحیح تسلیم کیا ہے علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

اعتمد منهما ما اجمعوا عليه۔

یعنی امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کے لیے ان ہی احادیث کو قابلِ اعتماد سمجھا، جن کی صحت پر اجماع تھا۔ پھر امام مسلمؒ کے متعلق بھی انہوں نے یہی بات تحریر فرمائی۔ (مقدّمہ تاریخ ابن خلدون)

الغرض امام بخاری و امام مسلم نے اُن احادیث کو اِن کتابوں میں جمع کیا جن کی صحت پر اُس وقت تک کے تمام علماء کا اتفاق تھا اور اُن علماء میں امام ابوحنیفہؒ بھی شامل ہیں (بشرطیکہ آپ انہیں محدث تسلیم کریں)

حنفی فقہ کے بے شمار مسائل بے دلیل ہیں

ہم تو نئی نئی باتیں نہیں نکال رہے۔ جو بات کہتے ہیں دلیل سے کہتے ہیں۔ آپ پوچھ کر دیکھ لیجئے۔ انشاء اللہ آیت یا حدیث پیش کریں گے۔ اصل جواب سے انشاء اللہ کبھی انحراف نہیں کریں گے۔ نئی نئی باتیں تو مقلدین نے نکالی ہیں۔ مثلاً تقلید، یہ بدعت ہے۔ نہ دورِ صحابہ میں تھی نہ دورِ تابعین میں (حجۃ اللہ البالغہ) پھر مرد و عورت کی نماز علیحدہ علیحدہ گھڑی گئی۔ نماز میں نیت زبانی کا اضافہ کیا گیا۔ حلالہ کا مسئلہ جاری کیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ

یہ میں پھر کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہؒ ان سے قطعی بری الذمہ ہیں۔ میں جو کہتا ہوں، ان کے متعلق نہیں کہتا، وہ تو متبع حدیث تھے اور اس سے بھی زیادہ تعریف کے مستحق ہیں جو آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ میں تو موجودہ مذہب کے متعلق بات کرتا ہوں۔

قرونِ اولیٰ میں تقلید کا رواج نہیں تھا

یہ میں نے کب لکھا کہ سوائے میرے کوئی مسلم ہی نہیں، اب تک جتنے مسلمین ہوئے وہ درحقیقت مشرک تھے، یہ اتہام ہے۔ مگر آپ کا یہ خیال کہ زمن سابقہ میں سب مقلد تھے اور یہ کہ میں اپنے خیال کا پہلا آدمی ہوں حقیقت پر مبنی نہیں، حقیقت اسکے برعکس ہے

امام ابوحنیفہؒ کا مکتب فکر ۱۲۰ھ میں قائم ہوا (سیرۃ النعمان) بتائیے ۱۲۰ھ تک جو مسلم تھے وہ کس امام کے مقلد تھے؟ اس امام کی امامت کس نے منسوخ کی؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ مقلد تھے یا غیر مقلد؟ اگر مقلد تھے تو مقلد کی تقلید کیسے؟ اور اگر مقلد نہیں تھے تو پھر وہ ہمارے ہم عقیدہ ہوئے نہ کہ آپ کے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: لاینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی۔ یعنی کسی شخص کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ میرے قول پر فتویٰ دے، جب تک اس کو میری دلیل نہ معلوم ہو (عقد الجید) بلکہ یہاں تک فرماتے ہیں: حرام علیٰ من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی۔" (مشکوٰۃ محمدی بحوالہ میزان شعرانی) یعنی وہ اپنی تقلید سے منع فرماتے ہیں بلکہ بے دلیل بات ماننے کو حرام کہہ رہے ہیں۔ لیجیے جو ہم کہتے ہیں وہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ بے شک جس چیز کو انھوں نے حرام کہا ہے ہم بھی اس کو حرام سمجھتے ہیں لیکن مقلدین ان کے حرام کردہ کو جائز ہی نہیں، واجب تک کہہ دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ بھی تمام ائمہ دین تقلید سے منع کرتے رہے ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

لاتقلدنی ولا تقلدن مالکا ولا الشافعی ولا الاوزاعی ولا الثوری وخذ من حیث أخذوا (عقد الجید)

یعنی ہرگز میری تقلید نہ کرنا۔ نہ امام مالکؒ کی، نہ امام شافعیؒ کی، نہ امام اوزاعیؒ کی نہ امام ثوریؒ کی۔ بلکہ جہاں سے انہوں نے احکام کو لیا وہیں سے تم بھی لینا۔

ہاں تو۔ ۱۲۰ھ تک قطعاً سب غیر مقلد تھے بلکہ بقول شاہ ولی اللہ صاحب چوتھی صدی کے قبل تقلید خالص پر لوگ مجتمع نہیں ہوتے تھے (حجۃ اللہ البالغہ) تو گویا تین سو سال تک تقلید شخصی کا وجود نہیں تھا۔ الا ماشاء اللہ۔ چوتھی صدی سے تقلید نے زور پکڑنا

شروع کیا۔ اور تقریباً ایک ہزار سال تک اس کا زور رہا۔ لیکن یہ زمانہ بھی عاملین بالحدیث سے خالی نہ تھا۔ ہر زمانہ میں علماء کی ایک کثیر تعداد عامل بالحدیث تھی۔ علامہ ذہبیؒ کا تذکرۃ الحفاظ پڑھیئے۔ دیکھئے ہر زمانے میں کتنے علماء عامل بالحدیث تھے۔ علامہ ذہبیؒ بیسیوں علمائے کے نام گناتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے حالات لکھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے حفاظ تھے نہ معلوم ان کے علاوہ اور کتنے ہوں گے جن کے نام امام ذہبیؒ کو معلوم نہ ہوئے ہوں اور پھر کتنے لوگ ہوں گے جو ان کے حلقہ اثر میں ہوں گے۔ غرض یہ کہ بیشمار لوگ ہر زمانہ میں عامل بالحدیث تھے۔ بعض ایسے علماء بھی تھے جو موقع کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے تقلید کی نسبت اپنی طرف گوارا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ مقلد نہیں ہوتے تھے (ملاحظہ ہو امام الہند ابوالکلام آزاد کا تذکرہ)

بعض تو علاقے کے علاقے ایسے تھے جہاں محدثین کی اکثریت تھی۔ مثلاً مشہور عرب سیاح بشار مقدسی جو ۳۷۵ھ میں ہندوستان آیا تھا۔ سندھ کے حالات میں لکھتا ہے:۔

"یہاں کے ذمی بت پرست ہیں اور علماء میں اکثر عامل بالحدیث ہیں"۔

(تاریخ سندھ جلد ۲)

روم، شام، جزیرہ اور آذربیجان وغیرہ کی سرحدوں کے مسلم پانچویں صدی میں سب کے سب عامل بالحدیث تھے۔ (اصول الدین جلد اول مصنفہ علامہ ابومنصور بغدادی)

تقلید کا صدیوں بعد شروع ہونا

چھٹی صدی میں افریقہ میں عاملین بالحدیث کی حکومت تھی (تاریخ اسلام ذہبیؒ) اس حکومت میں سرکاری قانون تھا کہ کوئی کسی امام کی تقلید نہ کرے (تاریخ ابن خلکان) یہاں سے بھاگے ہوئے لوگوں نے تقلیدی مذہب نہایت تشدد سے جاری کیا۔ اور یہ قانون بنایا کہ مذاہب اربعہ کی تقلید واجب ہے اور ان سے خروج حرام ہے (مقریزی جلد ۲)

ساتویں صدی میں شاہ ظاہر نے چاروں مذاہب کے مدرسے اور قاضی الگ الگ کردیئے (مقریزی)

نویں صدی میں شاہ ناصر فرج نے چار مصلے قائم کر دیئے (البدر الطالع جلد ۲)

شاہ ولی اللہ صاحب نے کس لطیف پیرایہ میں تقلید کے عروج کا نقشہ کھینچا ہے۔

فرماتے ہیں: انهم اطمأنوا بالتقليد و دبّ التقليد فى صدورهم دبيب النمل وهم لا يشعرون ٥ فنشأت بعدهم قرون على التقليد الصرف لا يميزون الحق من الباطل ولا اقول ذلك كليا مطرداً فان لِلّٰهِ طائفة من عباده لا يضرهم من خذلهم وهم حجة اللهِ فى أرضه وإن قلوا ولم يأت قرن بعد ذلك الّا وهو اكثر فتنة وأوفر تقليداً و أشد انتزاعا للامانة من صدور الرجال حتى اطمأنوا بترك الخوض فى امر الدين وبأن يقولوا " اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ٥ وإلى الله المشتكى وهو المستعان وبه الثقة وعليه التكلان "

یعنی لوگ تقلید پر مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور تقلید ان کے دلوں میں اس طرح داخل ہوئی جیسے چیونٹی چلتی ہے اور انہیں اس کا شعور بھی نہیں ہوا۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے جو تقلید محض کے پرستار تھے۔ باطل سے حق کو میز نہ کر سکتے تھے اور یہ بات میں تمام لوگوں کے متعلق نہیں کہہ رہا۔ کیونکہ اللہ کے بندوں میں ایک گروہ اللہ کا بھی ہوتا ہے جن کو کسی کی مخالفت نقصان نہیں پہنچاتی اور وہ اللہ کی زمین میں اللہ کی حجت ہوتے ہیں۔

اگرچہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر اس کے بعد جو قرن بھی آیا فتنہ زیادہ ہوتا گیا۔ تقلید کی فراوانی ہوتی چلی گئی۔ اور لوگوں کے قلوب سے امانت شدت کے ساتھ نکلتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے دینی معاملات میں غور کرنا چھوڑ دیا اور اس آیت کا مصداق بن گئے کہ ہم نے اپنے آبار کو اس طریقے پر پایا اور ہم تو انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہیں بس اللہ ہی سے شکایت ہے اور وہی مددگار ہے۔ اسی پر اعتماد ہے اور اسی پر توکل ہے (الانصاف)

شاہ صاحب کی مذکورہ بالا عبارت سے جہاں تقلید کی برائی ثابت ہوئی وہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر زمانہ میں ایسے لوگ بھی تھے جو اس تقلید سے بیزار تھے۔ غرض یہ کہ مسلمین یعنی کسی امام کی تقلید نہ کرنے والے ہمیشہ سے ہیں اور یہ کوئی نئی جماعت نہیں ہے البتہ تقلیدی مذاہب بعد میں نکلے اور یہ خیر القرون میں نہیں تھے۔

اولیاء اللہ متبع حدیث ہی ہوتے ہیں

آخر میں ایک بات اور سن لیجیے۔ محدثین اور اولیار اللہ سب عامل بالحدیث تھے کوئی مقلد نہیں تھا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں: "علمائے محدثین بیک مذہب از مذاہب مجتہدین نمی باشند" یعنی علمائے محدثین مجتہدین کے مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کے پابند نہیں ہوتے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد ۲)

امام شعرانی فرماتے ہیں: وما ثم احد حق له قدم الولاية المحمدية الاويصير يأخذ احكام شرعه من حيث اخذها المجتهدون وينفك عنه التقليد لجميع العلماء الا لرسول الله صلى الله عليه وسلم (میزان کبریٰ)

یعنی جس شخص کا قدم ولایت محمدیہ پر ثابت ہو گیا۔ وہ شرعی احکام کو وہیں سے لیتا ہے جہاں سے مجتہدین نے لیا تھا۔ وہ تمام علماء کی تقلید سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کی پیروی نہیں کرتا۔ یہ محدثین اور اولیاء اللہ میرے بیشرد ہیں۔

نہ من بریں گل عارض غزل سرائم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

آج کل فرصت بہت کم ملتی ہے۔ اگر کچھ وقت مل جاتا ہے تو انکار حدیث کے فتنہ جلی کے متعلق کچھ لکھ لیتا ہوں۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ فراغت نصیب کرے اور اپنے دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ مختصر معروضات ہیں جو آپ کے اشکالات کے جواب میں لکھ دیئے ہیں ورنہ مفصل جواب کے لئے تو ایک کتاب درکار ہے۔

رہے اشتعال انگیز جملے اور ذاتی حملے جو آپ نے تحریر فرمائے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو اللہ تعالےٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر صحیح نہیں ہیں تو اللہ تعالےٰ آپ کو معاف فرمائے۔ میری عادت طنز کی نہیں ہے۔ پھر بھی اگر نادانستہ کوئی بات ایسی لکھنے میں آ گئی ہو جس سے طنز محسوس ہو تو براہ کرم معاف فرمائیں۔ میری نیت اس میں طنز کی نہیں ہے بلکہ انکشاف حقیقت کی نیت سے آپ کو متنبہ کرنا مقصود ہے کہ آپ کی فلاں عبارت خود آپ کے لئے مفید نہیں بلکہ اس سے امام ابو حنیفہؒ کی اہانت کا پہلو نکلتا ہے۔ اگرچہ آپ کی نیت بھی اہانت کی نہیں ہو گی۔ مگر نادانستہ آپ ایسا کر گئے ہیں خیر اللہ تعالےٰ ہماری غلطیوں کو معاف فرمائے، آمین ! فقط الحمد للہ رب العالمین ہ

خادم مسعود

از چک لالہ — مورخہ ۲۲ ر اگست ۱۹۶۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب نواب محی الدین خاں اسسٹنٹ ٹیچر، چانڈیو ہائی اسکول سجاول سندھ ضلع ٹھٹھہ

مکرمی مسعود صاحب

السلام علیکم! آپ کا خط ملا۔ میرے خط کا جواب دینے کے لئے آپ کو کافی محنت کرنی پڑی۔ اپنی دانست میں آپ نے بہت بڑا کام کیا بلکہ تیر مارا۔ اور غالباً یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ میدان جیت لیا اور حنفی مذہب (مسلک) ختم ہوگیا۔ آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ چودہ صفحات کا خط مجھ سے لکھوایا گیا۔ یہ آپ کی غلط فہمی اور خوش فہمی ہے۔ بھلا علمائے کرام ایسا بلا دلیل خط کیسے لکھوا سکتے ہیں۔ آپ نے اس طرح لکھ کر علمار کرام کی توہین کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ خط کسی نے مجھ سے نہیں لکھوایا۔ بلکہ میں نے جب بھی علمار کرام سے ایسی درخواست کی تو بمصداق اس کے کہ "جواب جاہلاں باشد خموشی" ان حضرات نے سکوت اختیار فرمایا اور چودہ صفحات کا خط میرا اپنا تحریر کردہ تھا۔ میرے اپنے جذبات تھے اور سب نیک نیتی پر مبنی تھے۔ کسی بزرگ کی تحقیر ہرگز نہیں تھی۔ میں ایک جاہل انسان ہوں۔ آپ کی طرح انگریزی داں اور پھر علوم عربی سے بالکل نابلد۔ میں نے دیدہ و دانستہ کسی بزرگ، کسی محدّث کی توہین ہرگز نہیں کی۔ ایسے کوئی الفاظ آپ کو سمجھانے کے سلسلہ میں جذبات کی رو میں مجھ جاہل کی قلم سے نکل گئے ہوں تو میں ان کے لئے پشیمان ہوں۔ خداوند تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ دلوں کے سب بھید جانتے ہیں میں ان کے حضور توبہ کرکے تائب ہوتا ہوں۔ اگر آپ میرا وہ خط شائع فرمائیں گے تو کیا ہوگا۔ میں تردید شائع کردوں گا۔ میں کسی کی طرح ہٹ دھرمی سے کام نہیں لینا۔ دراصل مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ جس کو میں خط لکھ رہا ہوں وہ محترم لفظوں کی گرفت کرکے ان کو اچھالنے کے عادی ہیں۔ چلئے۔ مجھ جاہل کے خط کا جواب لکھ کر آپ نے دنیا میں نام تو کمایا۔ شہرت حاصل کی۔ آپ کے ہمعصروں میں آپ کی علمیت اور قابلیت کی دھاک

بیٹھ گئی۔ اور آپ نے شہرت حاصل کرنے کے لئے خوب خط کی نمائش کی۔ یہاں تک کہ خط بوسیدہ ہو گیا اور آپ نے دوبارہ نقل کروا کر بھیجا اور کراچی میں بھی نمائش کے لئے بھیج رہے ہیں۔ شہرت حاصل کرنے کے لئے انسان کیا کیا کوششیں کرتا ہے۔ محترم اپنے ہم نشینوں میں میرا یہ خط بھی دکھلا دیجئے۔ جس میں مَیں نے اپنی جہالت کا اعتراف کر لیا ہے۔ اب آگے سنیئے اور غور سے سنیئے۔ میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ بدعتیوں سے تو بہر حال اچھے ہیں۔ ہم آپ کو اسلام سے خارج نہیں سمجھتے۔ اب رہا آپ کا اعتراض تقلید کے متعلق تو غور سے سنیئے۔ حنفی مذہب تنکوں کا بنا ہوا نہیں ہے جو آپ کے پھونک مارنے سے اڑ جائے گا یا ختم ہو جائے گا اور اگر ایسا ہے تو پھر اس کو ختم ہی ہو جانا چاہیئے۔ لیکن ؏

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

انشاء اللہ آپ کی پھونکوں کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اب آئندہ خط جو میں آپ کو لکھوں گا۔ وہ مجھ جاہل کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہ ہو گا۔ بلکہ ہمارے عالی حوصلہ، بیدار مغز، معزز و محترم علمائے کرام کی جانب سے ہو گا اور اس خط میں پہلا سبق آپ کو دیا جائے گا وہ تقلید کے بارے میں دلائل سے دیا جائے گا۔ آپ دوسرے خط کا انتظار کیجئے۔ اگر خط میں تاخیر ہو جائے تو یہ نہ سمجھئے کہ ہمارے معزز علماء کرام لاجواب ہو گئے ہیں۔ اس کے متعلق میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ؏

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بلکہ تاخیر محض عدیم الفرصتی کی وجہ سے ہو گی۔ باقی انشاء اللہ آئندہ اگر کوئی بات ناگوارِ خاطر ہو تو میں اس کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔ فقط

خادم **نواب**

نوٹ: ہمارے علمائے کرام کا ارشاد ہے کہ آپ جو صرف خود کو یعنی اپنے

مسلک کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ مہربانی فرماکر ذرا سی زحمت گوارا فرمائیں کہ تعلید کرنے والوں کے اعداد و شمار نکال کر رکھیں۔ جب تک ہماری جانب سے جواب نہیں وصول ہوجاتا۔ اس وقت تک آپ تعلید کرنے والوں کی (جن کو آپ باطل سمجھتے ہیں) نمبر اندازی کرلیں۔ آج تعلید تقریباً ایک ہزار سال سے چل رہی ہے۔ نہ صرف حنفی ہی تقلید کرتے ہیں بلکہ شافعی، مالکی اور حنبلی بھی تعلید کرتے آتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ ہر ایک کے اعداد و شمار نکال لیجئے گا۔ اور یہ بھی نوٹ نکالئے کہ آج دین کی خدمت اللہ تعالیٰ کن سے لے رہے ہیں مقلدین سے لے رہے ہیں یا غیر مقلدین سے۔ دینی مدارس مقلدین کے زیادہ ہیں یا غیر مقلدین کے۔ تمام دینی کتب تفسیریں وغیرہ مقلدین کی زیادہ ہیں یا غیر مقلدین کی۔ بقول آپ کے اگر سارے مقلدین باطل پر ہیں اور شرک کرتے ہیں اور جہنمی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ دین کی خدمت ان سے کیوں لے رہے ہیں۔ اور اگر آپ ان کو مشرک بدعتی اور جہنمی نہیں سمجھتے بلکہ حق پر ہیں تو پھر یہ شور و ہنگامہ کیوں پھیلا رہے ہیں اور امت میں انتشار مقلدین پیدا کر رہے ہیں۔ یا غیر مقلدین۔ یہ سب نوٹ نکال کر رکھیے۔ انشاء اللہ آپ کے کام آئے گا۔ آپ اس خط کا جواب براہ راست مجھے دے سکتے ہیں:

نواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؛

منجانب مسعود

بخدمت جناب محی الدین خاں صاحب

چک لالہ ۲۰، اکتوبر ۱۹۶۱ء

اکثریت اور خدمتِ دین حق پر ہونے کی دلیل نہیں

آپ کا خط ملا۔ عدیم الفرصتی کے باعث جواب میں تاخیر ہوئی۔ تقلید کے دلائل کا بھی خیر مقدم کروں گا۔ مگر مقدم ان سوالات کا جواب ہے جو میں پہلے کسی خط میں لکھ چکا ہوں۔ پہلے ان کا جواب دیں دوسرے یہ کہ تقلید پر بحث کرتے وقت مستند کتب کے حوالے سے تقلید کی تعریف بھی لکھیں اور ان باتوں کا بھی جواب دیں جو اس سے پہلے مفصل خط میں تحریر کی گئی ہیں تیسرے یہ کہ اگر تقلید ان چار اماموں کی ہی لازمی ہے تو بس اسی کا ثبوت دیں۔ دوسری باتوں میں اصل مسئلہ کو الجھا کر طول نہ دیں۔ اس سلسلے میں آپ نے مقلدین کے اعداد و شمار، ان کے مدارس و دینی خدمات کی طرف توجہ مبذول کرنے کی جو دعوت دی ہے وہ میرے علم میں ہے۔ میں اکثریت سے مرعوب نہیں ہوتا۔ "حق اکثریت کے ساتھ ہوتا ہے" یہ کوئی کلیہ مسئلہ نہیں ہے۔ اللہ کے شکر گزار بندے تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ "وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ" (القرآن) حق کا ماننے والا اگر ایک بھی ہو تو وہی جماعت ہے خدمات دین میں قادیانی بھی کچھ پیچھے نہیں۔ تمام دنیا میں نام نہاد اسلام کی آواز پہنچا رہے ہیں۔ اور جگہ جگہ ان کے تبلیغی مراکز ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی پیشین گوئی فرما گئے ہیں کہ اس دین کی مدد فاجر آدمی سے بھی اللہ تعالیٰ لے لیتا ہے (صحیح بخاری) آپ کے خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حق کی جستجو مدنظر نہیں بلکہ کسی وقت کی دشمنی ہے جو اس طرح ترشح

ہو رہی ہے۔ خیر آپ کی مرضی ہے جو چاہیں لکھیں۔ مجھے سب کچھ برداشت ہے۔ اللہ کرے آپ ہدایت قبول کریں۔ والسَّلام عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

طریقہ وہی صحیح ہے جو سلف صالحین کا تھا۔ اس میں نت نئے نظریات کی آمیزش سخت معیوب ہے۔ اس دور میں ہر شخص آزادی کا دلدادہ بنا ہوا ہے۔ لہٰذا مذہبی پابندیوں کو بھی اپنے لئے باعث عار سمجھتا ہے۔ اپنی خواہشات پر چلنے کی یہ بھی ایک راہ ہے میرے نزدیک یہ تلبیس ابلیس ہے۔ تزکیہ نفس بڑی ضروری چیز ہے تصوف کا خود ساختہ نام اس کے مترادف سمجھا جاتا ہے لیکن موجودہ تصوّف سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ تزکیہ نفس کا طریقہ وہی صحیح ہے جو سنت کے موافق ہو۔ بیعت کی موجودہ نوعیت کا میں منکر ہوں۔ ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ بشرطیکہ سنت کے مطابق ہو۔ مثلاً موجودہ زمانہ میں جو مجالس ذکر منعقد ہوتی ہیں اور ایک خاص طرز سے ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ خلاف سنت ہے۔ میں تو سنت کا دلدادہ ہوں اور ہر اس چیز کا مخالف جو دین کے نام پر کی جاتی ہو لیکن سنت کے خلاف ہو۔ بے ادبی اور بد تہذیبی میرا شعار نہیں۔ قرآن مجید تو بہت بڑی چیز ہے، میں تو اس قسم کی حرکت حدیث کی کتاب کے لئے بھی گوارا نہیں کرتا۔ فقط

خادم مسعود

نوٹ: کچھ سوالات نواب صاحب نے علیحدہ پرچہ پر لکھے تھے جو اس کتاب میں شامل نہیں ہیں۔ یہ سوالات قرآن مجید کی طرف پیر یا پیٹھ کرنا یا اس سے اوپر بیٹھنا، موجودہ تصوف وغیرہ کے متعلق تھے۔ (اوپر ان ہی سوالات کے جوابات ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت جناب نواب محی الدین صاحب

قبل ازیں ایک عریضہ ارسال خدمت کیا تھا۔ ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔ لیکن جواب سے ابھی تک محروم ہوں۔ معلوم نہیں کیا بات ہے۔ کیسے مزاج ہیں۔ آپ ناراض تو نہیں ہیں۔ امید ہے کہ جلد خیریت سے مطلع فرمائیں گے۔ میں بھی اس عرصہ میں حسب عادت کوئی عریضہ ارسال نہیں کر سکا۔ فرصت بھی بہت کم ملتی ہے۔ آج فرصت ملی ہے تو یہ خط پہلی فرصت میں تحریر کر رہا ہوں۔ میں آج سے ۴۵ دن کی رخصت پر ہوں۔ رخصت محض آرام کرنے کے لئے لی ہے اور ان ایام میں یہیں رہوں گا۔

عقائد کی پختگی صفت محمود ہے بشرطیکہ حق کی راہ میں حائل نہ ہو

مجھے تو آپ سے کوئی ذاتی ملال نہیں ہے۔ معلوم نہیں آپ کا کیا حال ہے۔ میں تو آپ کی اصلاح کا دل سے خواہاں ہوں اور آپ کی پختگی کو بھی فال نیک سمجھتا ہوں۔ یہ پختگی نہ ہو تو آدمی ہر کس و ناکس کے بہکانے میں آسکتا ہے۔ اس زمانے میں تو ہر طرف سے ایمان پر ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں۔ یہ پختگی ہی ان فتنوں سے بچنے کا سبب بن سکتی ہے۔ یہ صفت تو محمود ہے کہ جو کچھ مانا جائے، تحقیق و اطمینان کے بعد مانا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جذبہ تحقیق اور تحقیق کے بعد اطمینان عطا فرمائے۔ آمین۔ مگر یہ پختگی تحقیق کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرے تو پھر بے شک یہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ بات آپ میں نہیں ہے اور آپ جیسے آدمی میں ہونی بھی نہیں چاہیئے۔ اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف فرمائیں۔ فقط

خادم مسعود

۹ جنوری ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بجانب نواب

محترمی جناب مسعود صاحب!

السلام علیکم۔ آج بتاریخ ۱۵ جنوری ۶۲ء آپ کا کارڈ ملا بعض وجوہ کی بنا پر میں پہلے خط کا جواب نہ دے سکا۔ معاف فرمایئے۔ بارہا ارادہ کیا کہ آپ کو خط لکھوں۔ مگر نہ لکھ سکا۔ میں اب سجاول میں نہیں ہوں۔ میرا تبادلہ سجاول سے غلام اللہ ہو گیا ہے۔ انشاء اللہ میں اپنا پتہ خط کے آخر میں تحریر کروں گا۔ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے میں نے اس کو بغور پڑھا اور آپ کی ہر تحریر کو میں دلچسپی سے پڑھتا ہوں۔ میں نے کچھ عرصہ قبل سجاول سے آپ کو لکھا تھا کہ ہمارے علمائے کرام تقلید کے بارے میں مدلل جواب تحریر فرمائیں گے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ جن محترم نے وہ خط لکھوایا تھا وہ اپنے وعدے پورے نہ کر سکے۔ جب میں نے جواب کا تقاضا کیا تو وہ ٹال مٹول کرنے لگے۔ انہوں نے مجھے وعظ اور لیکچر کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن ان کے دلائل سے میری تشفی نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے میرے لئے یہ فتویٰ دیا کہ نواب صاحب! تمہارے لئے سوائے تقلید کے چارہ نہیں ہے کیونکہ تم علوم عربیہ سے نابلد ہو اور بالکل ہی کورے ہو۔ انگریزی پڑھ کر تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پندرہ سال کا نصاب آپ کو یوں باتوں باتوں میں کس طرح سمجھایا جا سکتا ہے۔ اور آپ کی عمر اس قابل نہیں ہے کہ آپ پندرہ سال کا نصاب پورا کر سکیں۔ لہٰذا تقلید کے سوائے چارہ نہیں ہے۔ خیر تقلید کے بارے میں جہاں تک میں نے غور کیا ہے، تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ فروعات میں صحابہ کرام مختلف ہوئے ہیں اور جو کچھ اختلاف ہے وہ فروعات کی حد تک ہے۔ عقائد میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر ایک کے پاس دلائل ہیں۔ صرف افضلیت کا سوال آتا ہے۔ مثلاً رفع الیدین کرنے والا افضل ہے۔ لیکن نہ کرنے والا گنہگار نہیں۔ کیوں کہ نہ کرنا بھی ایک صحابی کا فعل ہے۔ جس کو اختیار کیا گیا ہے۔ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کے بارے

میں بھی دلائل ہیں۔ امام احمدؒ بھی ان دلائل کے قائل ہیں اور اس طرح دیگر مسائل اپنی اپنی جگہ دلائل رکھتے ہیں۔ میں اس تحقیق میں اس بات کا قائل ہوگیا ہوں کہ تقلید لازم واجب نہیں ہے۔ قرآن اور احادیث سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہو سکتی ہے۔ اسی پر ہمارا ایمان ہے اور اللہ کرے کہ اسی پر ہمارا خاتمہ ہو۔ لیکن چند باتیں ابھی میرے دل میں وسوسہ کے طور پر آتی ہیں۔ وہ یہ کہ وہابی کونسا فرقہ ہے۔ اس کی اصل کیا ہے؟ یہ لوگ کون ہیں۔ ان کے عقائد کیا ہیں؟ نجدی کونسا فرقہ ہے؟ اس کی اصل کیا ہے؟ یہ لوگ کون ہیں۔ ان کے عقائد کیا ہیں؟ کیا وہی لعنتی فرقہ تو نہیں ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر آیا ہے؟ کیا حنفیوں کا طریقہ نماز غلط ہے؟ لیکن ایک حدیث میں میں نے پڑھا ہے۔ شاید آپ کو یاد ہو کہ حضورؐ انور نے ایک شخص کو نماز سکھائی تو اس میں رفع الیدین کا تو کہیں ذکر نہیں۔ وہ تو حنفیوں کے طریقہ پر ہے۔ کیا وہ حدیث ضعیف ہے۔ کیا حنفیوں کے پیچھے نماز درست نہیں۔ اگر متبع حدیث پیش امام بن کر حنفیوں کے طریقہ پر نماز پڑھائے تو کیا یہ ناجائز ہے؟ اور ہے تو ان سب کے دلائل کیا ہیں؟ کیا میرے جیسا ایک شخص حدیثوں کی کچھ معتبر کتابیں پڑھ کر خود ان پر عمل کر سکتا ہے۔ یا پھر بھی اس کو کچھ پوچھنے یا دریافت کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ براہ کرم ان باتوں پر روشنی ڈالئے اور اچھی طرح مجھے سمجھایئے تاکہ میری تشفی ہو جائے۔ میں تقلید کا قائل تو نہیں رہا۔ لیکن ان امور کے بارے میں تشفی کا خواہاں ہوں۔ کیونکہ بقول ان مولانا کے میں عربی علوم سے بالکل نابلد ہوں یعنی کہ جاہل ہوں۔ اور بقول ان کے میرے جیسے جاہل کے لئے تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔ کیونکہ مجھ میں دلائل کی چھان بین کا مادہ نہیں ہے۔ مسعودؔ صاحب میرا تو دماغ کام نہیں کرتا جب سوچتا ہوں کہ دین بھی کتنا مشکل ہوگیا ہے کہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ ہر فرقہ الگ الگ راستے اختیار کئے ہوئے ہے اور ہر ایک کے پاس دلائل ہیں۔ حدیثیں دیکھتے ہیں تو ان میں بھی صحیح، حسن، غریب، ضعیف اور موضوع وغیرہ وغیرہ حدیثیں ملتی ہیں۔ جن کا جانچنا بقول ان مولانا کے میرے جیسے جاہل کا کام نہیں۔ اور راویوں کو دیکھتے ہیں تو وہاں بھی ثقہ اور غیر ثقہ کا سوال ہے۔ میں تو حیران ہو کر رہ گیا ہوں کہ کیا کیا جائے۔ صحیح راستہ کیا

ہو سکتا ہے۔ بعض دفعہ تو میری عقل کام نہیں کرتی۔ اور میں یہ سمجھنے لگتا ہوں کہ یہ تو ایک بڑا زبردست الجھاؤ ہے اور اس کو سلجھانا میرے بس کا کام نہیں ہے۔ یہ ہے ساری حقیقت جو میں نے آپ کو لکھی ہے۔ اب آپ مہربانی فرما کر مجھے تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں جس سے میری کامل دلجمعی ہو جائے۔ حنفی علماء تو میری کرید پر بگڑ جاتے ہیں اور مجھے انگریزی داں اور جاہل کا لقب دیتے ہیں۔ جاہل تو واقعی میں ہوں۔ ورنہ کرید کی ضرورت کیوں پڑتی۔ آپ میرے خط کو غور سے پڑھیئے گا اور مجھے جلد جواب دیجیئے گا تاکہ میں اس ادھیڑ بن سے نکل سکوں۔ باقی خیریت۔

نواب محی الدین خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت مخدومی مکرمی جناب نواب محی الدین صاحب سلمہ

کیا تمام مقلدین علوم عربیہ سے کورے ہیں؟

(۱) تقلید کے سلسلے میں آپ کی اور ان مولوی صاحب کی گفتگو کا حال معلوم ہوا۔ ان کا یہ جواب کہ نواب صاحب! تمہارے لئے سوائے تقلید کے چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ تم علوم عربیہ سے نابلد ہو اور بالکل ہی کورے ہو۔ بہت ہی عجیب ہے۔ اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ وہ بھی علوم عربیہ سے کورے ہیں۔ اور اسی وجہ سے تقلید کرتے ہیں۔ یا یہ کہ وہ علوم عربیہ سے کما حقہٗ واقف ہیں لہٰذا تقلید نہیں کرتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے، جو انہیں بھی تسلیم ہوگی کہ وہ علوم عربیہ سے واقف ہونے کے باوجود تقلید کرتے ہیں اور ان کے خیال میں اس کے بغیر چارہ نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ علوم عربیہ سے کورے ہیں لہٰذا تقلید ضروری ہے اور وہ علوم عربیہ سے واقف لیکن تقلید پھر بھی ضروری۔ تو پھر یہ کہنا کہ آپ پندرہ سال کا نصاب پورا کر سکیں یہ ممکن نہیں۔ لہٰذا تقلید کے سوا چارہ نہیں" عجیب تر ہے۔

صحابہ کرامؓ حدیث ملنے پر اپنے فتوے سے رجوع کر لیتے تھے

(۲) یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرامؓ میں عقائد کا اختلاف نہیں تھا۔ ہاں لاعلمی کی وجہ سے بعض مسائل میں بعض صحابیوں سے چوک ہو جاتی تھی۔ لیکن جوں ہی ان کو حدیث مل جاتی وہ اپنے فتوے سے رجوع کر لیا کرتے تھے اور اس قسم کی مثالیں کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں۔ آپ جب

تحقیق میں قدم رکھیں گے تو آپ کو خود علم ہو جائے گا۔ اس وقت مثالیں دینا ضروری نہیں۔ یہ بھی ہوا ہے کہ بعض صحابی اپنے فتوے پر قائم رہے اور ان کو اپنے فتوے کے خلاف حدیث کا علم نہ ہو سکا۔ ایسا اختلاف تو ہو جایا کرتا ہے اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ ہاں قابلِ مواخذہ وہ اختلاف ہے کہ حدیث پہنچ جانے کے بعد اپنے کسی بزرگ کے قول پر اڑ جائے۔ ہمارے خیر القرون کے اسلاف میں یہ بات نہ تھی۔ وہ لوگ تقلیدی بندشوں سے آزاد تھے۔ اپنے اساتذہ تک کے فتووں کے خلاف فتوے دے دیا کرتے تھے۔ رحمھم اللہ تعالیٰ۔

ترکِ رفع الیدین سنت نہیں

(۳) اعمال میں افضلیت کا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جہاں کسی کام کے کرنے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو طریقے منقول ہوں۔ اگر دونوں طریقے ثابت ہوں اور احادیث کے قرائن سے ایک کو فضیلت دی جا سکتی ہو تو پھر بے شک ایک عمل افضل ہو گا اور دوسرا مفضول۔ لیکن جہاں دو طریقے ہی منقول نہ ہوں صرف ایک ہی طریقہ منقول ہو تو پھر اس ہی ایک طریقہ پر عمل کرنا ہو گا۔ اس کا ترک اگر جائز ہو تو بات اور ہے لیکن کسی حالت میں بھی ترک عمل نہ سنت ہو گا اور نہ مفضول۔ کیونکہ ترکِ فعل کوئی فعل ہی نہیں۔ لہٰذا فعل جہاں سنت ہو گا، وہاں ترکِ فعل سنت نہ ہو گا۔ شاہ اسمٰعیل شہید نے اپنی کتاب تنویر العینین میں رفع یدین کے سلسلے میں یہی بات لکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ترک رفع کوئی عمل ہی نہیں، لہٰذا سنت بھی نہیں۔
رفع یدین کا نہ کرنا صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی حد تک پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ اگرچہ ائمۂ دین نے اس کے متن کی صحت کا انکار کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ کے قول سے ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ امام ابو داؤد لکھتے ہیں: ھٰذا حدیث مختصر من حدیث طویل ولیس ھو بصحیح علی اللفظ علیٰ ھٰذا المعنی۔ یعنی یہ حدیث ان الفاظ اور معنوں پر صحیح نہیں۔ امام بخاریؒ نے بھی اس کے متن کو غیر محفوظ بتایا ہے

پھر اس حدیث کے مشکوک ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ یہ حدیث کوفہ ہی میں اشاعت پذیر ہوئی تھی۔ اس کے راوی کوفی ہیں۔ لیکن حیرت کا مقام ہے کہ امام محمدؒ کو یہ حدیث نہ ملی، اور نہ اس کا ذکر انہوں نے اپنی کتابوں میں کیا۔ حالانکہ انھیں اس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اور یہ اس سلسلہ میں سب سے بہتر حدیث تھی۔ لیکن اس کو چھوڑ کر انہوں نے چند آثار ذکر کر دیئے اور اپنے استاد امام ابوحنیفہؒ کے قول کی بنیاد ان ہی آثار پر رکھی۔ اس وقت تفصیل کا موقع نہیں۔ اس لیے میں یہ بات کہتا ہوں کہ بالفرض اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس میں عبداللہ بن مسعودؓ کا انفراد ہے جمہور صحابہؓ کی روایتیں ان کے خلاف ہیں اور بھی کئی انفراد ان کے مروی ہیں جن کو امت نے قبول نہیں کیا۔ مثلاً وہ رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ نہیں رکھتے تھے بلکہ رانوں کے درمیان رکھتے تھے۔ اور اسی کی تعلیم دیتے تھے۔ (صحیح مسلم)

لہٰذا جس طرح ان انفرادی چیزوں کو احادیث اور جمہور صحابہؓ کے خلاف ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا گیا ترک رفع یدین کو بھی قابل اعتنا نہیں سمجھنا چاہیئے۔

۴۔ بعض مسائل میں افضلیت کا فرق نہیں بلکہ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جائز ناجائز کا فرق ہے۔ حلال و حرام کا فرق ہے۔ مثلاً یہی سورہ فاتحہ کا مسئلہ لیجیئے جس کا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مقتدی کو سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ حنفی مذہب میں منع ہے۔ امام محمدؒ نے تو یہاں تک ایک اثر نقل کیا ہے کہ اگر مقتدی پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ فی الحال ایک مثال کافی ہے۔ تفصیل بوقت ضرورت پھر کبھی پیش کروں گا۔

تقلید گمراہی کی جڑ ہے

۵۔ تقلید نہ صرف یہ کہ واجب نہیں بلکہ گمراہی کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آباء اور علماء دونوں کی تقلید کی مذمت قرآن مجید میں کی ہے۔ آباء کے متعلق تو مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے علماء کی تقلید کے بارے میں ایک آیت عرض کرتا ہوں۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ

وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا یعنی اہل کتاب نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنا رکھا ہے۔ اور مسیح ابن مریمؑ کو بھی، حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک الٰہ کی عبادت کریں (سورۃ توبہ) اس آیت کی تفسیر میں جو حدیث ہے، براہ کرم اس کا مطالعہ فرمائیں جس سے یہ ثابت ہو گا کہ وہ تقلید کرتے تھے اس لئے علما ان کے رب ہوئے اس آیت کی رو سے تقلید کا ڈانڈا شرک سے جا ملتا ہے۔

وہابی کوئی فرقہ نہیں

(۶) وہابی کوئی فرقہ نہیں ہے۔ بدعتیوں کے نزدیک ہر وہ شخص وہابی ہے جو ان مروجہ بدعات کے خلاف زبان کھولے۔ یہ لوگ وہابیوں کا پیشوا محمد بن عبدالوہاب نجدی کو بتاتے ہیں اور ان کی طرف طرح طرح کے غلط اور مکروہ مسائل منسوب کرتے ہیں۔ محمد بن عبدالوہاب مقلد تھے ان کے ماننے والے حنبلی ہیں۔ یہ وہ فرقہ نہیں جس کا ذکر احادیث میں ہے۔ وہ تو خارجی فرقہ ہے جس سے حضرت علیؓ نے جہاد کیا، اور ان کا قتل عام کیا یہی احادیث پڑھ کر ان کو قتل کرایا اور پھر جو علامت حدیث میں بتائی گئی تھی وہ ان میں پائی گئی یعنی ان میں ایک مرد تھا جس کا ایک بازو پستان جیسا تھا۔

عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا

(۷) حنفیوں کا طریقۂ نماز بے شک غلط ہے لیکن وہ حدیث جس کا ذکر آپ نے کیا ہے صحیح ہے اس حدیث میں بہت سے امور کا ذکر نہیں ہے اور عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں

ائمہ کوئی ایک حدیث ایسی نہیں جس سے پورا طریقۂ نماز معلوم ہو سکے۔ صحابہ اجزاء کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے تھے۔ ابوحمید ساعدیؓ کی ایک بہت ہی طویل حدیث ہے لیکن پورا طریقہ اس میں بھی نہیں۔ جس حدیث کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے اس میں تو شروع نماز کا بھی رفع یدین نہیں ہے۔ اس میں بڑے بڑے اُمور یا اُن اُمور کا تذکرہ ہے جن میں وہ شخص غلطی کر رہا تھا۔

(۸) کیونکہ حنفیوں کا طریقہ نماز غلط ہے اور اس وجہ سے بھی کہ تقلید شرک ہے ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ سوال آپ کا سخت ہے لیکن اخفائے حق سخت تر ہے۔

(۹) متبع حدیث اگر امام بن کر حنفیوں کی سی نماز پڑھائے تو یہ ضعف ایمان کی دلیل ہے اور اگر کوئی دنیاوی مفاد مدنظر ہے تو پھر دین بیچ کر دنیا خریدنے کی مثال ہے قرآن مجید میں اس فعل کی مذمت میں متعدد آیات ہیں۔

استادی شاگردی تقلید نہیں

(۱۰) کتب احادیث پڑھ کر ہر شخص خود ان پر عمل کر سکتا ہے، دریافت کرنے کی ضرورت صرف اس حد تک باقی رہ سکتی ہے جیسی ایک شاگرد کو اپنے استاد سے ہوتی ہے۔ مثلاً آپ نے اسکول میں تعلیم پائی۔ استادوں نے آپ کو پڑھایا۔ لیکن ان میں سے کسی استاد کی رائے کو تسلیم کرنا آپ کے ذمہ واجب نہیں اور نہ آپ کرتے ہیں۔ تقلید کی نفی سے تعلیم و تعلم کی نفی نہیں ہوتی۔

تقلید کا باعث احساس کمتری ہے

(۱۱) کسر نفسی اس حد تک مفید نہیں کہ آپ کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرے۔ دوسرے

لوگ اگر آپ کی ہمت پست کرنے کی کوشش کریں تو آپ اس کی پرواہ نہ کریں۔ کوشش اور عزم راسخ سے بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ دین کی تحقیق کوئی مشکل کام نہیں ہے ایک زمانہ میں جو حالت آپ کی اب ہے میری بھی یہی حالت تھی۔ لوگوں نے ہمت پست کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مدد فرمائی۔ بے شک احادیث میں صحیح، حسن، ضعیف موضوع، سب کچھ ہیں۔ راویوں کی ثقاہت اور غیر ثقاہت کا سوال ہے۔ لیکن یہ بھی ایک فن ہے اور اس فن میں آپ محققانہ قدم رکھیں تو بہت کچھ حاصل ہو جائے گا۔ اس فن میں ہر چیز مدلل ہے، مفسر ہے۔ بے دلیل اور غیر مفسر چیز قابلِ وقعت نہیں ہے۔ تھوڑی بہت عربی بھی اگر آپ کو آ گئی تو آپ کا کام نکل جائے گا۔ آپ ہمت ہار کر نہ بیٹھ جائیں کہ عربی میں مہارت کیسے ہوگی۔ علماء ہند میں اکثر ایسے ہوتے ہیں جن میں مہارت تامہ نہیں ہوتی۔ لیکن باوجود اس کے وہ سب کچھ کرتے ہیں۔ جاہل سے ہی عالم بنا کرتے ہیں۔ عالم پیدا نہیں ہوا کرتے۔ اگر بالفرض محال آپ جاہل ہیں تو کیا اب آپ اتنے ناامید ہو چکے ہیں کہ عالم بن ہی نہیں سکتے۔ ہمت سے کام لیجئے۔ کوشش کیجئے۔ آگے قدم بڑھائیے۔ کامیابی پھر آپ کے قدم چومے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ ہمارے راستے میں کوشش کرتے ہیں۔ ہم ان کو اپنے راستے بتا دیا کرتے ہیں۔ وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ۔ اللہ کے راستے میں کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔

فقط

خادم مسعود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب نواب

بخدمت شریف محترم جناب مسعود صاحب

السلام علیکم۔ تقلید کے بارے میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ بے شک صحیح اور درست ہے آپ کی ملاقات سے مجھے حقیقت میں بڑا فائدہ پہنچا۔ آپ سے پہلی ملاقات کے وقت تو میری یہ حالت تھی کہ میں تقلید وغیرہ کے جھگڑوں سے واقف نہ تھا اور نہ ہی زندگی میں ان چاروں مذہبوں کے بارے میں کچھ سوچا تھا۔ جب آپ کے پاس سے سجادل لوٹا تو میں نے کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور پھر عالم حضرات سے مل کر معلومات حاصل کرنا شروع کیا۔ اور آپ سے خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ پھر حنفیوں کے بڑے بڑے عالموں سے ملا، مگر کسی نے بھی کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا۔ اور ابھی تک تحقیق کا سلسلہ جاری ہے لیکن ان علماء سے بحث و مباحثہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ چونکہ یہ لوگ بچپن سے یعنی جیسے ہی مدرسہ میں داخل ہوتے ہیں فقہ حنفی پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کے استاذ ان کے دماغوں میں حنفی فقہ ٹھونس دیتے ہیں اور یہ اسی فقہ میں الجھ کر رہ جاتے ہیں بس یہ چکر ایک زمانہ سے چلا آ رہا ہے، یہ میری اپنی رائے ہے شاید اور کوئی دوسری وجہ ہو جس کے لئے یہ لوگ حنفیت پر اڑے ہوئے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ انہوں نے آپ کے ذریعے سے میری رہبری فرمائی اور دین کی سمجھ عطا فرمائی۔ آگے بھی وہی راہ کھولنے والے اور راستہ دکھانے والے ہیں۔ جو باتیں میں نے آپ سے دریافت کی تھیں آپ نے ان کا بہترین (مدلل) جواب عنایت فرمایا۔ لیکن ابھی دو چیزیں اور دریافت طلب ہیں۔ وہ یہ کہ اب تک میں نے جتنی نمازیں پڑھیں کیا وہ سب بیکار گئیں اور میں اپنے مرشد (شیخ) کا

بتلایا ہوا ذکر کرتا ہوں۔ کیا وہ بھی غلط ہے۔ اگر غلط ہے تو پھر کس طرح ذکر کیا جائے اور اب نماز کے بارے میں کیا کیا جاتے مسجد میرے گھر کے سامنے ہے۔ سمجھئے مسجد کے صحن میں میرا گھر ہے تو کیا میں اب نماز گھر پر شروع کر دوں۔ جمعہ وغیرہ سب گھر پر پڑھوں، تراویح بھی گھر پر پڑھوں۔ ایسی صورت میں تو جمعہ اور نماز باجماعت کے اجر اور ثواب سے تو میں محروم ہو جاتا ہوں۔ اس پر مہربانی فرما کر روشنی ڈالئے۔

۲۔ ایک چیز اور دل میں کھٹکتی ہے وہ یہ کہ بڑے بڑے پایہ کے مشہور علماء حنفی آخر کیوں حنفیت پر اڑے رہے۔ کیا ان کو عذاب جہنم کا خوف نہیں ہے۔ یہ عذاب و ثواب کو جانتے ہوئے کیوں حنفی بنے بیٹھے ہیں۔ یہ کیا بھید ہے؟ (انشاء اللہ آئندہ تفصیلی خط لکھوں گا)

فقط

خادم۔ نواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب نواب محی الدین خاں

بخدمت شریف جناب محترم مسعود صاحب ،

السلام علیکم۔ کل میں نے ایک خط آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ غالباً مل گیا ہوگا۔ کل جس وقت آپ کا خط ملا۔ میں نے اسی رات جواب لکھ کر صبح کو سپرد ڈاک کر دیا۔ جس وقت آپ کا خط ملا وہ وقت کچھ عجیب تھا۔ یعنی میں ذہنی پریشانی میں مبتلا تھا۔ جیسے ہی آپ کا خط پڑھا ایسا معلوم ہوا گویا میرے سر سے یکایک بوجھ ہلکا ہو گیا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے فی الفور جواب ارسال خدمت کیا۔ لیکن دل مطمئن نہیں ہوا۔ میں بہت کچھ لکھنا چاہتا تھا لیکن نہ لکھ سکا۔ آپ کے اور میرے مابین تقلید کے بارے میں خط و کتابت جاری ہے اور بفضل تعالیٰ بہت ساری باتیں میری سمجھ میں آتی جا رہی ہیں۔ میں آپ کی ملاقات کو بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت سمجھتا ہوں۔ یہ آپ ہی ہیں جن کی بدولت تحقیق کا سلسلہ شروع ہوا۔ یوں سمجھئے کہ مجھ پر حقیقت کا انکشاف ہوا اور جیسے جیسے حقیقت حال کا مجھ پر انکشاف ہوتا گیا مجھے بڑا لطف آتا گیا۔ اور وہ ساری کتابیں جو حنفی علماء کی لکھی ہوئی میں نے جمع کی تھیں میری نظر میں بے وقعت ہو کر رہ گئیں اور مجھ میں قرآن اور احادیث کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوتا گیا۔ میں نے حنفی علماؤں سے بحث و مباحثہ کئے لیکن ہر ایک کا جواب یا نتیجۂ بحث یہی نکلا کہ امام ابو حنیفہؒ کی بات سمجھنے کے لئے علوم عربیہ سے واقفیت ضروری ہے اور اس کے لئے ۱۵ سال کا نصاب سیکھنا پڑے گا۔ کیونکہ میرے جیسے جاہل کے لئے واؤ کا اور زیر و زبر کا فرق سمجھنا حدیث کی پہچان وغیرہ سخت دشوار ترین کام ہے اور امام صاحبؒ، امام بخاریؒ وغیرہ سے زیادہ احادیث کو پہچانتے تھے۔ جب میں نے ان سے سوال کیا کہ پھر وہ احادیث کہاں ہیں جن کو امام صاحب نے پہچانا، وہ کونسی کتاب ہے

اور وہ کتاب آپ اپنے مدارس میں کیوں نہیں پڑھاتے، تو اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ پھر مجھ پر جہالت اور بے ادبی کا فتویٰ لگایا جانے لگا۔ وہ مولوی صاحب جنکا میں نے پہلے خطوط میں ذکر کیا تھا۔ ان کے جوش و خروش سے مجھے کچھ امید ہو گئی تھی کہ یہ مولوی صاحب زوردار ہیں جبھی تو ایسے الفاظ لکھوا رہے ہیں کہ حنفی مذہب تنکوں کا بنا ہوا نہیں ہے کہ اڑ جاتے۔ ہمارے پاس دلائل ہیں۔ ہم ایسا منہ توڑ جواب دیں گے کہ دانت کھٹے ہو جائیں گے وغیرہ لیکن جب میں نے ان مولوی صاحب سے جواب لکھنے کو کہا تو میرے تقاضے پر سیخ پا ہو گئے اور پھر وہ کچھ فرمایا جو میں پہلے آپ کو لکھ چکا ہوں۔ انہوں نے رفع یدین کے بارے میں یعنی اس کے خلاف ایک حدیث یہ بیان فرمائی کہ ایک دفعہ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے تو حضورؐ نے دیکھ کر فرمایا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ ہلا رہے ہو؟ اور دوسری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث بیان کی تھی کہ یہ حضورؐ کا آخری فعل تھا۔ اس لئے ہم نے آخری فعل کو لیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ حضور کا آخری فعل تھا تو کہا چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضورؐ کے عین پیچھے پہلی صف میں کھڑے ہوتے تھے اور حضورؐ کی حرکات و سکنات کو بغور دیکھتے تھے اور عبداللہ بن عمرؓ چونکہ کم عمر تھے اور ان کو دوسری تیسری صف میں جگہ ملتی تھی اس لئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مرتبہ زیادہ ہے۔ میں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث تو ضعیف ہے۔ اس پر وہ بگڑ گئے اور مجھ پر جہالت کا فتویٰ صادر کر دیا۔ پھر سجادل میں کچھ ایسی حالت ہو گئی، کہ اُن مولوی صاحب نے اپنے شاگردوں اور دیگر لوگوں کو مجھ سے ملنے سے منع کر دیا یعنی میرا بائیکاٹ کر دیا۔ میں نے علیم الدین صاحب کی دوکان میں رفع یدین سے نماز پڑھنا شروع کیا جس پر ایک شور برپا ہو گیا اور سجادل جو ان مولویوں کے زیر اثر ہے میرے خلاف ہو گیا۔ پھر میں نے فتنہ اور شر کو دبانے کے لئے یہ کیا کہ مولوی نور محمد صاحب سے کہا کہ میں ابھی تحقیق میں لگا ہوا ہوں اور تحقیق کر رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے مسجد میں پھر نماز شروع کر دی اور تحقیق میں لگا

رہا۔ لیکن اب تقلید کا شیشہ ٹوٹ کر چکنا چور ہو چکا تھا۔ ان مولویوں سے میرا دل ٹوٹ چکا تھا۔ میں نے سوچا کہ اب خاموشی سے میں تحقیق میں لگا رہوں اور حق کا پتہ مجھے لگ جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کا زبردست فضل و کرم ہے۔ ان ہی سے دعائیں کیں اور ان ہی سے مدد مانگی۔

پھر بعض مصروفیتوں کی وجہ سے ایسا بے بس ہو گیا کہ تحقیق و مطالعہ وغیرہ سب بند ہو گیا تھا لیکن آپ کا وہ پوسٹ کارڈ جو سجادل سے ہوتا ہوا مجھے غلام اللہ میں ملا ایسا کام کر گیا کہ میں گویا نیند سے جاگ پڑا۔ معلوم ہوا جیسے مجھے کسی نے جھنجھوڑ کر نیند سے بیدار کر دیا۔ آپ کا کارڈ پڑھنے کے بعد میں نے خود سے کہا کہ یہ کیا۔ تو ایک ضروری کام کو چھوڑ کے بیٹھ گیا۔ چنانچہ میں نے پھر سے کوشش شروع کی اور اپنے خدشات آپ کو لکھے۔ آپ نے جوابات دیئے وہ مجھے بے انتہا پسند آئے یعنی میں بفضلِ تعالیٰ قائل ہو گیا۔

میں بفضلِ تعالیٰ گھر میں رفع یدین سے نماز پڑھتا ہوں اور میری بیوی بھی رفع یدین سے نماز پڑھتی ہے۔ قرآن اور حدیث سے بڑھ کر اور کیا حق ہو سکتا ہے۔ قرآن و حدیث چھوڑ کر اور راستہ ڈھونڈھنا سراسر جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آپ کے درجے بلند فرمائے۔ آمین۔

اور درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے اور میری آل اولاد کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔

خادم ۔ نواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت جناب نواب محی الدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اما بعد   چک ۱۱۵ھ فروری ۶۲ء

توبہ کے بعد پچھلے گناہ بھی نیکیوں میں تبدیل کر دیئے جاتے ہیں

آپ کے دو خط ایک ساتھ پہنچے۔ آپ کے سوالات کا جواب ترتیب وار تحریر کر رہا ہوں

(۱) اب تک آپ نے جتنی نمازیں پڑھی ہیں، وہ انشاء اللہ بیکار نہیں جائیں گی۔ اس وجہ سے کہ اب آپ توبہ کر چکے ہیں۔ نماز تو نیکی ہے اگر کوئی گناہ بھی ہوتا تو وہ بھی نیکی میں تبدیل ہو کر باعث ثواب بن جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ جو شخص توبہ کرے، ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے اور اللہ غفور اور رحیم ہے۔ (سورہ فرقان۔)

لہٰذا آپ ناامید نہ ہوں بلکہ قرآن مجید کی یہ بشارت سنکر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ وہ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں اپنے بندے کے ظن کے ساتھ ہوں۔ (صحیح بخاری)

غیر مسنون وظائف کوئی نیکی نہیں

(۲) مرشد کا بتایا ہوا ذکر آپ کر سکتے ہیں بشرطیکہ سنت سے اس کا ثبوت ملتا ہو، ورنہ اس کو ترک کر کے وہ اذکار اور اوراد اختیار فرمائیں جو سنت سے ثابت ہیں۔ اس سلسلہ میں کئی کتابیں

چھپ چکی ہیں مثلاً حصن حصین، دعوات المسلمین وغیرہ۔ یہ تمام ادعیہ مشکوٰۃ شریف میں بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي۔ "کہہ دیجئے، اگر تمہیں اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ ہے تو میری اتباع کرو۔ (آل عمران) ایسی کوئی نیکی نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سکھائی ہو اور جو نہیں سکھائی وہ نیکی نہیں ہے۔"

(۳) ......آپ سب نمازیں گھر میں ادا کریں۔ آپ شرعی عذر کی بناء پر جماعت ترک کریں گے۔ لہٰذا آپ کو جماعت کا ہی ثواب ملے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہاں آپ ہیں وہاں عند اللہ جماعت ہے ہی نہیں۔ لہٰذا محرومی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ جماعت تو آپ ہیں۔ حزب اللہ آپ ہیں۔ اگرچہ آپ اکیلے ہی کیوں نہ ہوں۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيفًا بے شک ابراہیمؑ امت تھے، اللہ کے فرمانبردار تھے اور صرف اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے (قرآن کریم)

مندرجہ ذیل حدیث میں بھی آپ کے لئے خوشخبری ہے: إذا مرض العبد أو سافر كتب له مثل ما كان يعمل مقيما صحيحا (صحیح بخاری) (یعنی جب بندہ بیمار یا مسافر ہوتا ہے تو اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اقامت اور صحت کی حالت میں) بس اسی قسم کی مجبوری آپ کو لاحق ہے۔

علماء حق کا معیار نہیں ہیں

(۴) آپ کا چوتھا سوال ایک وسوسہ ہے، آپ اس وسوسے سے اللہ کی پناہ طلب کیجئے بڑے بڑے علماء احناف حنفیت پر کیوں اڑے رہے؟ یہ عذاب و ثواب کو جانتے ہوئے کیوں حنفی بنے بیٹھے ہیں؟ کیا ان کو عذاب جہنم کا خوف نہیں ہے؟ ہمیں

ان سوالات اور ان کے جوابات سے کیا غرض ہے۔ نہ ان کی پیروی ہم پر لازم ہے نہ ان کی مخالفت سے ہمارا کچھ نقصان ہے۔ ہمیں اپنے عقائد اور اعمال کا محاسبہ کرنا ہے اگر وہ صحیح ہیں تو پھر یہ پرواہ نہیں کرنی چاہیئے کہ کون اس کے مخالف ہے اور کون اسکے موافق، کون جنتی ہیں اور کون دوزخی؟ یہ فیصلہ اللہ کو کرنا ہے۔ ہم سے ہمارے اعمال کی پرسش ہوگی۔ اللہ تعالےٰ نے صاف فرمایا ہے: لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ـــ لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ (القرآن) یعنی ان کے اعمال ان کے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لیئے ـــ ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیئے (سورہ بقرہ ۱۳۴/۱۳۹) لہذا میری آپ سے مخلصانہ درخواست ہے کہ بجائے اس کے کہ آپ مختلف لوگوں پر نظر ڈالیں۔ آپ ان سے صرف نظر کرکے بس صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نظر رکھیے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ ایسے آدمی بہت کم ہوتے ہیں جو حق کو پاکر حق کا انکار کریں۔ عیسائی اس لیے عیسائی ہے کہ وہ عیسائی مذہب ہی کو اللہ کی رضامندی کا سبب سمجھتا ہے اور اسلام سے بیزاری ہی کو اللہ کا حکم سمجھتا ہے۔ یہی حال تمام مذاہبِ عالم کا ہے۔ نیک نیتی ہر جگہ پائی جاتی ہے لیکن اس نیک نیتی پر نجات موقوف نہیں ہے، وہ نیک نیتی کی وجہ سے اسلام نہیں لاتے تو وہ بچ نہیں سکتے۔ وہ باوجود اس نیک نیتی کے بھی کافر رہیں گے۔ اب اور ذرا قریب آجایئے۔ خارجی مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہے۔ انتہائی پرہیزگار، قرآن کے بہت بڑے عالم۔ لیکن بایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق خارج از اسلام ہیں۔ اب کیا کہیں؟ کیا ان کے عالم دیدہ و دانستہ خلیفہ راشد کے مقابلہ پر آگئے؟ کیا انہیں جہنم کا خوف نہیں تھا؟ پھر کیا اس لیئے کہ وہ بہت بڑے عالم تھے، متقی تھے، حتیٰ کہ مرتکب کبیرہ کو کافر سمجھتے تھے۔ ہم انہیں اچھا سمجھنے لگیں اور ان کے جہنمی ہونے میں شک و شبہ میں پڑجائیں۔

اب ذرا قریب تر آیئے۔ بریلوی علماء تو آپ کے بھائی بند ہیں، اہل سنّت

کہلاتے ہیں لیکن آپ انہیں مشرک سمجھتے ہیں۔ اب کیا یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ کیا انہیں اپنے جہنمی ہونے کا خوف نہیں؟ کیوں دیدہ و دانستہ حق کا انکار کرتے ہیں؟ یقیناً اس شبہ کی بنا پر ہم انھیں اچھا نہیں کہہ سکتے۔ نہ ان کی طرف راغب ہو سکتے ہیں جو حق ہے وہ حق ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ اور حق کے بعد کچھ نہیں سوائے ضلالت کے (قرآن مجید) جو حق کا یک مثنی سے انکار کرے وہ گمراہ ہے اور جو بدلیتی سے انکار کرے وہ بھی گمراہ ہے۔

اجتہادی اختلاف اور تقلید کا فرق

اجتہادی اختلاف اعمال میں تو ہو سکتا ہے اور اس کو گوارا کیا جا سکتا ہے لیکن جب یہ اختلاف عقائد کی حد تک پہنچ جائے۔ شرک کو توحید سمجھ لیا جائے تو پھر یہ برداشت نہیں ہو سکتا۔ ائمہ کا اختلاف اجتہادی تھا اور صرف اعمال میں تھا۔ مقلدین کا اختلاف تقلیدی ہے اور اس تقلیدی اختلاف کو شریعت کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ بس یہی ایک ایسا اعتقادی نقص ہے جو شرک کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: "فی الحقیقت اگر مقلدین مذہب تفحص کنند می یابند کہ ایں بلائے تقلید ایشاں را بجدے کشیدہ کہ قول ہر یکے از احاد فقہاء در مقابل حدیث می آرند و ترجیح میدہند و ایں از اں قبیل است کہ علماء را بہ پیغمبری رسانیدہ شود بلکہ بخدائے" (فتاویٰ عزیزیہ)

اب بتائیے ان کے متعلق ہمیں کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے۔ اگر ہمارے عقیدے میں یہ بات نہ ہو کہ تقلید سے گمراہی پیدا ہوتی ہے تو ہمارا ایمان کیسے کامل ہوگا۔ اس عقیدہ کو بھی جزو ایمان بنانا چاہیئے۔ غالباً قریب قریب انہی معنوں میں غالب کا یہ شعر ہے ؎

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں

اب آپ کے دوسرے خط کا جواب شروع ہوتا ہے ۔

۲۰ر شعبان

ایک حدیث سے رفع یدین کے خلاف غلط استدلال

رفع یدین کے سلسلہ میں آپ نے ایک حدیث تحریر فرمائی ہے ۔ وہ یہ کہ

"ایک دفعہ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے تھے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ ہلا رہے ہو۔"

اب اس کے جوابات سنیئے :۔

اوّل :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنا شوال ۱۰ ہجری تک ثابت ہے۔ اب اگر منسوخ ہوا تو ان چار مہینوں میں سے کسی مہینے میں ہوا ہو گا۔ ذی قعدہ، ذی الحجہ محرم، صفر۔ اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حضرت وائل جو رفع یدین کے راوی ہیں حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ گئے ہوں گے تو پھر صرف دو مہینہ حیات طیبہ کے باقی رہ جاتے ہیں۔ اب آپ سوچیئے کہ جو فعل اتنا مکروہ ہو اس کو رسول مقدس صلی اللہ علیہ وسلم نو دس سال تک کرتے رہے؟ کیا ایسے مکروہ فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا کسی مومن کا کام ہو سکتا ہے؟

دوم :۔ کیا کسی حکم کو منسوخ کرنے کا یہی احسن طریقہ ہے؟ جو آپ کیا کرتے تھے، وہی وہ لوگ کر رہے تھے تو پھر یہ کہنا چاہیئے تھا کہ اے مؤمنو! اب یہ طریقہ بدل دیا گیا اب ایسا نہ کیا کرو۔

سوم :۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے حضرت جابرؓ سے روایت کرنے والے دو اصحاب ہیں ایک تمیم بن طرفہ، دوسرے عبید اللہ۔ تمیم نے اسے

مختصر بیان کیا ہے اور عبید اللہؒ نے مفصل پہلے تمیمؒ کی روایت سنیئے!

حضرت جابرؓ کہتے ہیں :۔ خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی أراکم رافعی أیدیکم کأنہا أذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے پھر فرمایا۔ کیا بات ہے کہ میں تم کو نماز میں اس طرح ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔ نماز میں سکون پیدا کرو۔ (صحیح مسلم)

عبید اللہؒ کہتے ہیں کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا :۔

کنا اذا صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا السلام علیکم و رحمۃ اللہ وأشار بیدہ الی الجانبین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علام تؤمون بأیدیکم کأنہا أذناب خیل شمس إنما یکفی أحدکم أن یضع یدہ علی فخذہ ثم لیسلم علی أخیہ من یمینہ وشمالہ ۔ یعنی جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے دونوں طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارے کرتے ہو گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔ تمہارے لیے بس اتنا کافی ہے کہ اپنا ہاتھ ران پر رکھو لو۔ پھر سیدھی طرف اور اُلٹی طرف اپنے بھائی کو سلام کرلو۔ (صحیح مسلم)

ان دونوں روایتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ جس رفع یدین سے روکا

گیا ہے وہ رفع یدین عندالسلام ہے نہ کہ رفع یدین عندالرکوع لیکن علماء احناف کہتے ہیں پہلی روایت میں رفع یدین عندالرکوع کی ممانعت ہے اور دوسری میں رفع یدین عندالسلام کی۔ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ دوسری روایت پہلی کی تشریح نہیں کرتی بلکہ علیحدہ ایک واقعہ ہے۔ دو واقعے ہونے کے دو وجوہ بھی بیان کرتے ہیں، جو درج ذیل ہیں:۔

وجہ اول:۔ پہلی روایت میں ہے کہ "آپ باہر تشریف لائے"۔ دوسری میں ہے کہ ہم جب آپ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے"۔

وجہ ثانی:۔ پہلی میں "اسکنوا فی الصلوٰۃ" ہے یعنی نماز میں ساکن رہو۔ دوسری میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

وجہ اول کا جواب:۔ دونوں روایتوں کو ملا کر عبارت اس طرح بنتی ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے تو ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ باہر تشریف لائے اور آپ نے ہمیں اسی طرح کرتے ہوئے دیکھ لیا تو فرمایا۔ کیا بات ہے کہ تم سلام کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہو گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں (جو بار بار اٹھتی ہیں نہ کہ وقفہ سے) نماز میں سکون رکھو وغیرہ وغیرہ۔

وجہ ثانی کا جواب:۔ دوسری روایت میں بھی سکون کا حکم موجود ہے۔ لایسکن احدکم فی الصلوٰۃ (مسند ابی عوانہ ۲/۲۳۹) الا یسکن احدکم (مسند احمد ۵/۸۶) سند صحیح ہے۔

چہارم:۔ ان دونوں روایتوں کے ایک واقعہ کے متعلق ہونے کے دلائل یہ ہیں۔

اول:۔ روایت کا مضمون تقریباً ایک ہے یعنی "ساکن رہو" اور "گویا سرکش گھوڑوں کی دمیں"۔

یہ الفاظ مشترکہ ہیں۔
دوم :۔ راوی ایک ہیں یعنی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ۔
سوم :۔ تمام محدثین نے ان دونوں روایتوں کو سلام کے باب میں روایت کیا ہے مثلاً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :۔

فنھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن رفع الایدی فی التشھد ولا یحتج بھذا من لہ حظ من العلم ھذا معروف مشھور لا اختلاف فیہ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد میں سلام کرتے وقت ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا تھا۔ اور جس شخص میں ذرا سا بھی علم ہے وہ اس سے عدم رفع یدین عند الرکوع کے لیے دلیل نہیں لیتا۔ یہ معروف و مشہور ہے۔ اس میں محدثین کا اختلاف ہی نہیں ہے"۔

(کتاب رفع الیدین للامام البخاری صفحہ ۱۵)

یہ رفع الیدین عند السلام شیعوں میں اب تک رائج ہے اور جب وہ ایسا کرتے ہیں تو بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ سرکش گھوڑوں کی دمیں اُٹھ رہی ہیں۔ غالباً آپ نے بھی شیعوں کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔

پنجم :۔ اگر اس حدیث سے رفع یدین ممنوع ہے تو پھر تمام رفع یدین ممنوع ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ شروع نماز کا رفع یدین۔ نماز عیدین میں رفع یدین۔ نماز وتر میں رفع یدین کوئی جائز نہیں رہے گا۔ کیوں کہ اس حدیث میں کسی رفع یدین کی تخصیص نہیں ہے۔ امام بخاری لکھتے ہیں :۔

ولو کان کما ذھبوا الیہ لکان رفع الأیدی فی أول

التکبیرۃ وایضا تکبیرات صلوٰۃ العید منہیا عنہ
لانہٗ لم یستثن رفعا دون رفع،

(کتاب رفع الیدین للامام البخاری ص۱۵)

نواب صاحب! سوچئے کیا یہ انتہائی مکروہ فعل اب بھی نمازوں میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟ اللہ ہی ان مقلدین کو ہدایت دے۔

(۶) کیونکہ عدم رفع یدین کے سلسلہ میں یہی ایک حدیث ہے جو محدثین کے نزدیک صحیح ہے لہٰذا ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے کہ اس حدیث کو حجت بنا کر رفع یدین کو منسوخ مانا جائے۔ میں کہتا ہوں اچھا منسوخ سہی۔ لیکن منسوخ کیوں ہے؟ اس لئے کہ یہ بہت ہی مکروہ فعل سے مماثل ہے۔ یعنی سرکش گھوڑوں کی دُموں سے۔ اور جب یہ اتنا مکروہ [illegible]ل ہے تو بڑے شد و مد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت کی ہوگی۔ لیکن کہیں کوئی روایت نہیں ملتی۔ حالانکہ ہر حدیث کی کئی کئی سندیں ہوتی ہیں۔ کئی کئی صحابی روایت کرتے ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ اتنا مکروہ فعل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت، پھر بھی بقول امام حسن بصریؒ وغیرہ تمام صحابہ رفع یدین کرتے تھے۔

اب اس خط کو روانہ کر رہا ہوں۔ باقی باتوں کا جواب دوسرے خط میں دونگا، اطلاعًا عرض ہے۔ اپنی خیریت سے مطلع فرمائیں۔ اپنے اہل وعیال کو میرا سلام کہدیں۔

فقط، خادم مسعود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب مسعودؔ

بخدمت جناب نواب محی الدین خاں صاحبؒ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۱۰ رماہ عید مطابق ۲/۸/۶۲

(امابعد) آج ایک خط آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ اب آپ کی باقی باتوں کا جواب تحریر کر رہا ہوں۔

چند مغالطے

(۱) آپ کی عبارت: " اور دوسری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث بیان کی تھی کہ یہ حضور کا آخری فعل تھا"

جواب:۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی ایسی کوئی حدیث نہیں جسکا یہ مفہوم ہو کہ "یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل تھا" نہ صحیح نہ ضعیف۔

(۲) آپ کے خط کی عبارت: " حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور کے عین پیچھے پہلی صف میں کھڑے ہوتے تھے"۔

جواب:۔ کسی حدیث میں یہ مفہوم یا یہ مضمون نہیں ہے، نہ صحیح میں اور نہ ضعیف میں۔

(۳) آپ کے خط کی عبارت: "حضور کی حرکات و سکنات کو بغور دیکھتے تھے اور عبداللہ بن عمرؓ چونکہ کم عمر تھے اور ان کو دوسری تیسری صف میں جگہ ملتی تھی۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مرتبہ زیادہ ہے"

جواب:۔ اس عبارت میں کئی مغالطے ہیں۔ قطعی بے ثبوت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

حرکات وسکنات کو بغور دیکھتے تھے۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر یہ بتایا جائے کہ آخران سے مندرجہ ذیل غلطیاں کیوں ہوئیں؟

(۱) وہ رکوع میں تطبیق کرتے تھے (صحیح مسلم) بلکہ دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنے شاگردوں کے ہاتھوں کو مار کر ان میں تطبیق کر کے دونوں رانوں کے بیچ میں رکھ دیتے تھے۔ عربی الفاظ یہ ہیں:۔ فضرب أيدينا وطبق بين كفيه ثم أدخلهما بين فخذيه (صحیح مسلم، ابوداؤد وغیرہ)

(۲) تین آدمیوں کی جماعت میں ایک کو امام کے داہنی طرف اور دوسرے کو امام کے بائیں طرف کر لیا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم) بلکہ اس کا حکم دیا کرتے تھے۔ ان کا فرمان یہ ہے" اذا كنتم ثلاثة فصلوا جميعا واذا كنتم اكثر من ذلك فليؤمكم أحدكم" یعنی جب تین ہوں تو ایک صف میں نماز پڑھو اور جب تین سے زیادہ ہوں تو ایک آگے کھڑا ہو۔ (صحیح مسلم، ابوداؤد وغیرہ)

(۳) حکم دیتے تھے کہ رکوع میں کلائیوں کو رانوں پہ بچھا دیا کرو۔ الفاظ یہ ہیں:۔
اذا ركع أحدكم فليفرش ذراعيه على فخذيه (صحیح مسلم)

(۴) بغیر اذان واقامت کے جماعت کر لیا کرتے تھے (صحیح مسلم، وغیرہ وغیرہ۔

دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات وسکنات کو بغور نہیں دیکھتے تھے۔ یہ اتہام ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات وسکنات کو کوئی دیکھتا ہی نہیں تھا۔ وہ تو یہاں تک دیکھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں کہاں اترتے تھے، کہاں نماز پڑھتے تھے، کہاں پیشاب کرتے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ ان سنتوں پر بھی عمل کرتے تھے۔ حتیٰ کہ

اگر ان کو پیشاب : آ تا تھا تو خالی ہی بیٹھ جایا کرتے تھے ۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ان کا یہ طرزِ عمل جگہ جگہ نظر آتا ہے ۔

تیسرا مغالطہ یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے علاوہ کوئی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات و سکنات کو بغور نہیں دیکھتا تھا۔ یمن کے شہزادے حضرت وائل بن حجرؓ نے تو دو مرتبہ مدینہ کا سفر ہی اس غرض سے کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو بغور دیکھیں ۔ (افسوس ہے اُس شخص پر جس نے رفع یدین کی مخالفت میں حضرت وائلؓ کو دیہاتی کا خطاب دیا) دوسری مرتبہ وہ شوال سنہ ۱۰ھ میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے ۔ (البدایہ والنہایہ) دوسری مرتبہ کی آمد پر بھی ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رفع یدین کرتے تھے۔ (صحیح مسلم وابوداؤد) الفاظ ملاحظہ ہوں جن سے ان کے آنے کا مقصد واضح ہوتا ہے۔

قلت لانظرنّ الی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یصلّی قال فنظرتُ ۔ یعنی میں نے کہا کہ میں ضرور دیکھوں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے ہیں پس میں نے دیکھا۔ (کتاب رفع الیدین للامام البخاری صفحہ ۱۳)

لَ اور ضمیر انظرنّ میں نون ثقیلہ مشددہ ضرور کے معنی دیتا ہے ۔

چوتھا مغالطہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کم عمر تھے ۔ یہ بھی غلط ہے۔ ہاں جوان تھے، بوڑھے نہیں تھے۔ امام بخاری نے اس کی بھی تردید کی ہے ۔

والعجب أن یقول أحدھم کان ابن عمر صغیراً فی عھد النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم ولقد شھد النّبی صلی اللہ علیہ وسلم لابن عمر بالصلاح ...... قال ابن عمر إنی لأذکر عمر حین أسلم فقالوا صبأ عمر

صبأ عمر فجاء العاص بن وائل فقال صبأ عمر صبأ...

...... یعنی تعجب ہے کہ کسی نے یہ کہا ابن عمر چھوٹے تھے۔ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صلاح کی شہادت دی تھی

...... وہ کہتے تھے کہ مجھے یاد ہے جب عمرؓ اسلام لائے تو لوگوں نے کہا۔ عمر صابی ہوگیا، عمر صابی ہوگیا۔ پھر عاص بن وائل آیا۔ اُس نے بھی یہی کہا...... فتح کوہ ...... پھر وہ لوگ حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ (کتاب رفع الیدین للامام البخاری ص۱۸)

پانچواں مغالطہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کم علم تھے۔ یہ بھی غلط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے پوچھا۔ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے جو مسلم کے مشابہ ہے۔ تمام صحابہ عاجز آگئے۔ عبداللہ بن عمرؓ نے چاہا کہ میں کہہ دوں کہ وہ کھجور کا درخت ہے، لیکن پاسِ اَدب سے خاموش رہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتایا۔ ابنِ عمرؓ نے جب یہ بات حضرت عمرؓ سے بیان کی تو حضرت عمرؓ نے کہا "اگر تم بتا دیتے تو میرے لیے یہ اتنے اتنے مال سے بھی زیادہ محبوب تھا۔" (صحیح بخاری کتاب العلم) غالباً اس مجلس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہوں گے۔ اس لیے کہ وہ تو کبھی ساتھ چھوڑتے ہی نہ تھے۔

چھٹا مغالطہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کے سوا اس حدیث کا کوئی اور راوی ہی نہیں یہ بھی غلط ہے۔ رفع یدین کی روایت حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے بھی ہے اور یہ لوگ یقیناً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے عمر میں بھی زیادہ تھے اور علم و فضل اور صحبت رسول میں بھی۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر عبداللہ بن عمرؓ سے مقابلہ کرنا دھوکا دینا ہے۔ (صرف حضرت علیؓ سے غالباً وہ عمر میں زیادہ ہوں گے)

ساتواں مغالطہ یہ ہے کہ رفع یدین ایک بہت ہی دقیق علمی اور فقہی مسئلہ ہے

اور اس کو فقہاہی سمجھ سکتے ہیں۔ چھوٹا بچہ کیا سمجھے۔ حالانکہ رفع یدین کا تعلق صرف آنکھ سے ہے اور یہ چیز بہ نسبت بوڑھے کے بچہ ہی زیادہ اچھی طرح سے دیکھ سکتا ہے اور زیادہ اچھی طرح یاد رکھ سکتا ہے۔

آٹھواں مغالطہ یہ ہے کہ: ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ کی حدیثیں صحت کے لحاظ سے برابر ہیں۔ حالانکہ یہ سرتاپا غلط ہے۔ ابن عمر کی حدیث صحیحین کی متفق علیہ حدیث ہے۔ اس کے راوی سب کے سب امام ہیں۔ یہ سلسلۃ الذہب کی حدیث ہے۔ سندیں اصح الاسانید ہیں۔ ابن عمرؓ سے یہ حدیث متواتر ہے۔ برخلاف اس کے ابن مسعودؓ کی حدیث اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ اور اس کا متن غیر محفوظ ہے۔ ابن مسعودؓ سے یہ روایت متواتر نہیں ہے۔ عاصم بن کلیب راوی کا اس میں انفراد ہے۔ جب صحت اور محفوظ ہونے کے لحاظ سے برابر نہیں تو مقابلہ کیا معنی؟ مقابلہ تو برابر کی چیزوں میں ہوا کرتا ہے۔ پھر مزید برآں ابن عمرؓ کی طرح روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد پچاس کے لگ بھگ پہنچ جاتی ہے۔ پھر امام حسن بصریؒ وغیرہ کی روایت کے مطابق کسی صحابی سے اس کا ترک ثابت نہیں۔ لہٰذا ابن مسعودؓ کی حدیث کسی لحاظ سے بھی قابلِ حجت نہیں۔ اگر صحیح بھی ہو تو اس میں عبداللہ بن مسعودؓ کی بھول ہے۔ جیسے ان سے اور بھول ہوئی یہ بھی ہوئی۔ جیسے اُس بھول پر کوئی عمل نہیں کرتا اس پر بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ فقط

خاکسار مسعود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب نواب

محترم جناب مسعود صاحب

السلام علیکم

خط لکھنے میں تاخیر ہوئی جس کے لیے شرمندہ ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔

نماز میں رفع یدین نہ کرے تو کیا نماز نہیں ہوتی اور کیا رفع یدین فرض ہے؟ رفع یدین نہ کرنے والی حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی گئی ہے "ترمذی شریف اردو جلد اول میں اس کو امام ترمذیؒ نے حسن کہا ہے اور حسن حدیث کا درجہ صحیح حدیث کے بعد ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ جلد اول میں تقلید کے بیان میں اور جلد دوم میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ چاروں اماموں کے طریقے سنت ہیں اور ہر ایک کے پاس دلائل موجود ہیں۔ اس لحاظ سے تو حنفی طریقہ بھی سنت ہوا اور اس طریقہ پر عمل کرنا بھی جائز ہوا۔ اشرف علی تھانوی کی لکھی ہوئی بڑی بڑی ضخیم کتابیں کیا سب بیکار ہیں۔ کیونکہ وہ تقلید کے حامی تھے اور کیا امام غزالیؒ کی لکھی ہوئی کتب بھی قابلِ مطالعہ ہیں یا نہیں۔ یہ میں اس لیے دریافت کرتا ہوں کہ میرے پاس یہ سب ذخیرہ موجود ہے۔ باقی خیریت ہے۔ میری طرف سے سب کی خدمت میں سلام علیک عرض ہے۔

خادم

نواب

۲۹ مارچ ۹۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت مخدومی و مکرمی جناب نواب صاحب

اسلام علیکم چک لالہ ۳؍اپریل ۱۹۶۲ء

(اما بعد) اشد انتظار کے بعد آپ کا خط مورخہ ۲۹ ؍مارچ وصول ہوا۔ آپ کے سوالوں کے جوابات درج ذیل ہیں :۔

رفع یدین فرض ہے

سوال :۔ نماز میں رفع یدین نہ کرے تو کیا نماز نہیں ہوتی ؟ کیا رفع یدین فرض ہے ؟

جواب :۔ نماز فرض ہے ۔ اس پر سب کا اتفاق ہے ۔ لہذا اس کے ادا کرنیکا طریقہ بھی فرض ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ہر مسلم مختار ہے کہ جس طریقہ سے چاہے نماز پڑھے ۔ طریقہ اور سنت دونوں ہم معنی لفظ ہیں ۔ لہذا سنت سے جو طریقہ ادائیگی نماز ہم تک پہنچا ہے وہ فرض ہے ۔ خیر یہ تو ایک معقول بات تھی ، جو میں نے عرض کر دی ۔ ورنہ نماز کے طریقہ کا فرض ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ یعنی نمازوں کی حفاظت کرو، خصوصاً بیچ والی نماز کی اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو ، پھر اگر تمھیں کافروں کا خوف ہو تو پیدل چلتے پھرتے یا سواری پر ہی نماز ادا

کرلو۔ پھر جب امن وامان نصیب ہو تو اسی طریقہ سے اللہ کا ذکر کرو جس طریقے سے اُس نے تمہیں سکھایا ہے اور جس کو تم نہیں جانتے تھے۔ (سورہ بقرہ ۲۳۸-۲۳۹)

خط کشیدہ الفاظ اللہ کا حکم ظاہر کرتے ہیں اور اللہ کا حکم فرض ہوتا ہے لہذا نماز کا یہ طریقہ جو بذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس نے ہمیں سکھایا ہے فرض ہے۔

مجھے تو واقعی اُن لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ نہ کہے تو نماز ہو جائے گی۔ رکوع وسجدہ میں تسبیح نہ پڑھے تو نماز ہو جائے گی۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ ان کا ادا کرنا سنت ہے فرض نہیں ہے۔ اگر ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو حدیث میں ہوتا کہ ان کے ترک کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔ اگر ان کی اس دلیل کو مان لیا جائے تو پھر نماز کی ہیئت مجموعی یہ ہو گی کہ کھڑے ہو کر سورہ فاتحہ پڑھو۔ پھر رکوع کرو اور اس میں کچھ نہ پڑھو۔ پھر رکوع سے سیدھے سجدہ میں چلے جاؤ پھر بیٹھ جاؤ، نماز ختم ہو جائے گی۔ یہ نماز کیا ہوئی، مذاق ہوا۔ اب رہی یہ بات کہ پھر صرف سورہ فاتحہ کے متعلق ایسے الفاظ کیوں فرمائے۔ تو اس کا ایک پس منظر ہے۔ وہ یہ کہ آپ نے امام کے پیچھے پڑھنے سے منع کیا تو اس وقت یہ بھی فرمایا کہ سورۂ فاتحہ پھر بھی پڑھنا۔ کیونکہ وہ اگر امام کے پیچھے بھی ترک کر دو گے تو نماز نہ ہو گی۔ (ابو داؤد، ترمذی)

الغرض مذکورہ بالا آیت کی رو سے نماز کا پورا طریقہ فرض ہے، سوائے اس چیز کے جس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑ دیا ہو اور ایسی کوئی چیز میرے ذہن میں تو ہے نہیں، سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ رفع یدین آپ نے کبھی کیا اور کبھی چھوڑ دیا۔ لیکن چھوڑنے کی روایت ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا رفع یدین فرض ہوا۔

۲۔ رفع یدین کی فرضیت کی دوسری دلیل یہ ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے آپ نے فرمایا تھا کہ صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ (نماز ایسے ہی پڑھا کرنا جس طرح تم نے مجھے پڑھتے دیکھا ہے) اور مالک بن حویرث کا

بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے۔ (صحیح بخاری) کیونکہ حکم فرض ہوتا ہے۔ لہٰذا رفع یدین فرض ہے۔

۳- تیسری دلیل۔ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ مسجد میں آنکلے۔ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

"أقبلوا عليّ بوجوهكم أصلّي بكم صلٰوة رسول الله صلى الله عليه وسلم التي كان يصلّي و يأمر بها فقام مستقبل القبلة و رفع يديه حتى حاذى بهما منكبيه ثم كبّر ثم ركع وكذٰلك حين رفع"

یعنی میری طرف متوجہ ہو جاؤ میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بتاؤں۔ جس طریقہ سے آپ خود پڑھتے تھے اور جس طریقے سے لوگوں کو پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ پس وہ (حضرت عمرؓ) کھڑے ہو گئے، قبلہ کی طرف منہ کیا اور کندھوں تک دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا اور اسی طرح اُس وقت بھی کیا جب رکوع سے سر اٹھایا۔ (خلافیات بیہقی، نصب الرایہ جلد اول ص۴۱۶ وسندہ صحیح تسہیل القاری جلد ۳)

نماز کے ارکان میں فرض و سنت کی تفریق

فرض و سنت کی تفریق بہت بعد کی چیز ہے۔ صحابۂ کرام اس چیز کے عادی نہیں تھے وہ تو بس یہ دیکھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا۔ کیا فرمایا۔ عبد اللہ بن عمرؓ کو دیکھئے کہ رفع یدین نہ کرنے والے کو کنکریاں مارا کرتے تھے تاوقتیکہ وہ رفع یدین نہ کرے۔ (کتاب رفع یدین امام بخاریؒ، مسند احمدؒ) آپ بھی فرض و سنت کی بحث میں نہ پڑیئے۔ بس جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا اور

چھوڑنا ثابت نہیں، اُسے کرنا ہی چاہیئے اور اگر کرنا، نہ کرنا دونوں ثابت ہیں، تب بھی کرنا سنت ہوگا اور ترک جائز۔ ایسی حالت میں بھی سنت ہی پر عمل مناسب ہے نہ کہ جواز پر۔

سوال:۔ رفع یدین نہ کرنے کی حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے۔ ترمذی شریف اردو جلد اوّل میں اس کو امام ترمذیؒ نے حسن کہا ہے اور حسن کا درجہ صحیح حدیث کے بعد ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کا متن غیر محفوظ ہے

جواب:۔ یہ صحیح ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حسن کا درجہ صحیح حدیث کے بعد ہے۔ اس حدیث کی سند بے شک حسن بلکہ صحیح ہے۔ سند میں کوئی خاص خدشہ نہیں ہے، نہ سند پر کسی نے کوئی خاص جرح ہی کی ہے اس حدیث پر جو کچھ جرح ہوئی ہے وہ بہ لحاظ متن ہوئی ہے اکثر محدثین نے اس کے متن کو غیر محفوظ بتایا ہے۔

۱۔ امام ترمذی لکھتے ہیں:۔

قال عبداللہ بن المبارک قد ثبت حدیث من یرفع وذکر حدیث الزھری عن سالم عن أبیہ ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع إلا فی أوّل مرّۃ۔ یعنی امام عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا ہے کہ رفع یدین کی حدیث ثابت ہے اور ذکر کیا انہوں نے اس حدیث کو جو امام زہریؒ نے حضرت سالمؒ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے اور ابن مسعودؓ کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین نہیں کیا سوائے اوّل مرتبہ کے ثابت نہیں۔

امام ترمذیؒ نے اس عبارت کے بعد ابن مسعودؓ کی حدیث بیان کی ہے اور پھر اس کو حسن لکھا ہے۔ احناف کا یہ کہنا ہے کہ ابن مبارک نے کسی دوسری حدیث کو غیر ثابت کہا ہے نہ کہ اس کو لیکن دوسری حدیث میں ابن مبارک نہیں ہیں اور اس حدیث کی سند میں وہ موجود ہیں اور یہ سند نسائی میں موجود ہے۔ لہٰذا انہوں نے اس ہی کو غیر ثابت کہا ہے۔ ان کے الفاظ کہ "رفع کی حدیث ثابت ہے"۔ اس ہی بات کی دلالت کرتے ہیں کہ عدم رفع کی حدیث ثابت نہیں خواہ وہ کوئی سی ہو۔

۲- اب اس کے متن کو ملاحظہ فرمایئے۔ نسائی میں ہے:-

فقامَ فرفع يديه فى أوّل مرة ثمّ لم يعد، ابن مسعودؓ کھڑے ہوئے پھر اول مرتبہ دونوں ہاتھ اٹھائے پھر نہیں اٹھائے۔ ابن القطان کہتے ہیں۔ ثم لا يعود منکر ہے۔ یہ وکیع اپنی طرف سے کہا کرتے تھے۔ (کتاب الوہم) امام دارقطنی نے بھی ثم لم يعد کو غیر محفوظ بتایا ہے۔ (کتاب العلل) نسائی میں دوسری روایت میں اس طرح ہے۔ فصلّى فلم يرفع يديه الاّ مرة واحدة۔ یعنی ابن مسعودؓ نے نماز پڑھی تو ہاتھ نہیں اٹھائے مگر ایک مرتبہ۔ مسند امام احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں "واحدة" نہیں ہے۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں اس طرح ہے۔ فرفع يديه مرة واحدة دوسری میں اس طرح ہے۔ فرفع يديه فى أول مرة۔ یعنی ابن مسعودؓ نے دونوں ہاتھ اٹھائے پہلی مرتبہ۔ خلاصہ یہ کہ کسی میں دوبارہ اٹھانے کی نفی ہے اور کسی میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ بس پہلی مرتبہ اٹھانے کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تو نماز پڑھ کر بتائی تھی۔ اس کو علقمہؒ نے اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے اور یہ علقمہؒ کے الفاظ ہیں جو کسی روایت میں کچھ اور کسی میں کچھ ہیں۔ ابن مسعود سے روایت کرنے والے صرف علقمہؒ ہیں اور علقمہؒ سے روایت کرنے والے صرف عبدالرحمٰن ہیں اور ان سے روایت کرنے والے صرف عاصم بن کلیب ہیں اور

ان سے روایت کرنے والے سفیان ثوریؒ ہیں۔ اس کے بعد راوی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اوپر کی سند میں صرف ایک ایک راوی کی وجہ سے اس میں غرابت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر علقمہ کے الفاظ غالباً عاصم بن کلیب نے کبھی کچھ اور کبھی کچھ بیان کیے ہیں۔ کیونکہ امام حاکم فرماتے ہیں کہ عاصم نے اس حدیث کو صحت کے ساتھ روایت نہیں کیا اور عاصم مختصر کر لیا کرتے تھے اور نقل بالمعنی کرتے تھے۔ (تسہیل القاری شرح صحیح بخاری)

اسی وجہ سے امام ابو داؤدؒ نے اس حدیث کے لکھنے کے بعد یہ بھی لکھ دیا کہ هذا حديث مختصر من حديث طويل وليس هو بصحيح على اللفظ على هذا المعنىٰ: یعنی یہ حدیث ایک طویل حدیث سے مختصر کر لی گئی ہے اور یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ان معنوں پر صحیح نہیں مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کا متن اس طرح ہے: فصلّى ولم يرفع يديه الا مرة واحدة مع تكبيرة الافتتاح۔ یعنی تکبیر افتتاح کے ساتھ ابن مسعودؓ نے رفع یدین نہ کیا سوائے ایک مرتبہ کے۔ اگر یہ عبارت صحیح مانی جائے تو پھر رفع یدین عند الرکوع کی اس سے نفی نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ نماز شروع کرتے وقت صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔ بار بار نہیں، امام ابی حاتم نے کہا ہے کہ یہ حدیث خطا ہے۔ سوائے سفیان کے یہ الفاظ (یعنی رفع یدین کی نفی) عاصم سے کسی نے روایت نہیں کیے حالانکہ ایک جماعت عاصم سے روایت کرتی ہے۔ (علل ابن ابی حاتم)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں:۔ هٰذا محفوظ عند أهل النظر من حديثِ عبد الله بن مسعودؓ۔ یعنی اہلِ علم کے نزدیک تطبیق والی حدیث ہی محفوظ ہے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔ ولم يثبت عند أهل العلم عن احدٍ من أصحابه صلى الله عليه وسلم أنه لم يرفع يديه۔ یعنی اہل علم کے نزدیک کسی صحابی سے ترک رفع یدین ثابت نہیں۔ پھر آگے چل کر لکھتے ہیں

ولم يثبت عند أهل النظر ممن أدركنا من أهل الحجاز وأهل العراق منهم عبد الله بن الزبير وعلى بن عبد الله بن جعفر ويحيٰى بن معين واحمد بن حنبل واسحاق بن راهويه، هؤلاء أهل العلم من بين أهل زمانهم فلم يثبت عند أحد منهم علم فى ترك رفع الايدى عن النّبى صلى الله عليه وسلم لا عن أحد من أصحاب النّبى صلى الله عليه وسلم أنه لم يرفع يديه - یعنی حجاز اور عراق کے اہل علم جن کو ہم نے پایا، جن میں سے یہ لوگ بھی ہیں۔ ابن زبیر، علی بن عبد اللہ، یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ۔ یہ اپنے زمانہ کے زبردست عالم تھے۔ ان علماء میں سے کسی کے نزدیک کوئی حدیث ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین نہ کیا ہو یا کسی صحابی نے رفع یدین نہ کیا ہو (کتاب رفع الیدین للامام البخاری ص۱۶)

گویا یہ حدیث امام بخاریؒ کے وقت تک خود علماء عراق کے نزدیک ثابت نہیں تھی۔ امام ابو داؤدؒ کے مطابق اس کا مفہوم کچھ اور تھا۔ اب جو مفہوم لیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ امام ابو داؤدؒ کے اس قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام محمدؒ نے اپنی موطا میں اس حدیث کو مطلقاً بیان نہیں کیا۔ حالانکہ ان کو اس کی بڑی ضرورت تھی۔ وہ لکھتے ہیں :" وفی ذلك آثار كثيرة - اور عدم رفع کے متعلق بہت آثار ہیں"۔

مطلب ظاہر ہے کہ حدیث کوئی نہیں۔ اگر یہ حدیث ان معنوں پر محمول ہوتی تو وہ ضرور اس کا ذکر کرتے۔ اس کے تمام راوی کوفی ہیں۔ تاہم امام محمد اور قاضی ابو یوسف کا اس سے بے خبر ہونا اور اپنے دلائل میں ذکر نہ کرنا حیرت انگیز ہے۔

اس کے بعد امام محمدؒ نے علی ابن ابی طالبؓ کا ایک اثر نقل کیا ہے جس میں ایک راوی محمد بن ابان کذاب ہے (تذکرہ الموضوعات) پھر ابراہیم نخعیؒ تابعی کا قول پیش کیا ہے۔ اس میں بھی وہی کذاب راوی ہے۔ پھر ابن مسعودؓ کے اصحاب کا فعل پیش کیا ہے۔ اس کی سند میں حصین ہے۔ جس کا حافظہ آخر میں خراب ہو گیا تھا۔ پھر ابن عمرؓ کا فعل پیش کیا ہے اس کی سند میں وہی محمد بن ابان کذاب ہے۔ پھر حضرت علیؓ کا اثر دوسری سند سے پیش کیا ہے۔ یہ بھی کوئی سند ہے۔ پھر بھی سفیان ثوریؒ (جو خود بھی عدم رفع کے قائل ہیں) اس اثر کا انکار کرتے ہیں۔ (کتاب رفع الیدین امام بخاری صفحہ ۸) مزید برآں اس میں عاصم راوی ہیں، جو نقل بالمعنی کے عادی ہیں۔ امام عثمان بن سعید دارمی فرماتے ہیں "فقد روی من ھذا الطریق الواھی۔ تحقیق یہ واہیات سند سے مروی ہے"۔ (بیہقی جلد ۲ صفحہ ۸۰)

امام شافعی فرماتے ہیں:۔ "ولا یثبت عن علی وابن مسعود یعنی ماروہ عنہما من أنھما کانا لا یرفعان، یعنی حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کے عدم رفع کی حدیث ثابت نہیں"۔ (بیہقی جلد ۲ صفحہ ۸۱) امام بخاریؒ نے بھی اس پر جرح کی ہے۔ پھر امام محمدؒ نے ابن مسعودؓ کا اثر پیش کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: "انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ۔ یعنی جب وہ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے"۔ اس میں رکوع کا ذکر ہی نہیں اور عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ پھر اس کی سند منقطع ہے۔ ابراہیمؒ نے ابن مسعودؓ کو نہیں دیکھا۔ غرض یہ کہ کل تین صحابیوں اور چند تابعیوں کا قول پیش کر کے امام محمدؒ نے اپنے مسئلہ کو ثابت کیا اور وہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث پیش نہ کر سکے بلکہ صحابیوں کا فعل بھی صحیح سند سے پیش نہ کر سکے۔ اگر عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ معرکۃ الآرا حدیث کوفہ میں رہ کر ان کو نہ معلوم ہو تو پھر اس پر شبہ کرنا بالکل بجا ہے۔ امام نووی نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ محدثین کا اسکے ضعف پر اتفاق ہے۔ نقل بالمعنی کی عادت کی وجہ سے امام علی بن مدینی تو یہاں تک کہہ گئے" لایحتج بما انفرد بہ۔ عاصم اکیلے روایت

کریں تو روایت حجت نہیں ہوتی"۔ (میزان الاعتدال) اور اس روایت کو سوائے عاصم کے اور کوئی بیان نہیں کرتا۔ پھر عبدالرحمٰن کے علقمہ سے سننے پر بھی شبہ کا اظہار کیا گیا ہے اگرچہ سننے کا امکان تو ہے لیکن سننا ثابت نہیں۔ امام ابن حبان تو یہاں تک لکھ گئے :۔

هذا أحسن خبر روى أهل الكوفة فى نفى رفع اليدين فى الصلوٰة عند الركوع وعند الرفع منه وهو فى الحقيقة أضعف شئ يعوّل عليه لان له عللاً تبطله۔ اہل کوفہ کی یہ سب سے عمدہ دلیل ہے اور درحقیقت یہ بھی بہت ضعیف ہے اس پر (کیسے) اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اس میں علتیں ہیں جو اسے باطل بنا دیتی ہیں۔ (نیل الاوطار جزء ۲ صفحہ ۱۵۱)

اب بتایئے امام ترمذی کا حسن کہنا کہاں تک صحیح ہے۔ اسی لئے امام شوکانی لکھتے ہیں :۔ این یقع هذا التحسين والتصحيح من قدح اولئك الائمة الاكابر۔ یعنی امام ترمذی کی تحسین اور امام ابن حزم کی تصحیح کی ان اکابر ائمہ کی جرح کے مقابلے میں کیا وقعت رہ جاتی ہے۔ یہ مختصر روئداد ہے۔ ورنہ مفصل تو بہت کچھ ہے۔ بالفرض محال اگر ابن مسعودؓ کی حدیث حسن یا صحیح بھی ہو تو بھی ایک صحابی کی روایت تمام صحابہ کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ پھر ابن مسعودؓ سے اور بھی بہت سی بھول ہو گئی ہیں۔ جن میں سے چند میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ اسی لئے امام ابوبکر بن اسحاق نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث رفع یدین کی حدیث کے مساوی نہیں ہو سکتی کیونکہ رفع یدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر خلفاء راشدین صحابہ اور تابعین سے صحیح طور پر ثابت ہوا ہے اور ابن مسعودؓ کا اس کو بھول جانا کچھ تعجب نہیں۔ کیونکہ وہ معوذتین کا قرآنی سورتیں ہونا بھول گئے۔ تطبیق کا منسوخ ہونا بھول گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح انہوں نے دس باتیں گنائی ہیں۔ (یہ گیارھویں بھول ہے) (بیہقی جلد ۲)

غرض یہ کہ بے شمار صحیح احادیث کے مقابلہ میں اس کو حجت بنانا حیرت انگیز ہے۔
باقی باتوں کے جوابات دوسرے لفافہ میں روانہ کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ آپ کی تبلیغ
اور اس کے متعلق کش مکش معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب فرمائے اور اس جدوجہد
کو قبول فرمائے۔ آمین۔ تبلیغ تو درحقیقت یہی ہے۔ وہ تبلیغ ہی کیا جس میں مخالفت نہ
ہو۔ حق کے مبلغ کے لئے پھولوں کی سیج نہیں ہوتی بلکہ اس کو کانٹوں پر چلنا ہوتا ہے۔ وہ تبلیغ
جس سے سب خوش رہیں حقیقت میں تبلیغ ہی نہیں۔ وہ تو ایک قسم کی سیاست ہے۔
مرنجاں مرنج بن جانا اور بات ہے اور مبلغ ہونا اور بات ہے۔ اللہ نے یہ نعمت آپ کو
نصیب فرمائی ہے۔ یہ اس کا احسان ہے۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ ان اللہ مع الصابرین ہ

فقط

خاکسار مسعود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت جناب نواب صاحب مخدومی و مکرمی

السلام علیکم   چک لالہ ۱۲ اپریل ۱۹۶۲ء

(امابعد) ۱۰ اپریل کو ایک خط ارسال کیا ہے۔ آج آپ کے باقی سوالات کے جوابات تحریر کر رہا ہوں۔

سوال ۲۔ حجۃ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ چاروں اماموں کے طریقے سنت ہیں اور ہر ایک کے پاس دلائل موجود ہیں۔ اس لحاظ سے تو حنفی طریقہ بھی سنت ہوا اور اس طریقہ پر عمل کرنا بھی جائز ہوا۔

امام حق پر تھے لیکن مقلد حق پر نہیں

جواب:۔ اس میں شک نہیں ہے کہ چاروں اماموں نے جس اصول پر مسائل کی بنیاد رکھی وہ اصول سنت ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل کیا اور قرآن و حدیث کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے قول کو دلیل نہیں بنایا۔ نہ اس کو حجت سمجھا۔ لہذا ان کا یہ طریقہ بے شک سنت تھا اور وہ چاروں حق پر تھے۔ رحمہم اللہ۔

لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ ان سے لغزش نہیں ہوئی۔ بیشک ہوئی اور اس لغزش کے ثبوت میں مندرجہ ذیل دلائل بھی ہیں۔

مجتہدین خطا سے پاک نہیں ہیں

فقہ کا مسلمہ اصول ہے۔ المجتہد قد یخطیٔ و یصیب۔ یعنی مجتہد سے خطا بھی ہوتی

ہے اور وہ صحیح بات بھی کہتا ہے۔ لہٰذا اس اصول کی بنا پر ان مجتہدین سے خطار کا امکان ظاہر ہے۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ دوسرے لوگوں کی پشت پر وحی الٰہی کی رہنمائی نہیں ہوتی لہٰذا خطار کا صدور ناگزیر ہے۔

۳۔ چاروں اماموں کے اقوال میں حرام و حلال کا فرق پایا جاتا ہے۔ مثلاً:۔

ا۔ دارالحرب میں کافر سے سود کا لین دین کرنا حنفی مذہب میں حلال اور دوسرے مذاہب میں حرام۔

ب۔ حیوان کی بیع سلم حنفی مذہب میں حرام، دیگر میں حلال۔

ج۔ زبردستی کی طلاق حنفی مذہب میں واقع ہو جاتی ہے۔ دوسرے مذاہب میں حرام ہے۔ واقع نہیں ہوتی۔

د۔ بجو، گوہ، گھوڑا، مینڈک، مُردہ مچھلی جو پانی پر تیرے، حنفی مذہب میں حرام اور دوسرے مذاہب میں حلال۔

ر۔ ہبہ کی ہوئی چیز حنفی مذہب میں اولاد سے واپس لی جا سکتی ہے۔ دوسرے مذاہب میں نہیں لی جا سکتی۔

س۔ تعلیم قرآن کی اُجرت حنفی مذہب میں حرام اور دوسروں میں حلال۔

ص۔ ران کھولنا حنفی مذہب میں حرام، حنبلی مذہب میں حلال۔

ط۔ مَسِ ذکر سے وضو حنفی مذہب میں نہیں ٹوٹتا۔ شافعی مذہب میں ٹوٹ جاتا ہے۔

ع۔ طواف کے لئے حنفی مذہب میں طہارت شرط نہیں۔ شافعی اور حنبلی میں شرط ہے۔

ف۔ زکوٰۃ الفطر حنفی مذہب میں کافر غلام پر فرض ہے۔ شافعی میں فرض نہیں۔

ق۔ بغیر ولی کے نکاح حنفی مذہب میں جائز ہے۔ شافعی میں باطل۔

غرض یہ کہ حلال وحرام کا فرق کبھی سنت نہیں ہو سکتا۔

سنت تو یہ ہے کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کی قیامت تک وہ چیز ہر مسلم کے لئے حلال ہے اور جس چیز کو حرام کیا وہ ہر مسلم کے لئے حرام ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایک ہی چیز بہ یک وقت حلال اور حرام نہیں ہو سکتی۔ لہذا کسی نہ کسی امام سے غلطی کا صدور لازمی ہے اور جب معاملہ یہاں آ پہنچا کہ ایک نہ ایک امام سے غلطی ضرور ہوئی ہے تو اب ہر مسلم کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ کس سے غلطی ہوئی۔ یعنی بحکم الٰہی وہ قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرے اور غلطی معلوم کر کے اس کو ترک کر دے یا بصورتِ دیگر براہِ راست قرآن وسنت کا اتباع کرے۔ یہ ہے اماموں کا طریقہ اور اس طریقہ کے سنت ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور جو شخص اس کے خلاف چلتا ہے وہ حرام کا مرتکب ہے۔ امام برحق حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں:۔ لا يحلّ لأحد أن يأخذ بقولي ما لم يعلم من أين قلته، یعنی کسی شخص کے لیے یہ حلال نہیں (یعنی حرام ہے) کہ میرے قول کو اختیار کرے جب تک اُسے یہ نہ معلوم ہو کہ میں نے کہاں سے کہا ہے۔ (مقدمہ عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ صفحہ ۹)

اس قول کے آگے رئیس الاحناف محمد بن عبدالستار کردری لکھتے ہیں:۔

"امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تقلید کی طرف جانے سے منع کیا اور دلیل کی معرفت کی طرف دعوت دی"۔ (مقدمہ عمدۃ الرعایۃ صفحہ ۹)

گویا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ہی تقلیداً کسی چیز کو ماننا حرام ہوگیا۔ لہذا مقلدین کا طریقہ حرام ہوا اور اس لحاظ سے وہ سنت نہیں ہو سکتا۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ اماموں کا طریقہ سنت ہے اور مقلدین کا طریقہ بدعت اور خود اماموں کا منع کیا ہوا ہے۔

فقہ حنفی کے گندے مسائل اور امام ابوحنیفہؒ کی بریت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بیان کا جو نتیجہ آپ نے نکالا ہے کہ حنفی طریقہ بھی سنت ہوا۔" یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ موجودہ حنفی مذہب خود امام ابوحنیفہؒ کے اصول کے خلاف ہے۔ اور اس میں ایسے ایسے مغلظات ہیں کہ اگر امام صاحب زندہ ہوتے تو ان مسائل بلکہ پورے مذہب سے اپنی بیزاری کا اعلان فرماتے۔ چند مکروہ مسائل ملاحظہ ہوں (آپ نے مدلل جواب کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اس لئے دل پر جبر کرکے یہ مسائل لکھ رہا ہوں) :۔

ولو وطی میتۃ أو بھیمۃ أو فی غیر فرج وھو التفخیذ أو قبل أو لمس إن أنزل قضٰی وإلا فلا ولو أکل لحما بین أسنانہ مثل حمصۃ تضٰی فقط وفی أقل منھا لا۔ یعنی اگر مردہ عورت یا جانور سے بدفعلی کرے یا...... کے علاوہ یعنی ران میں کرے یا بوسہ لے یا چھوئے اگر انزال ہو تو روزہ قضا کرے۔ ورنہ نہیں اور اگر دانتوں کے درمیان لگا ہوا گوشت چنے کے برابر بھی کھالے تو صرف قضا کرے اور اگر چنے سے چھوٹا ہو تو قضا بھی نہیں۔ (شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۳۱۲)

وقدر الدرھم من نجس غلیظ کبول ودم وخمر وخرء دجاجۃ ...... وما دون ربع ثوب مما خف کبول فرس...... عفو...... یعنی نمازی کے کپڑے میں اگر درہم کے برابر نجاست غلیظہ مثلاً پیشاب، خون، شراب اور مرغی کی بیٹ لگ جائے اور نجاست خفیفہ مثلاً گھوڑے کا پیشاب چوتھائی

کپڑے تک معاف ہے ۔(شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۱۳۹) پھر آگے جا کر درہم کا تخمینہ ہتھیلی کی چوڑائی بتایا ہے۔

(۳) لا وطی بھیمۃ بلا انزال ۔ جانور سے وطی کرے تو بلا انزال غسل فرض نہیں۔ (شرح وقایہ صفحہ ۸۲) وغیرہ وغیرہ کہاں تک لکھوں۔

کیا یہ مسائل سنت ہیں ؟ کیا یہ مسائل امام ابو حنیفہ کے ہیں ؟ ہرگز نہیں۔ ان جیسے مسائل کو اسلام سمجھنا یا سنت سمجھنا امام صاحب کی اور اسلام کی توہین کرنا ہے۔ شاہ صاحب کا مطلب صرف اتنا ہے کہ اماموں کا طریقہ سنت تھا نہ یہ کہ مقلدین کا گھڑا ہوا مذہب سنت ہے۔ اب سنیئے شاہ صاحب تقلید کے متعلق کیا فرماتے ہیں :۔

۱۔ وخود را مقلد محض بودن ہرگز راست نمی آید و کارے نمی کشاید۔ یعنی مقلد محض ہونا ہرگز راست نہیں آتا اور نہ اس سے کار برآری ہوتی ہے۔ (مطرق الحدید صفحہ ۴۴، ازالۃ الخفا صفحہ ۲۵۷)

۲۔ اگر نمونہ یہود خواہی ببین علماء سوء کہ طالب دنیا باشند و خو گرفتہ تقلید سلف و معرض از کتاب و سنت ..... تماشا کن کأنہم ھم۔ یعنی اگر یہود کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو علماء سوء کو دیکھو جو دنیا کے طالب ہیں اور جو سلف کی تقلید کے عادی ہو گئے ہیں اور کتاب و سنت سے اعراض کرتے ہیں ..... تماشہ کرو۔ گویا یہ وہی ہیں۔ (الفوز الکبیر)

۳۔ ولم یأت قرن بعد ذلك إلا وهو أكثر فتنة وأوفر تقليدًا ۔ اس کے بعد جو زمانہ آتا گیا، فتنہ زیادہ ہوتا گیا اور تقلید میں زیادتی ہوتی گئی ۔ (انصاف ۔ مطرق الحدید صفحہ ۲۰)

۴۔ ودر فروع پیروی علماء محدثین کہ جامع باشند میان فقہ و

حدیث کردن و دائماً تفریعات فقیہہ را بر کتاب وسنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند دادن امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغناء حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہا کہ تقلید عالمے را دستاویز ساختہ تتبع سنت را ترک کردہ نہ شنیدن و بدیشان التفات نکردن و قربت خدا جستن بدوری ایشاں ۔یعنی فروعی مسائل میں محدثین، جو حدیث و فقہ میں جامع ہیں، کی پیروی کرو اور ہمیشہ فقہی تفریعات کو کتاب وسنت پر پیش کرو۔ جو موافق ہو اسے قبول کرلو۔ ورنہ کہنے والے پر رد کردو۔ امت کو کبھی بھی اس بات سے استغنا حاصل نہیں کردہ مجتہدات کو کتاب وسنت پر پیش کریں اور ان خشک فقہا کی بات کو جنہوں نے ایک عالم کی تقلید کو دستاویز بنا رکھا ہے اور اتباع سنت کو ترک کر رکھا ہے، نہ سنو، نہ ان کی طرف التفات کرو، بلکہ ان کی دوری سے اللہ کا قرب تلاش کرو۔ (وصیت نامہ شاہ ولی اللہ صاحب، صفحہ ۲-۳)

بزرگوں کی لغزش

یہاں تک میں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ شاہ صاحب کا اماموں کے متعلق کیا خیال ہے اور مقلدین کے متعلق کیا۔ اماموں کو وہ حق پر سمجھتے ہیں لیکن مقلدین کو نہیں۔ اس جواب کے بعد میں ایک اور جواب محولہ بالا عنوان کے تحت بھی دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ دیکھئے حق حق ہے اور جب آپ علیٰ وجہ البصیرت حق کو پہچان لیں۔ حق آپ کو مل جائے اور آپ اس پر جم جائیں تو پھر اس حق کے خلاف کوئی کچھ کہے، آپ ہرگز اس طرف دھیان نہ

دیں. ایسا کون سا بزرگ ہے جس سے غلطی یا لغزش نہیں ہوئی۔ اگر کسی بزرگ کی لغزش سے ہم بھی لغزش میں مبتلا ہو جائیں تو یہ شیطانی وسوسہ ہوگا۔ یہ بھی تقلید ہی ہوگی۔ لہذا اگر شاہ ولی اللہ صاحب نے بالفرض محال ایسی بات کہی ہے تو بس آپ کا فرض اتنا ہے کہ آپ یہ کہیں اللہ انہیں معاف فرمائے۔ ہم ان کی یہ بات تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ حق سے ٹکراتی ہے اور ہم حق کو کسی حالت میں نہیں چھوڑ سکتے۔

پھر شاہ ولی اللہ صاحب کے متعلق یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حنفی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آہستہ آہستہ تقلید سے بیزار ہوئے۔ غالباً ابتدائی دور میں تقلید کے خلاف شدت اختیار نہیں کی ہوگی۔ بعد میں جیسا کہ وصیت نامہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے، بہت شدت اختیار کر لی۔

سوال ۴۔ تھانوی کی لکھی ہوئی کتابیں کیا سب کی سب بے کار ہیں۔ کیونکہ وہ تقلید کے حامی تھے؟

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی کتابوں کی حیثیت

جواب:۔ یوں تو ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی اچھی بات مل ہی جاتی ہے۔ تھانوی صاحب کی کتاب میں کوئی ٹھوس بات مشکل ہی سے ملتی ہے۔ ضعیف اور موضوع حدیثیں بھی نقل کر جاتے ہیں۔ فقہ کے غلط اور حیا سوز مسائل بڑی بے باکی سے نقل کرتے ہیں اور وہ بھی جوان لڑکیوں کے مطالعہ کے لئے۔ حنفی مذہب کی تردید کے لئے ان کی کتابیں مفید ہوں گی۔ اس لئے کہ غلط اور حیا سوز مسائل کو اردو کا جامہ پہنانے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ویسے تو ہدایہ، شرح وقایہ، درمختار کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ لیکن وہ ایک عرصہ سے نایاب ہیں اور پھر ان کی قیمتیں بھی زائد ہیں۔

سوال: کیا امام غزالی کی لکھی ہوئی کتب بھی قابلِ مطالعہ ہیں۔

تصنیفاتِ غزالیؒ

جواب :۔ امام غزالی کی تصانیف بہت عمدہ ہیں۔ بڑی دلکش ہیں۔ دل کو مزکی اور مصفا کرنے والی ہیں۔ ہاں ان کی بعض کتابوں میں مثلاً احیاء العلوم میں ایک نقص بھی ہے کہ ضعیف بلکہ موضوع حدیثیں بھی نقل کر جاتے ہیں۔ علمائے وقت نے ان کی زندگی ہی میں ان پر بڑی سخت تنقید کی اور ان کو صحیح بخاری پڑھنے کا مشورہ دیا۔ الغرض بعد میں وہ صحیح بخاری کی طرف متوجہ ہوئے۔ حتیٰ کہ انتقال کے وقت صحیح بخاری ان کے سینے پر تھی یا احیاء العلوم کو اس کی تخریج کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ نقص دور ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تخریج میں ہر حدیث پر بحث کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اوائل اسلام کی نماز یاد رہی

عبداللہ بن مسعودؓ کی عدم رفع یدین کی حدیث کے متعلق ایک بات یاد آئی۔ وہ یہ کہ ان کی نماز میں منسوخ شدہ یا اوائل اسلام کی بعض باتیں بھی شامل ہوگئی ہیں۔ معلوم نہیں انہیں ناسخ کا علم ہوا یا نہیں اور اگر ہوا تو بڑھاپے میں یا اس سے پہلے ہی بعض باتوں کو بھول گئے۔ امام بیہقی لکھتے ہیں :۔

ففی حدیث ابن ادریس دلالۃ علیٰ ان ذلک کان فی صدر الاسلام کما کان التطبیق فی صدر الاسلام ثم سنت بعدہٗ السنن وشرعت بعدہٗ الشرائع حفظہا من حفظہا وادا ھا فوجب المصیر الیہا (بیہقی)

ابن ادریس کی حدیث میں اس بات کی دلالت ہے کہ عدم رفع شروع میں سنت تھا جس طرح شروع اسلام میں تطبیق تھی۔ پھر سنتیں اور

شرائع بعد میں ثبتے چلے گئے ہیں جس نے ان کو یاد رکھا اس نے درحقیقت نماز کو یاد رکھا اور اس کو پھیلایا۔ بس اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

قد یکون ذٰلکَ فی الابتداء قبل أن یشرع رفع الیدین فی الرکوع ثم صار التطبیق منسوخاً و صار الأمر فی السنة الی رفع الیدین عند الرکوع و رفع الرأس منه۔ یعنی تطبیق شروع اسلام میں مشروع تھی اور اس وقت تک رفع الیدین مشروع نہیں ہوا تھا۔ پھر تطبیق منسوخ ہوگئی اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا حکم دیا گیا۔ (معرفت السنن)

سب خورد و کلاں کو سلام کہہ دیجئے گا۔ فقط

خادم مسعود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب نواب

محترم جناب مسعود صاحب

السلام علیکم ـــــ آپ کا خط ملا۔ پڑھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ میرا ارادہ تھا کہ آپ کے دوسرے خط کے وصول ہونے کے بعد پھر آپ کو خط لکھوں گا۔ لیکن رات ایک ایسا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ ایک شخص مع چند لوگوں کے عشاء کی نماز کے بعد میرے پاس مسجد میں آیا اور گفتگو شروع ہوئی۔ اس نے نہایت بد اخلاقی سے گفتگو شروع کی، جس کا مجھے اب تک رنج ہے۔ اس نے کہا کہ ہماری حنفی فقہ کا ہر ہر مسئلہ قرآن وحدیث کے موافق ہے۔ تو اعتراض کر، میں تیرے ہر مسئلہ کا جواب قرآن وحدیث سے دوں گا۔ میں نے کہا تو تو مقلد ہے۔ تجھ کو قرآن وحدیث سے کیا واسطہ اور تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ حنفی فقہ کا ہر مسئلہ قرآن وحدیث کے موافق ہے۔ کیا تو نے تحقیق کیا ہے۔ کیوں کہ مقلد کا کام تو اندھے کی طرح اپنے امام کے پیچھے چلنا ہے۔ اگر تو نے تحقیق کر لی ہے کہ سارے مسئلے قرآن وحدیث کے موافق ہیں تو پھر تو محقق ہوا۔ اس نے کہا کہ میں نے چھ سال حدیث پڑھی ہے۔ استادوں سے حدیث سیکھی ہے۔ میں نے کہا کہ یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ اگر تو حق پر ہے تو پھر دیر کس بات کی ہے جھٹ سے کوئی آیت یا حدیث دلیل میں پڑھ دے جس سے حاضرین کو پتہ چل جائے کہ حقیقت کیا ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارا مذہب تو پورا دلیل سے بھرا ہوا ہے مگر قرآن وحدیث کو تو کیا سمجھے گا میں تو عربی عبارت پڑھوں گا اور تو اردو داں ہے۔ تو کس طرح یہ بات تیری سمجھ میں آسکتی ہے۔ میں نے کہا کہ میں انشاء اللہ عربی سمجھ لوں گا لیکن جلدی سے وہ دلیل پڑھ دے۔ جس میں چاروں اماموں کی تقلید فرض کی گئی ہے یا واجب۔ حق کسی بات سے نہیں ڈرتا۔ اگر تو حق پر ہے

تو دلیل دے دے۔ مجھے ادھر ادھر کے جلانے کی کوشش نہ کر۔ کہنے لگا کہ جاہل ہیں تو تیری اصلاح کرنے کے لئے آیا ہوں کہ تجھے راہ راست دکھلاؤں اور میں عالم ہوں۔ تجھ کو میری بات ماننا پڑے گی۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ اپنے سے زائد علم والے کی بات مانی جائے اور عالموں سے پوچھنے کے لئے حکم بھی قرآن میں موجود ہے۔ کہنے لگا۔ دیکھو جب حضرت معاذؓ مہم پر جا رہے تھے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے معاذؓ، تو وہاں کس طرح عمل کرے گا۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ۔ میں قرآن میں حکم دیکھوں گا۔ فرمایا، اگر وہاں نہ ملے تو۔ عرض کیا۔ پھر میں آپ کی حدیث دیکھوں گا۔ فرمایا وہاں بھی حکم نہ ملے تو عرض کیا کہ پھر میں صحابہ یا نیک لوگوں سے مشورہ کروں گا۔ فرمایا وہاں بھی حکم نہ ملے تو عرض کیا کہ پھر میں اپنے قیاس سے کام لوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ مرحبا۔ میری امت میں ایسے لوگ موجود ہیں وغیرہ۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ مجتہد کی رائے پر عمل کرنا ضروری ہے۔ جس سے تقلید ثابت ہے۔ میں نے کہا کہ حضرات آپ کو تو ا ہے۔ ذرا سوچ بتانا کیا اس حدیث میں حضورؐ نے چار اماموں کے نام لئے ہیں۔ کیا اس حدیث میں کسی بھی امام یا فقہ کا نام ہے۔ پھر کس طرح یہ جاہل تقلید کا ثبوت اس حدیث سے دے رہا ہے۔ کہنے لگا کہ تو کیا محدث ہے جو حدیث کا مطلب نکال رہا ہے اور پندرہ دن حدیث پڑھ کر امام اعظمؒ کی برابری کا دعویٰ کر رہا ہے۔ میں نے کہا یہ تو مجھ پر بہتان ہے۔ میں نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ میں امام صاحب کی برابری کا دعوی کر رہا ہوں میں تو ان کو اپنا امام سمجھتا ہوں اور باقی تینوں امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ ان کو بھی امام سمجھتا ہوں اور ان جیسا جو کوئی بندہ ہے، متقی پرہیزگار ہے۔ وہ بھی میرے نزدیک نیک ہے۔ ہر نیک آدمی کی عزت کرتا ہوں اور احترام کرتا ہوں لیکن تیری طرح سب نیک آدمیوں کا انکار کر کے ایک کے پیچھے نہیں پڑ جاتا ہوں۔ میں امام صاحب

لہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کا متن بھی محل نظر ہے۔

کا مقلد ہوں۔ ان کے قول پر عمل کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا جو قول قرآن و حدیث کے خلاف ہو اس کو رد کر دینا۔ صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔ پس جو بات صحیح حدیث میں مجھے مل جاتی ہے۔ میں امام صاحب کے قول کو اس کے مخالف دیکھ کر چھوڑ دیتا ہوں۔ پھر اس میں جھگڑے کی کیا بات ہے۔ تجھ کو کس نے دعوت دی تھی۔ کیا تجھ کو میں نے مناظرہ کی دعوت دی تھی۔ پھر تو کیوں یہاں مناظرہ کی غرض سے آیا۔ اب آ گیا ہے تو سُن لے۔ جو چیز قرآن و حدیث کے خلاف ہو گی۔ وہ مسئلہ جو فقہ میں قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ وہ ہرگز مجھے منظور نہیں ہے۔ ایسی من گھڑت باتوں سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ کہنے لگا۔ سارا فقہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ کوئی مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف ہمارے فقہ میں نہیں ہے اور فقہ سے انکار کرنا کفر ہے۔ تو کوئی مسئلہ بتا میں اس کی دلیل قرآن و حدیث سے دوں گا۔ میں نے کہا کہ ایک دلیل تو تو اب تک نہیں دے سکا اور دلیل کیا دے گا۔ کہنے لگا کہ حضورؐ نے خود امام اعظمؒ کی تعریف فرمائی ہے۔ حضورؐ نے پیش گوئی فرمائی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ میری امت کا چراغ ہیں۔[1] اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو گا۔ میں نے کہا کہ یہ حدیث جو تو بیان کر رہا ہے۔ اول تو یہ دیکھنا پڑے گا کہ یہ حدیث بھی ہے یا نہیں اور اس پر علماء کرام نے کیا لکھا ہے۔ لیکن خیر یہ حدیث جو تو نے بیان کی ہے۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ قیامت تک کے لئے امام ابو حنیفہ کی تقلید فرض یا واجب ہے۔ اس میں کہاں لکھا ہے کہ قرآن و حدیث کو چھوڑ دو اور صرف فقہ حنفی کی فرمانبرداری کرو۔ اے لوگو! ذرا سچ سچ بتانا، کیا اس میں تقلید کا لفظ یا ذکر ہے۔ حضورؐ کا حکم تو یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت کا اتباع کرو۔ سنت کیا ہے؟ حضورؐ کا طریقہ ہے۔ کیا امام ابو حنیفہؒ صحابی تھے جو تو ان کی تقلید کو فرض اور واجب[2] کہہ رہا ہے۔ کہنے لگا کہ امت کا اجماع ان چار دل

---

[1] یہ حدیث موضوع یعنی گھڑی ہوئی ہے۔ [2] صحابی کی تقلید بھی فرض یا واجب نہیں ہے۔

مذہبوں پر ہو گیا ہے۔ ان کی تقلید کے سوا چارہ نہیں۔ میں نے کہا کہ کس نے اجتہاد کا دروازہ بند کیا اور اجماع امت کس کو کہتے ہیں۔ اجماع امت کن لوگوں کا مانا جائے گا۔ کیا مقلدین کا اجماع امت کے لئے حجت ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ چاروں اماموں کی تقلید فرض و واجب ہے تو پھر تو نے تین اماموں کی تقلید کو کیوں چھوڑ دیا ہے۔ ان کو برحق کہتا ہے ان کو صحیح راستہ پر مانتا ہے تو پھر ان کے راستہ پر کیوں نہیں چلتا۔ کیوں ان کے راستہ سے کتراتا ہے۔ اگر میں فجر کی نماز شافعی مسلک اور ظہر کی نماز مالکی مسلک اور عصر کی حنفی مسلک کی طرح ادا کروں تو یہ جائز ہے یا ناجائز۔ کہنے لگا۔ بالکل ناجائز ہے۔ مجھ کو تسلیم سب کو کرنا ہے لیکن عمل صرف حنفی مسلک پر جائز ہے۔ یہ مسئلہ اصول فی الاعتقاد اور اصول فی العمل سے متعلق ہے۔ تو جاہل کیا سمجھے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نماز سے انکار کرتا ہے کہ نماز جائز نہیں ہے یا نماز بے کار ہے۔ تو یہ آدمی غلطی پر ہے اور کافر ہے۔ لیکن دوسرا آدمی نماز سے انکار نہیں کرتا لیکن نماز نہیں پڑھتا یعنی نماز کو تسلیم کرتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا تو وہ حق پر ہے اور مسلمان ہے۔ اسی طرح شافعی وغیرہ نبوت اور رسالت میں حق پر ہیں لیکن عمل میں مختلف ہیں۔ اور شافعی کی نماز میں اور ہماری نماز میں کیا فرق ہے میں نے کہا کہ تجھ کو ابھی یہ بھی پتہ نہیں کہ ان کی نماز کا طریقہ کیا ہے تو پھر تو کس طرح میرے پاس مناظرہ کرنے آگیا۔ دیکھ میں تجھ کو بتلاتا ہوں کہ وہ نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔ کہنے لگا رفع الیدین منسوخ ہو گیا ہے۔ یہ فعل وہ ہے جس کو حضورؐ نے کبھی کیا اور کبھی نہیں کیا۔ میں نے کہا کہ یہ فعل کس نے منسوخ کیا۔ وہ کون سی روایت ہے اور حدیث ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ منسوخ ہو گیا ہے اور منسوخ شدہ فعل کو شافعی رہ نے کیسے قبول کر لیا۔ اور تیرے نزدیک جب یہ فعل منسوخ ہے تو پھر تو اس کے کرنے والوں کو حق پر کیوں کہتا ہے۔ حلال کہنے والے کو بھی حق پر کہتا ہے اور حرام کہنے والے کو بھی حق پر کہتا ہے۔ یہ کیا اندھیر ہے۔ کہنے لگا۔ ان کا یہ فعل مکروہ ہے۔

ہم اصول فی العمل سے بحث نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم عمل کو جزوِ ایمان نہیں سمجھتے۔ میں نے کہا۔ تو اعمال کو جزوِ ایمان نہیں سمجھتا۔ لیکن تقلید کو جس کی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں ہے۔ جزوِ ایمان سمجھ کر فرض اور واجب قرار دیتا ہے اور تیرے پاس رفع یدین منسوخ ہونے کی کیا دلیل ہے۔ ذرا جلدی سے وہ آیت یا حدیث پڑھ دے۔ مگر پہلی ہی دلیل تو ابھی تک نہیں پڑھ سکا تو دوسری دلیل کیا پڑھے گا۔ اگر تیرے سارے بڑے جمع ہو جائیں۔ تو بھی کوئی دلیل نہیں لا سکتے۔ کہنے لگا۔ حدیث میں پچاسوں دلیلیں منسوخ کے بارے میں موجود ہیں لیکن اس وقت مجھے کوئی حدیث یاد نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ جب تجھ کو خود ہی کوئی چیز یاد نہیں تو دوسروں کی اصلاح کیسے کرے گا؟ کہنے لگا کہ دو دن کی مہلت دے کہ میں ترمذی شریف وغیرہ دیکھ کر تجھ کو حدیث بتلاؤں گا۔ میں نے کہا۔ دو دن نہیں تجھ کو دو مہینے کی مہلت ہے خوب دل کھول کر تلاش کر لیکن صحیح حدیث جس پر کوئی جرح نہ کی گئی ہو وہ مجھ کو دکھلانا۔ کہنے لگا تو تو مادر زاد ننگا ہے۔ تجھ کو حدیث بتا کر کیا فائدہ تیری سمجھ میں کیسے آئے گا۔ اس کے بعد وہ مجھے گالیاں دینے لگا۔ میں نے کہا کہ خیر تو جتنی چاہے بد اخلاقی کر لیکن میں ہرگز تیری طرح بد اخلاق نہیں بنوں گا۔ کہنے لگا تو شافعی شافعی کرتا ہے۔ تجھ کو معلوم ہے وہ کون تھے۔ وہ ہمارے امام اعظمؒ کے شاگرد امام محمدؒ کے شاگرد تھے۔ میں نے کہا کہ اس کے باوجود انہوں نے فقہ حنفی قبول نہیں کی۔ بلکہ اپنی علیحدہ فقہ اور علیحدہ مذہب بنا لیا۔ تو ان باتوں کو چھوڑ اور سیدھی طرح سے دلیل دکھلا دے۔ اگر حق تیرے پاس ہے تو انشاء اللہ میں قبول کر لوں گا۔ نہیں تو تُو تسلیم کر لے۔ کہنے لگا کہ تیرا کیا بھروسہ۔ کل تک ہم تجھ کو موحد سمجھ رہے تھے۔ اپنی جماعت کا آدمی سمجھ رہے تھے لیکن تُو تو غیر مقلد نکلا۔ کل تُو منکرِ حدیث بن جائے تو کیا بھروسہ۔ ہمارے باپ دادا اس فقہ پر عمل کرتے آئے ہیں۔ اس فقہ سے انکار کرنا کفر ہے۔ اس پر اُس میرے ساتھی نے کہا کہ باپ دادا تو کفر بھی کرتے ہیں تو کفر پر کیسے ضد کی جائے گی۔ میں نے کہا۔ کیا تو غیر مقلد کو مسلمان

نہیں سمجھتا۔ کہنے لگا مسلمان سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا کہ کیا صحابہ کرامؓ وغیرہ اماموں سے قبل کے اصحاب تقلید کرتے تھے۔ کہنے لگا۔ وہ تو صحابہ تھے۔ ان کی اتباع کا ہم کو حکم دیا گیا ہے وہ تقلید سے بری ہیں۔ کیونکہ وہ صحابہ تھے۔ میں نے کہا کہ پھر جب صحابہؓ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے تو تو اس کی نافرمانی کر کے کیوں ہم کو مجبور کرتا ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ کی تقلید کریں۔ کیا امام ابوحنیفہ صحابی تھے؟ کہنے لگا۔ وہ عربی داں تھے۔ اہلِ زبان تھے۔ قرآن و حدیث کو وہی سمجھ سکتے تھے۔ کیونکہ یہ کتاب الحکمۃ ہے۔ اس میں زیر زبر وغیرہ کا فرق ہے۔ اس لئے ہم پر ان کی تقلید فرض ہے۔ میں نے کہا کہ کیا امتِ محمدیؐ میں سوائے ابوحنیفہؒ کے اور کسی نے قرآن نہیں سمجھا۔ تو کس دلیل کی بنا پر کہتا ہے کہ وہ اہلِ زبان تھے۔ تجھ کو ابھی تک یہ پتہ نہیں کہ وہ کہاں کے رہنے والے تھے اور اہلِ زبان کس کو کہتے ہیں۔ تو جا کر پہلے اپنی فقہ کو ایک طرف رکھ دے۔ پھر دینِ اسلام کا از سرِ نو مطالعہ کر۔ قرآن و حدیث کا علم سیکھ کر میرے پاس آنا۔ کہنے لگا کہ تیرے سارے عالموں کو میرے پاس لے آ۔ میں ان سب جاہلوں کو کافی ہوں۔ میں فقہ کے ہر ہر مسئلے اور ہر ایک قول کے لئے قرآن کی آیت اور حدیث پڑھوں گا۔ میں نے کہا کہ تو مجھے اب تک ایک دلیل نہ دے سکا۔ تو اب تک یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ چار امام برحق ہیں تو پھر ایک کے گلے کا ہار ہو جانا کس کے حکم سے ہے، کس دلیل کی بنا پر فرض اور واجب ہوا۔ تو بھلا تو میرے علماء کرام سے کیا بحث کر سکتا ہے؟ کہنے لگا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح چار کتابیں برحق ہیں لیکن عمل صرف قرآن پر ہے۔ اسی طرح چار امام برحق ہیں لیکن عمل صرف ابوحنیفہؒ پر ہے۔ اس کے ہمراہیوں نے اس دلیل پر واہ واہ کیا۔ میں نے کہا کہ قرآن آنے کے بعد پہلی کتابیں یعنی ان کی شریعت منسوخ ہو چکی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰؑ بھی میرے زمانے میں ہوتے تو میری اتباع کئے بغیر ان کو چارہ نہ تھا۔ لیکن وہ شریعتیں حکمِ الٰہی سے منسوخ ہوئی ہیں اور قرآن اور شریعتِ محمدیؐ اللہ کے حکم سے شروع ہوئی۔ اب تو یہ بتلا کہ تین امام کی تقلید کس کے حکم سے منسوخ ہوئی۔ اور امام ابوحنیفہ کی تقلید کس

کے حکم سے شروع ہوئی ۔اور کیا ان چاروں اماموں کی تقلید کے لئے کوئی وحی آئی تھی ؟
اگر آئی تھی تو کون سے اللہ نے کس نبی پر نازل فرمائی اور کون وحی لے کر آیا اور تو تو کہتا ہے
کہ چاروں برحق ہیں عمل ایک پر ہے اور مثال کتابوں کی دیتا ہے ۔قرآن کتاب مقدس پہلی
کتابوں کے بعد نازل ہوئی ۔اگر خواہ مخواہ اماموں کو بھی اسی طرح فرض کر لیا جائے تو
امام احمدؒ آخری امام ہیں تو اب امام احمدؒ کی تقلید ہونی چاہیئے نہ کہ امام ابوحنیفہؒ کی ۔ کہنے
لگا کہ کون کہتا ہے کہ پہلے کی شریعتیں ختم ہوگئی ہیں ۔وہ ختم نہیں ہوئی ہیں بلکہ وہ سب قرآن
میں آگئی ہیں ۔میں نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر امام احمدؒ کی فقہ میں سب کی فقہ آجانی چاہیئے ۔
پھر وہ بگڑ گیا اور گالیاں دینے لگا ۔پھر ایک دوسرے آدمی سے مخاطب ہوا ۔کہنے لگا کہ
اندھے کے آگے کتاب پیش کرنا فضول ہے ۔پھر ایک مثال تھانوی کی بیان کردہ سنانے
لگا کہ ایک دفعہ چند اندھے ہاتھی دیکھنے گئے ۔کسی نے دم پر ہاتھ پھیرا سمجھا یہی ہاتھی ہے
کسی نے کان پر ہاتھ پھیرا سمجھا کہ یہی ہاتھی ہے ۔کسی نے سونڈ پر ہاتھ پھیرا سمجھا یہی ہاتھی
ہے ۔چونکہ اندھے تھے اس لیے دیکھ نہیں سکتے تھے ۔اگر آنکھیں ہوتیں تو معلوم ہوجاتا کہ سب
کے جوڑ کو ہاتھی کہتے ہیں اور سب اعضا کے ملانے سے ہاتھی بنتا ہے ۔میں نے کہا کہ بس تو
اپنے اس قول پر قائم رہ ۔چاروں اماموں کی تابعداری کر تو پورا اسلام حاصل ہوگا ۔مگر تو تو
اندھا ہے ۔آنکھیں ہوتیں تو دیکھ سکتا ۔پھر کہنے لگا کہ میں عالم ہوں ۔تجھ کو چاہیئے کہ مجھ سے
پوچھ کے اپنا دین درست کرے ۔میں نے کہا کہ تو تو عجیب بے وقوف ہے ۔میری کسی بات
کا جواب تو دیتا نہیں اور اپنے کو عالم کہہ رہا ہے ۔غرض اسی بحث میں رات کے تقریباً ۲ بج
گئے ۔مسجد میں ایک شور ہنگامہ مچا دیا ۔پھر میں گھر آگیا اور وہ بھی رات ہی کو اپنے گاؤں
واپس چلا گیا ۔مجھے رات بھر نیند نہیں آئی ۔میں نے سوچا کہ میرا وہ نیا ساتھی شاید اب نہیں
آئے گا ۔مگر اللہ جل شانہٗ نے اس کا ایمان اور مضبوط فرمایا اور وہ دوسرے دن آیا اور کہنے
لگا کہ رات کی بحث سے مجھے بفضلہٖ تعالیٰ یہ یقین ہوگیا کہ اُس کے پاس سوائے بکواس کے

کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے۔ یہ سب کچھ اس کا ہی فضل وکرم ہے۔ آج ایک تیسرا آدمی بھی ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ سب مؤمنین کو صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔ اب آخر میں دو باتوں کا جواب چاہتا ہوں۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم (نماز کے بیان) میں لکھا ہے کہ نماز کے چاروں طریقے سنت ہیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ حنفیوں کی نماز مطابق سنت ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہر ایک کے پاس قوی دلیل ہے۔

۲۔ انہوں نے جلد دوم میں تقلید کے بیان میں یہ لکھا ہے کہ ان چاروں اماموں کی تقلید اور ان مذاہب پر اجماع امت ہو چکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس بات پر اجماع امت ہو چکا ہے وہ بات ہم کو ضرور ماننی ہے۔ کیونکہ اجماع امت جس بات پر ہو جائے اس کو ماننے پر حدیث میں تاکید ہے۔ براہِ کرم ان سوالات کا جواب ضرور دیں کہ میرے دل سے یہ کھٹکا بھی دور ہو جائے۔

رات میں نے ایک کتاب پڑھی جس کا نام "خطبات التوحید" ہے۔ حمید اللہ میرٹھی کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کے آخر میں دین ودنیا کی نصیحتوں کے بارے میں خطبۂ ثانی میں صفحہ ۱۳۱/۱۳۲ پر لکھا ہے کہ حنفی مالکی شافعی اہل حدیث وغیرہ سب ایک دوسرے کے پیچھے

نوٹ ۱؎ میں خط لکھ کر مکمل کر چکا تھا اور اب سپرد ڈاک کرنے ہی والا تھا کہ آپ کا کرم نامہ ملا۔ پڑھ کر بہت مسرت ہوئی۔ میرے دو سوالوں میں سے ایک کا جواب (طریقۂ سنت) کے متعلق مل گیا اور ماشاء اللہ تسلی واطمینان ہو گیا۔ اب اجماع امت والے سوال کا جواب بھی دیجئے تاکہ اطمینان حاصل ہو۔ ۲؎ مشکوٰۃ باب الطہارۃ میں حدیثیں ہیں کہ چمڑے کی دباغت کے بعد وہ پاک ہو جاتا ہے اور اس کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔ پھر کتے کی کھال دباغت کے بعد پاک ہو جانی چاہیئے۔ اس پر بھی روشنی ڈالیئے۔

نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس کی دلیل میں انہوں نے ایک حدیث بھی نقل کی ہے اور حوالہ صحیح بخاری مطبوعہ نظامی صفحہ ۹۶ کا دیا ہے اور ابوداؤد صفحہ ۱۶۶ جلد اول کا بھی حوالہ دیا ہے جن کی رو سے ہر ایک کے پیچھے نماز پڑھنا جائز تبلایا ہے۔ براہ کرم اس پر بھی روشنی ڈالیے۔ یہ بہت ضروری ہے۔ باقی خیریت۔ پرسانِ حال کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ فقط

خادم

نواب محی الدین

۲۴ اپریل ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت جناب نواب صاحب   چک لالہ ۵ مئی ۱۹۶۲ء

السلام علیکم۔ (امابعد) آپ کا خط ملا۔ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مناظرہ کی روئداد معلوم ہوئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو کامیاب کیا اور اپنے دین کی خدمت کی توفیق عنایت فرمائی۔ آمین

۱۔ "ابوحنیفہ میری امت کا چراغ ہے"۔ یہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ موضوع ہے۔ اس حدیث کا دوسرا ٹکڑا یہ ہے۔ "میری امت میں ایک شخص ہوگا۔ جس کا نام محمد بن ادریس ہوگا۔ وہ شیطان سے زیادہ ضرر رساں ہوگا۔ (تذکرۃ الموضوعات ابن طاہر حنفی فتنی اور موضوعات کبیر ملا علی قاری) محمد بن ادریس' امام شافعی کا نام ہے۔

۲۔ "میرے صحابہ تاروں کے مانند ہیں۔ جس کی پیروی کروگے، ہدایت پاؤگے۔" یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ (فتح الباری وغیرہ)

۳۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں مباحثہ کے وقت انداز گفتگو کی تعلیم دی گئی ہے۔ ان آیات مبارکات کی روشنی میں عرض ہے کہ آپ مخالف کی تلخ کلامی کا جواب تلخ کلامی سے نہ دیجئے گا بلکہ خوش اخلاقی سے ہی جواب دیجئے گا۔

اب آپ کے سوالات کا جواب لکھتا ہوں:۔

کیا شاہ ولی اللہ صاحب تقلید کے حامی تھے

سوال ۱۔ شاہ صاحب نے جلد دوم میں تقلید کے بیان میں یہ لکھا ہے کہ ان چاروں اماموں کی تقلید اور ان مذاہب پر اجماع ہوچکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس

بات پر اجماع امت ہو چکا ہے وہ بات ہم کو ضرور ماننی چاہیئے۔

جواب :۔ میرے پاس حجۃ اللہ البالغہ نہیں ہے۔ میں نے ایک صاحب سے لیکر جلد دوم کا مطالعہ کیا ہے۔ مجھے یہ عبارت اس میں نہیں ملی۔ براہِ کرم ان کی اصل عبارت مع سیاق وسباق نقل فرما دیجیے، تاکہ میں سمجھ سکوں کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں :۔

۱۔ اس کا ایک جواب تو میں "بزرگوں کی لغزش" کے عنوان سے دے چکا ہوں اگر انہوں نے یہی لکھا ہے تو پھر یہ جواب کافی ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ ایسا وہ کیسے لکھ سکتے ہیں جبکہ :۔

ا۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ تقلید پر مجتمع نہیں ہوئے تھے۔ (غالباً پہلی جلد میں ہوگا) لہٰذا تین سو سال تک تو لوگ تقلید کرتے ہی نہ تھے۔ پھر اجماع کیسے ہوا۔ ؟

ب۔ ان کی پوری کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" مجتہدانہ شاہکار ہے۔ کہیں بھی وہ مقلدانہ طور پر کوئی بات نہیں لکھتے۔ بلکہ یوں سمجھیئے کہ تقریباً پوری کتاب میں حنفی مسائل کے خلاف لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اگر اجماع انہیں تسلیم ہے تو خود اجماع کے خلاف کیوں چلتے ہیں؟ تقلید کیوں نہیں کرتے۔

ج۔ ان کی اکثر عبارتیں جو مختلف کتابوں میں پائی جاتی ہیں "تقلید کی مذمت سے لبریز ہیں۔

د۔ وصیت نامہ میں تقلید کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے ہیں۔

۲۔ دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ اجماعِ امت سے مراد یہ ہے کہ صحابہ سے لیکر قیامت تک سب مسلم اس پر اتفاق کرلیں تو یہ واقع نہیں ہوا۔ لہٰذا ان کا یہ لکھنا کہ اس پر اجماع ہے، کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ ؟

۳۔ اگر چوتھی صدی سے اس پر اجماع ہوا تو یہ بھی صحیح نہیں۔ اس لیئے کہ عامل

بالحدیث ہمیشہ رہے۔ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ہر دور کے متعدد علماء کے نام بتلائے ہیں جو تقلید نہیں کرتے تھے۔ ان کا مختصر حال آپ کو الارشاد الیٰ سبیل الرشاد میں بھی مل جائے گا۔

کیا مقلد کی اقتداء میں نماز ہو سکتی ہے؟

سوال ۲:۔ مولوی حمید اللہ صاحب نے خطبات التوحید میں لکھا ہے کہ حنفی، شافعی، مالکی اور اہلحدیث وغیرہ سب ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

جواب :۔ حدیث میں ہے :۔

فمن أحدث فيها حدثاً أو آوى محدثاً فعليه لعنة الله والملٰئكة والناس أجمعين لا يقبل الله منه يوم القيٰمة صرفاً ولا عدلاً ۔ یعنی جو شخص مدینہ میں بدعت نکالے یا بدعتی کو جگہ دے۔ اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت، اللہ قیامت کے دن اس کے فرض قبول کرے گا نہ نفل۔ (بخاری و مسلم)

تقلید یقیناً بدعت ہے کیونکہ خیر القرون میں اس کا وجود نہیں تھا۔ لہٰذا مقلد کی نماز ہی قبول نہیں ہوتی۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صحیح بخاری کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت عثمانؓ کا قول ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ حضرت عثمانؓ نے امام فتنہ کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ یہاں ایک بات یہ دیکھنی ہے کہ امام فتنہ کا اختلاف کیا تھا۔ کوئی مذہبی اختلاف نہیں تھا۔ اس کو حضرت عثمانؓ کے سیاسی احکام میں اختلاف تھا۔ ایک شخص نے ظہر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہا تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا یہ بدعت ہے اور مع اپنے ساتھی کے چلے گئے۔ وہاں نماز نہیں

پڑھی۔ (ابوداؤد)

ابوداؤد کے حوالے سے جو حدیث نقل کی گئی ہے وہ ضعیف ہے۔ امام احمدؒ نے اس کا انکار کیا۔ امام عقیلیؒ، امام دارقطنیؒ، امام بیہقیؒ، حافظ ابن حجرؒ سب نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ متن ثابت نہیں۔ امام ابواحمد الحاکم نے اس کو منکر کہا ہے۔ (نیل الاوطار جزء ۲ صفحہ ۱۳۸)

فقط:

مسعود

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ

محترم جناب ماسٹر محمد نواب صاحب سلمہٗ ربّہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج شریف ۔ میری طبیعت عرصے سے ناساز ہے۔ علاج کا سلسلہ جاری ہے، اور قدرے افاقہ ہے۔ دعا فرمائیں۔

مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے تقلید امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھوڑ کر عدم تقلید کی راہ اختیار کی ہے اور اس کے سرگرم مبلغ ہیں۔ اگر یہ واقعی حقیقت ہے تو مجھے نہایت افسوس کے ساتھ سخت حیرت بھی ہے کہ قرآن شریف اور حدیث شریف سے ایک ناآشنا آدمی کس طرح اس پرخار وادی میں قدم رکھنے کی جرأت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ کیا آپ کے پیرومرشد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلد تھے۔ خدارا کچھ سوچیے۔ والسلام

نور محمد غفرلہ ولوالدیہ

نوٹ: یہ خط مولوی نور محمد صاحب شیخ الحدیث مدرسہ ہاشمیہ سجاول کا نواب محی الدین کے نام ہے۔ اس کا ذکر نواب صاحب کے اگلے خط میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب نواب

بخدمت شریف جناب محترم مسعود صاحب،

السلام علیکم!

آپ کا روانہ کردہ خط موصول ہوا شکریہ۔ میں دو تین روز کے لئے کراچی گیا تھا۔ میرے ساتھ طیب صاحب بھی تھے۔ وہ مولوی جو مجھ سے مناظرہ (مجادلہ) کر کے دو دن کی مہلت لے کر گیا تھا کہ رفع الیدین کے منسوخ ہونے کی حدیث لا کر دکھاؤں گا۔ آج تک نہیں آیا۔ اپنے شاگردوں سے کہتا ہے کہ حدیثیں تو بہت ہیں لیکن نواب نہیں مانے گا۔ اس نے ایک خط سجاول کے مولوی نور محمد کو لکھا تھا اور فریاد کی تھی کہ نواب، غلام اللہ میں فتنہ پھیلا رہا ہے۔ غیر مقلد ہو گیا ہے۔ بڑا سرگرم مبلغ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مولوی نور محمد نے مجھے خط لکھا، جو میں اس خط کے ساتھ منسلک کر کے آپ کے ملاحظہ کے لئے بھیج رہا ہوں۔ میں نے ان کو لکھا ہے کہ مولوی اشرف صاحب نے آپ کو غلط لکھا کہ میں یہاں فتنے پھیلا رہا ہوں۔ آپ میرے استاد بھی ہیں اور عالم بھی۔ آپ ہی انصاف سے کہیئے کہ کیا قرآن و حدیث کی تبلیغ فتنہ ہے؟ میرا تو خیال ہے کہ قرآن و حدیث کی تبلیغ حق ہے اور اس سے فتنے دُور ہو جاتے ہیں اور حق ظاہر ہو جاتا ہے اور لوگوں کو اپنا بھولا ہوا دینِ اصلی جو حضورؐ نے سکھایا تھا اور جس پر صحابہ کرامؓ کا تابعین کا بلکہ تبع تابعین کا عمل تھا۔ یاد آجاتا ہے۔ پھر میں نے اشرف کے مناظرہ کا حال لکھا اور مولوی نور محمد صاحب کے سوالات کے جوابات دیئے۔ میں نے لکھا کہ آپ قرآن و حدیث کو کانٹوں سے بھری وادی فرما رہے ہیں۔ یہ کیا غضب ہے۔ اللہ تعالےٰ خود اپنے کلام کی نسبت فرماتا ہے کہ یہ بہت آسان اور گمراہوں کو راہ دکھلانے والا اور

جاہلوں کو عالم بنانے والا ہے اور رسول معصومؐ نے فرمایا کہ میں نہایت آسان ترین شریعت لے کر آیا ہوں لیکن آپ ہیں کہ کلام پاک کو پُر خار وادی فرمارہے ہیں۔ اگر میں غلط راستے پر ہوں اور راہ سے بھٹک گیا ہوں تو آپ میرے استاد ہیں آپ مجھے راہِ حق دکھلایئے آپ کو اس کارِ خیر کے لئے اجرِ عظیم ملے گا۔ جب حنفیت حق پر ہے تو پھر دلائل کیوں روپوش ہوگئے ہیں؟ لوگ حنفیت سے نکل رہے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں ان دلائل کو میدان میں آنا چاہیئے۔ میں قرآن و حدیث پر عمل کرتا ہوں اور وہی میرا ایمان ہے اور ہر وقت میں اللہ تعالےٰ جل شانہٗ سے دُعا کرتا ہوں کہ میرا خاتمہ قرآن و حدیث پر ہو۔ اگر آپ اس بات کو فضول سمجھتے ہیں تو پھر اس بات کو فضول ثابت کیجیے۔ کیا آپ کو میرے اسلام قبول کر لینے سے رنج ہوا ہے۔ استادِ محترم، آپ کو تو خوش ہونا چاہیئے۔ عید منانی چاہیئے کہ ایک شخص (نواب) دینِ اسلام میں داخل ہوگیا ہے اور حق کو قبول کر لیا ہے آپ تو بجائے خوشی کے افسوس کر رہے ہیں۔ کیا آپ کو یہ افسوس ہے کہ نواب آپ کی جماعت سے نکل کر صراطِ مستقیم کی طرف چلا گیا اور اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ کیا تمہارے پیر و مرشد غیر مقلد تھے تو یہ آپ نے ایک عجیب بات لکھی۔ کیوں کہ مرشد صاحب کا غیر مقلد نہ ہونا میرے لئے کوئی حجت نہیں اور بیعت ایام جاہلیت کی بیعت تھی جو حق ظاہر ہوتے ہی ختم ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ مرشد صاحب وفات سے قبل اپنے رسالہ خدام الدّین میں اس امر کا اعلان فرما چکے ہیں کہ تقلید نہ جزوِ ایمان ہے نہ فرض نہ واجب، اور تشدد کرنے والے عالموں کو خوب ڈانٹا بھی ہے۔ اس کے کچھ دنوں بعد میرا داماد خود میرے پاس ملنے آیا۔ اس نے کہا کہ مولوی نور محمد صاحب نے خط کو پڑھا اور پڑھنے کے بعد فرمایا کہ نواب ہماری جماعت سے نکل گیا۔ افسوس! خط کا کوئی جواب نہیں دیا۔ فرمایا کہ اب جواب دینا فضول ہے۔ اس خط کو مدرسہ کے سب شاگردوں نے پڑھا۔ پھر میرا داماد جب جانے لگا تو میں نے ایک اور خط مولوی نور محمد

صاحب کو لکھا کہ آپ میرے استاد ہیں۔ مجھے بتایئے کہ حق کدھر ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر حق آپ کے پاس ہوگا تو میں فوراً قبول کر لوں گا۔ میں نے اپنے داماد سے کہا کہ میں تیرے سامنے قسم کھاتا ہوں کہ اگر مولوی نور محمد صاحب کے پاس حق ہے تو میں فوراً قبول کرلوں گا اور بجائے حق کے اگر ان کے پاس بدعت ہے تو میں کبھی قبول نہیں کروں گا۔ تم استاد سے کہو کہ مجھے حق بات سمجھائیں اور دلائل لکھ کر بھیجیں۔ کیونکہ بغیر دلائل کے تو نبیوں کو اور پیغمبروں کو بھی قوموں نے نہیں مانا۔ یعنی ان سے بھی دلائل طلب کئے اور دلائل مل جانے کے بعد جنہوں نے انکار کیا وہ کافر ہو گئے اور برباد ہو گئے۔ میرے داماد نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ وہ میرا خط لے کر گیا اور مولوی نور محمد صاحب کو دیا اور جواب لکھنے کو کہا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ اب جواب لکھنا فضول ہے۔ اس سے خط وکتابت کا سلسلہ بڑھ جائے گا۔ اور میں اپنی تقلید پر بے حد مطمئن ہوں وغیرہ۔ میں نے اپنے داماد سے پوچھا کہ اب بتاؤ حق کدھر ہے اور یہ تقلید شخصی بدعت ہے یا نہیں۔ اس نے کہا کہ بے شک تقلید شخصی بدعت ہے۔

طیب صاحب اور دوسرے ساتھی غلام حسین صاحب آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور آپ سے ملاقات کے متمنی ہیں۔ اب میں چند سوالات لکھتا ہوں ان کے جوابات دلائل کی روشنی میں دیجئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ جلد اول باب چہارم صفحہ ۳۶۰ پر لکھتے ہیں کہ "اس مقام کے مناسب یہ ہے کہ ان مسائل پر لوگوں کو آگاہ کر دیا جائے کہ جن کے صحراؤں میں افہام بہک گئے۔ قدم لغزش کھا گئے اور قلموں نے کج روی کی۔ ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ مذاہب اربعہ جو مدون ہو چکے ہیں اور تحریر ہو چکے ہیں تمام امت یا وہ لوگ جو اس امت میں قابلِ اعتبار ہیں سب زمانہ میں ان کی تقلید کے جائز اور درست ہونے پر متفق ہیں اور اس تقلید میں بہت سی مصلحتیں ہیں جو مخفی نہیں ہیں۔

خاص کر اس زمانہ میں جس میں لوگ نہایت ہی پست ہمت ہو گئے ہیں اور ان کے قلوب خواہش نفسانی سے پُر ہو گئے اور ہر شخص اپنی ہی رائے پر ناز کرنے لگا۔"

شاہ ولی اللہؒ کے وصیت نامہ کا آپ نے پچھلے خط میں ذکر کیا تھا۔ وہ وصیت نامہ کس کتاب میں ملے گا اس کتاب کا نام اور پتہ ضرور لکھیئے۔

خادم

نواب

۲۴ مئی ۱۹۶۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت نواب صاحب ۳۱؍مئی ۶۲ء

السلام علیکم!

(امابعد) آپ کا خط مورخہ ۲۴؍مئی وصول ہوا۔ آپ کی تبلیغی جدو جہد اور کامیابی سے بہت خوشی ہوئی۔ اللّٰھم زدہ فزدہ۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ جلد اول صفحہ ۳۶۰ کی جو عبارت آپ نے نقل فرمائی ہے اس کا مفہوم جو میں سمجھا ہوں، اس کا ضد ہے جو آپ سمجھے ہیں۔ اس سے تو تقلید کی برائی ثابت ہو رہی ہے۔ براہِ کرم اس کے آگے کی عبارت اور نقل کر کے بھیجیں تاکہ میں اپنے مفہوم پر مطمئن ہو کر وضاحت سے آپ کو تحریر کر سکوں اور اسی لئے اس وقت یہ مختصر خط تحریر کر رہا ہوں۔ آپ خود بھی اس کے مفہوم پر غور کیجئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کا وصیت نامہ علیحدہ چھپا ہوا میرے پاس ہے۔ اور غالباً یہ کسی بڑی کتاب کا جزء نہیں ہے۔ مردار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے، لیکن کتے کی نہیں۔ اس لئے کہ کتا درندہ ہے اور درندہ کی کھال استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔ اس کو بچھانا منع ہے (ترمذی) درندہ کی کھال پر بیٹھنا منع ہے۔ (ابوداؤد) پہننا منع ہے (ابوداؤد) اس قافلے کے ساتھ فرشتے نہیں رہتے جس قافلے میں درندہ کی کھال ہو (ابوداؤد) ان احادیث کی روشنی میں درندوں کی جلد کو مستثنیٰ کرنا لازمی ہے۔

فقط

مسعود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب نواب

بخدمت جناب محترم مسعود صاحب!

السلام علیکم!

شدید انتظار کے بعد کل آپ کا کارڈ مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۶۲ء وصول ہوا۔ حجۃ اللہ البالغہ جلد اول کی جو عبارت میں نے نقل کی تھی، اس کے بعد کی تحریر میں تو بیشک تقلید کی برائی کا پہلو نکلتا ہے۔ مگر میں صرف اس حصۂ تحریر کے بارے میں جاننا چاہتا تھا کہ جس میں یہ لکھا ہے کہ یہ مذاہب اربعہ جو مدوّن ہو چکے ہیں یا تحریر میں آچکے ہیں تمام امت یا وہ لوگ جو اس امت میں قابل اعتبار ہیں سب اس زمانہ میں ان کی تقلید کے جائز اور درست ہونے پر متفق ہیں اور اس تقلید میں بہت سی مصلحتیں ہیں جو مخفی نہیں ہیں۔ تو یہ جو لکھا ہے کہ تمام امت نے اتفاق کر لیا ہے۔ اس سے کیا مطلب ہے؟ کیا یہ اجماع امت نہیں ہوا۔ پس اس کے متعلق میں جاننا چاہتا ہوں اسی پر روشنی ڈالیے کہ یہ اجماع امت ہے یا نہیں۔ کیوں کہ شاہ صاحب کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ امت نے تقلید جائز ہونے پر اتفاق کر لیا ہے تو پھر یہ اجماع امت ہو گیا یا نہیں۔ شاید میں نے یہ حدیث پڑھی ہے کہ میری امت کا گمراہی پر اجماع نہیں ہوگا۔ شاید ترمذی کی حدیث ہے۔ ایک مولوی نے مجھے ایک حدیث دکھلائی جو مشکوٰۃ میں موجود ہے ابنِ ماجہ کی حدیث ہے۔ "جماعتِ کثیر کا اتباع کرو۔ پس جو شخص جماعت سے الگ ہوا اس کو تنہا آگ میں ڈالا جائے گا۔" اس نے کہا کہ آپ جماعتِ کثیر چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ اس وقت جماعت کثیر تقلید کرنے والوں کی ہی جماعت ہے اگر آپ اس کو جماعت کثیر نہیں مانتے تو پھر تبلائیے کہ وہ کون سی جماعت ہے

جس کے بارے میں یہ حدیث ہے۔ یہ حدیث سب مسلمانوں کے لئے ہے یا نہیں، جو لوگ قیامت تک پیدا ہوں گے وہ بھی ان حدیثوں پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں کر سکتے تو پھر یہ حدیث بیکار ہے اور اگر کر سکتے ہیں تو پھر ہماری جماعت ہی جماعت کثیر ہے۔ میں نے دیکھا کہ مشکوٰۃ شریف جلد اول میں یہ حدیث موجود ہے۔ میں نے اس مولوی سے کہا کہ یہ حدیث ابن ماجہ کی ہے۔ ابن ماجہ میں اصل حدیث دیکھنی چاہیئے کہ آیا محدثین نے اس پر جرح تو نہیں کی ہے اور اس کا راوی کون ہے۔ یہ سب دیکھنے کے بعد ہی کچھ کہا جا سکتا ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ آپ ابن ماجہ میں حدیث دیکھ کر اپنا اطمینان کر کے جماعت میں لوٹ آیئے۔ اس نے کہا کہ اگر آپ یہ کہیں کہ اس حدیث کے مخاطب صحابہ کرام تھے۔ تو اب تو صحابہ کرام نہیں ہیں اور مسلمانوں کو حکم ہوا ہے کہ جماعت کثیر کا اتباع کرو۔ تو اب ہماری جماعت ہی جماعت کثیر ہے۔ خوب غور کر لیجئے گا۔ مسعود صاحب اس حدیث کے بارے میں ضرور لکھیئے۔ یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع ہے اور اس کا کیا مطلب ہے۔ مجھے آپ کے جواب کا شدید انتظار رہے گا۔ اس مولوی نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہم مسلمان نہیں ہیں؟ ہم کلمہ پڑھتے ہیں۔ قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں۔ حج کرتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ یہی عین ایمان ہے۔ ایمان کے بارے میں جو حدیثیں آئی ہیں ان کو بغور پڑھ کر دیکھ لیجئے۔ یہی ایمان ہے۔ فرائض اور سنت وغیرہ میں ہم سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ فجر کی دو سنت، دو فرض ہم بھی پڑھتے ہیں اور آپ بھی۔ ظہر، عصر کے چار فرض آپ بھی پڑھتے ہیں اور ہم بھی۔ مغرب کے تین فرض آپ بھی پڑھتے ہیں اور ہم بھی اور عشاء کے چار فرض آپ بھی پڑھتے ہیں اور ہم بھی توحید میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیا پھر بھی آپ ہم کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ حضور کی نبوت اور رسالت پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ پھر کس جرم میں آپ ہم کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تقلید کرتے ہوئے بھی ہم ان ساری باتوں کے قائل ہیں!

اور ایمان کامل رکھتے ہیں اور ہم تقلید اسی لئے کرتے ہیں کہ ایمان سلامت رہے۔ کوئی شخص ہمارے ایمان پر ڈاکہ نہ ڈال سکے جس طرح آپ کو جماعت سے توڑ لیا گیا۔ کل کو شیعہ حضرات کی دلیلیں سُن کر آپ شیعہ ہو جائیں گے۔ پرسوں قادیانیوں کی دلیلیں سن کر آپ قادیانی ہو جائیں گے۔ ایسی حالت کے متعلق حضورؐ نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ قیامت سے پہلے قیامت کے قریب ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی رات کو مسلمان ہوگا پھر صبح کو کافر ہو جائے گا اور صبح کو مسلمان ہوگا تو شام کو کافر۔ تمہارا فرقہ تصوف کے خلاف ہے۔ حالانکہ تصوف نام ہے تزکیہ نفس کا اور تزکیہ نفس وہی کر سکتا ہے جو پابند شریعت ہو اور پابند شریعت بڑے بڑے بزرگ گزر چکے ہیں اور موجود ہیں اور ہوں گے۔ دیکھئے احمد علی صاحب لاہوری، مدنی صاحب، بادشاہ پیر معین الدین صاحب چشتی وغیرہ اور یہ سب لوگ مقلد تھے۔ جن کی کرامتوں سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ چاند سے زیادہ روشن کرامتیں سرزد ہوئی ہیں اور ہوں گی۔ لیکن آپ آج سب کو جھٹلا کر جنت کے ٹھیکے دار بن گئے ہیں۔ نہ بزرگوں، اولیاء اللہ کا لحاظ نہ خیال۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے ولی کو تکلیف دے گا میں اس سے جنگ کروں گا اور آپ ہیں کہ کرامتوں کو جھٹلا کر سب کو اسلام سے خارج کر رہے ہیں۔ پھر مزید کہنے لگا کہ جناب یہ قرب قیامت ہے آخری دور ہے۔ لوگ جماعت سے نکل رہے ہیں۔ اپنا اپنا دین بنا رہے ہیں۔ اس نے ایک واقعہ سنایا کہ ٹھٹھہ کے ایک بزرگ جو فوت ہو چکے ہیں جن کا نام محمد ہاشم تھا۔ وہ جب روضۂ مبارک پہ گئے تو وہاں پہنچ کر عرض کیا۔ السلام علیکم یا رسول اللہ۔ روضۂ مبارک سے جواب آیا۔ وعلیکم السلام محمد ہاشم۔ اس وقت روضۂ مبارک پر بہت لوگ تھے اور محمد ہاشم نام کے بھی بہت لوگ تھے اور تقریباً سب ہی نے سلام عرض کیا تھا اس لئے آپس میں اختلاف ہوا۔ ہر محمد ہاشم کہنے لگا کہ مجھے جواب آیا ہے پھر دوبارہ سلام عرض کیا گیا تو جواب آیا کہ وعلیکم السلام محمد ہاشم ٹھٹھوی۔ وہ کہنے لگا کہ بزرگ محمد ہاشم

حنفی اور پکے حنفی تھے۔ ابھی تک ان کے شاگرد اور خلیفہ ٹھٹھہ میں موجود ہیں۔ اگر حنفی اسلام سے خارج ہوتے تو حضور کیوں نام لے کر جواب سلام دیتے۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ مجھ سے بہاول میں نور محمد صاحب نے کہا تھا کہ حسین احمد مدنی صاحب کو بھی روضۂ مبارک سے سلام کا جواب آیا تھا۔ مدنی صاحب پکے حنفی تھے۔ مگر جنات بھی آکر ان سے درس لیتے تھے۔ پھر اس مولوی نے کہا کہ حضور بزرگ محمد ہاشم صاحب کی زندگی میں اپنے چاروں یاروں کو لے کر ٹھٹھہ آیا کرتے تھے۔ حنفیوں کی تو یہ شان ہے۔ ماسٹر صاحب آپ اپنی خیر منائیے۔ بتلائیے کہ کیا ایسا کوئی ولی باکرامت آپ کی جماعت میں بھی گزرا ہے۔ ایک خوبصورت سا نام اپنے لئے پسند کر لیا۔ مگر حاصل کیا ہوا؟ جماعت سے ٹوٹ گئے۔ جماعت کی نماز کے ثواب سے محروم ہو گئے۔ جمعہ کی نماز اور ثواب سے محروم ہو گئے۔ ذکر بھی چھوٹ گیا۔ بلکہ اب تو اللہ کے ذکر کی مخالفت کرنے لگے اور اس غلط فہمی میں پڑ گئے کہ سب مشرک اور کافر ہیں۔ آپ انگریزی دانوں کی اس جماعت میں داخل ہو گئے ہیں جنہوں نے چار پانچ اختلافی فروعی مسائل کو اپنا ٹریڈ مارک بنا لیا ہے۔ حضور نے یہ پیشین گوئی اور تاکید فرمادی کہ جماعتِ کثیر کا اتباع کرو۔ ہماری جماعت آج جس قدر اسلام کی خدمت کر رہی ہے وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ آپ خود ہی سوچیئے آپ کو رنج اور غم ہے کہ کوئی آپ کی بات سنتا نہیں۔ آپ دنیا، اسلام سے کٹ کر الگ ہو گئے۔ بلکہ گھر میں بند ہو گئے۔ اس مولوی کی گفتگو بڑی لمبی چوڑی تھی، مگر میں نے مختصر کر دیا۔ جب اُس نے بحث ختم کی تو میں نے اس سے کہا کہ آپ نے اپنی دانست میں خوب تقریر کی۔ آپ اپنی کثرت کا رعب جمانا چاہتے ہیں۔ حضور تو فرماتے ہیں کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ صرف ایک فرقہ بہشت میں جائے گا اور ۷۲ فرقے دوزخ میں جائیں گے۔ یعنی اگر ۷۳ آدمی ہوں تو صرف ایک آدمی بہشت میں جائے گا اور ۷۲ آدمی دوزخ میں جائیں گے[1]۔ اس حدیث سے معلوم

---

[1] یہ جواب صحیح نہیں، اسی کتاب کا صفحہ ۱۵۸، صفحہ ۱۷۷ ملاحظہ فرمائیں۔

ہوا کہ بہشت میں جانے والے اقلیت میں ہوں گے اور جہنم میں جانے والے اکثریت میں ہوں گے۔ اب آپ اپنی اکثریت پر ناز کیجئے۔ اور میں نے کہا کہ صحابہؓ کے دریافت کرنے پر حضورؐ نے فرمایا۔ جنتی فرقہ وہ ہوگا جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوگا۔ اب رہی وہ حدیث کہ جماعتِ کثیر کا اتباع کرو تو جماعت کثیر سے مراد صحابہ کی جماعت ہے بس حکم ہو رہا ہے کہ صحابہ کے طریقہ یعنی طریقۂ محمدیؐ کا اتباع کرو اور یہ بات یہ نعمت آپ کو نصیب نہیں۔ کیونکہ آپ نے دینِ اسلام کے چار ٹکڑے کر ڈالے اور ہر ایک نے الگ الگ شریعت ٹھہرائی اور آپ کی اکثریت والی جماعت نے تو شریعت بنا کر دین اسلام کو نوچ ڈالا ہے اور پھر بھی بڑی دلیری سے اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت کہلواتے ہیں اور کرامتوں کا دعویٰ کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ مولوی میری بات سن کر کچھ گھبرا گیا اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا کہنے لگا کہ میں پھر کسی وقت آکر آپ سے مناظرہ کروں گا۔ تب تک آپ بھی حدیث وغیرہ دیکھ کر تیار رہیئے۔ مسعود صاحب وہ تو چلا گیا۔ لیکن میں تو مناظرہ سے گھبراتا ہوں اور خود کو اس قابل نہیں پاتا کہ ہر سوال کا جواب دے سکوں۔ مسعود صاحب میں نے اس کی گفتگو جو نہایت نرم ماحول میں ہوئی۔ وہ تقریباً سب لکھنے کی کوشش کی ہے۔ آپ مجھے کوئی ایسی دلیل زبردست لکھیئے کہ پھر بات بنائے نہ بنے۔ مجھے آپ کے خط کا شدید انتظار رہے گا۔ میرا خیال ہے کہ اس مولوی کو میرے پاس بھیجنے میں کسی کا ہاتھ تھا۔ طیبؔ صاحب اور غلام حسین صاحب آپ کو سلام کہتے ہیں طیب صاحب سے کئی لوگ اور خصوصًا ان کے خاندان والے ان کے سخت مخالف ہو گئے۔ ان کے والد نے سر بازار ان سے جھگڑا کیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ قدرت والا ہے۔ طیبؔ صاحب حق پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہے۔ آج کل ہماری مسجد پر بدعتیوں کا قبضہ ہو چلا ہے۔ ایک بدعتی سخت قسم کا ہیڈ کلرک ہو کر آیا ہے اور دوسرا پرائمری کا ماسٹر بھی آیا ہے۔ دونوں نے

اپنی پارٹی بنالی ہے اور مسجد پر قبضہ کر لیا ہے۔ ہم لوگ گھر میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ دعا کیجئے کہ یہ دونوں بدعتی یہاں سے دفع ہو جائیں یا راہِ راست پر آ جائیں۔ یہ حلقہ باندھ کر ذکر کرتے ہیں اور یا دستگیر کے نعرے لگاتے ہیں۔ یا غوث المدد پکارتے ہیں۔

میری طرف سے سب کی خدمت میں سلام عرض کریں نیچے سب سلام عرض کرتے ہیں۔ فقط

خادم

نواب

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ أسوہ حسنۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت محترمی مکرمی نواب محی الدین خانصاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' چک ۱۷۷ لہ ۱۴ ؍ جون ۱۹۶۲ء

(امابعد) کل آپ کا خط ملا۔ جواب کل ہی لکھنے بیٹھ گیا تھا لیکن ایک صاحب تشریف لے آئے۔ لہٰذا لکھ نہ سکا۔ مولوی نور محمد صاحب کا خط واپس ارسال ہے۔ اب آپ اپنے سوالات کے جوابات سنیئے:۔

شاہ ولی اللہ کی تحریر سے تقلید کا رد

(۱) شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ تقلید بھی ان مسائل میں سے ہے جن میں بڑے بڑے لوگ ٹھوکر کھا گئے اور غلط فہمی سے کچھ کا کچھ سمجھ گئے اور کچھ کا کچھ لکھ گئے۔ غلط فہمی یہ ہوئی کہ ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ تقلید جائز ہے۔ اس پر اجماع ہے۔ وغیرہ وغیرہ حالانکہ درحقیقت نہ یہ جائز ہے، نہ اس پر اجماع ہے۔ ان بڑے بڑے علماء کو دھوکہ ہوا جو وہ ایسا سمجھے۔ یہ ہے شاہ صاحب کا اصل منشاء۔ اگر ان کا منشا یہ نہ ہوتا تو پھر بعد کی تحریر سے تقلید کی برائی کا پہلو کیسے نکل سکتا تھا۔ اور کس طرح ان کی پوری کتاب مجتہدانہ تحریر سے لبریز ہوتی۔

(۲) ترمذی میں بے شک یہ حدیث ہے کہ "میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی" اور اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ تقلید پر امت جمع نہیں ہوئی۔

(۳) ابن ماجہ میں حدیث ہے:۔ "اذا رأیتم اختلافًا فعلیکم بالسواد الاعظم"۔ "جب اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کو لازم پکڑو"۔ امام ابوالحسن سندھی لکھتے ہیں:

"وفی الزوائد فی إسنادہ أبو خلف الأعمیٰ واسمہ حازم

بن عطاء و هو ضعیف وقد جاء الحدیث بطرق فی کلها نظر ، زوائد میں ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ابو خلف الاعمیٰ جس کا نام حازم ہے، ضعیف ہے۔ یہ حدیث اور بھی طرق سے مروی ہے لیکن سب میں ضعف ہے۔"

(حاشیہ ابن ماجہ ابواب الفتن جلد دوم صفحہ ۲۶۴)

اس حدیث کا جواب درج ذیل ہے:۔

"بڑی جماعت کی پیروی کرو" کا صحیح مفہوم

۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ لہٰذا حجت نہیں۔

۲۔ درحقیقت اس کا تعلق سیاسی امور سے ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل صحیح احادیث کا مضمون اس پر دال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

من رأى من أميره شيئاً يكرهه فليصبر فانه ليس أحد يفارق الجماعة شبراً فيموت إلا مات ميتة جاهلية . (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

جو شخص اپنے امیر کی کوئی بات ایسی دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو وہ صبر کرے کیونکہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی الگ ہوا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات مات ميتة جاهلية ، جو شخص اطاعت امیر سے خروج کرے اور جماعت سے علیحدہ ہو جائے ، اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"مَن أتاكم وأمركم جميع علىٰ رجل واحد يريد أن يشق عصاكم أو يفرق جماعتكم فاقتلوه" (صحیح مسلم)

جو شخص تمہارے پاس اس حال میں آئے کہ تم سب ایک شخص کی امارت پر مجتمع ہو اور وہ تمہاری قوت کو توڑنا چاہے یا تمہاری جماعت میں افتراق پیدا کرے پس اس کو قتل کر دو" ایک روایت میں یہ لفظ ہیں " کائناً من کان" خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ (صحیح مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جہاں معاملات شوریٰ سے طے ہوتے ہوں، وہاں سواد اعظم کی بات تسلیم ہوگی۔ اقلیت یا فرد کی بات ماننے سے تفریق پیدا ہوگی۔ مثلاً اگر سوادِ اعظم نے کسی کو امیر منتخب کر لیا۔ تو اب سواد اعظم کا ساتھ دینا ہوگا۔

۳۔ اس حدیث کا تعلق قطعاً دینی امور سے نہیں ہے۔ اگر دینی امور سے ہو تو پھر ہر وہ مسئلہ جس پر سواد اعظم صاد کرے دینی مسئلہ بن جائے گا اور یہ الیوم اکملت لکم دینکم کے قطعاً منافی ہے۔

"بڑی جماعت کی پیروی کرو" کے الزامی جوابات

۴۔ اس زمانہ میں بریلویوں کی اکثریت ہے تو پھر دیو بندیوں کو چاہیئے کہ بریلویوں میں شامل ہو جائیں۔

۵۔ تقریباً ہر زمانہ میں حنفی اکثریت میں رہے اور اب بھی اکثریت میں ہیں تو پھر یہ لوگ مالکیوں، شافعیوں، حنبلیوں کو دعوت کیوں نہیں دیتے کہ اس حدیث کی روشنی میں حنفی ہو جاؤ۔ کیونکہ وہ تینوں فرقے اس حدیث پر عمل کرنے کے لیئے نہ کبھی تیار تھے اور نہ اب ہیں تو پھر وہ گمراہ کیوں نہیں۔ وہ دوزخ میں کیوں نہ ڈالے جائیں اور

وہ بھی اکیلے اکیلے جیسا کہ حدیث کے دوسرے ٹکڑے میں ہے۔ ان گمراہوں اور دوزخیوں کو آج تک حق پر کیوں تسلیم کیا جاتا ہے؟

۶۔ موجودہ زمانہ کے حالات و آثار سے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ مستقبل قریب میں قادیانیوں یا پرویزیوں کی اکثریت ہو جائے گی۔ کیا اس زمانہ میں بھی اس حدیث پر عمل ہوگا یا نہیں؟

۷۔ ان کے بطلان پر یا ان کے مفہومِ حدیث کے بطلان پر سب سے زیادہ اہم دلیل یہ ہے۔

"یہ تو ظاہر ہے کہ مقلدین عہدِ رسالت میں نہیں تھے۔ عہدِ صحابہ، عہدِ تابعین میں بھی نہیں تھے۔ ہر فرقے کی جب ابتدا ہوتی ہے تو ابتداءً وہ فرقہ اقلیت ہی میں ہوتا ہے پہلے فرقے کا بانی اکیلا ہوتا ہے۔ پھر دو ہوتے ہیں۔ پھر تین اور اسی طرح فرقہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ مقلدین کے فرقے کی بھی آخر کوئی ابتدا ہے۔ جو بقول شاہ ولی اللہ صاحب چوتھی صدی ہے۔ تو پھر اس ابتدائی دور میں یقیناً وہ اقلیت میں ہوں گے اور غیر مقلدین اکثریت میں۔ مقلدین کی اقلیت اس وقت اس حدیث کی مخاطب ہوگی۔ یہ حدیث پکار پکار کر کہہ رہی ہوگی کہ اے مقلدین کی اقلیت اکثریت میں گم ہو جاؤ۔ اگر وہ گم ہو جاتے تو آج ان کا وجود نہ ہوتا۔ لیکن انہوں نے دوزخ میں جانا گوارا کیا اور اکثریت میں گم نہیں ہوئے۔ اس حدیث کے اس مفہوم کی روشنی میں وہ لوگ گمراہ، باطل پرست اور دوزخی ہوئے۔ یہ ہیں موجودہ دور کے مقلدین کے پیشرو انہوں نے باطل پر رہ کر اپنے فرقہ کو باقی رکھا۔ یہی اقلیتی فرقہ جو اس وقت باطل پر تھا، بڑھتے بڑھتے اکثریت میں تبدیل ہو گیا۔ تو کیا اب یہ حق پر ہو گیا۔ اس حدیث سے تو مقلدین کی بنیاد ہی باطل پر ہے اور پھر بھی انہیں اپنی موجودہ اکثریت پر ناز ہے۔ (العیاذ باللہ)"

۸۔ حق کے معاملہ میں اکثریت، اقلیت، کوئی معیار نہیں بلکہ دلائل کی رُو

سے اقلیت کا حق پر ہونا زیادہ ظاہر ہے اور وہ دلائل یہ ہیں:

۱۔ قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث فاتقوا اللہ یاولی الألباب لعلکم تفلحون (سورۂ مائدہ) کہدیجیئے کہ خبیث اور پاک برابر نہیں ہو سکتے۔ اگرچہ خبیث کی کثرت تم کو اچھی ہی کیوں نہ معلوم ہو یا تعجب ہی میں کیوں نہ ڈالے۔ اے عقلمندو اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

۲۔ وقلیل من عبادی الشکور (سورۂ سبا ۱۳) میرے بندوں میں شکرگزار تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔

۳۔ اِنّ کثیراً من الخلطاء لیبغی بعضھم علیٰ بعض اِلّا الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت وقلیلٌ مّا ھم (سورۂ صٓ ۲۴) اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی ہی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں اور ایسے لوگ تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ (یعنی مومنین، صالحین کی تعداد قلیل ہوتی ہے۔)

۴۔ سورۂ ہود کے آخری رکوع اور سیقول کے آخری رکوع میں بھی اس قسم کی آیات ہیں۔ ملاحظہ فرمالیجئے گا۔

۵۔ اِن کثیراً مّن النّاس لفاسقون۔ بے شک کثیر لوگ فاسق ہوتے ہیں (مائدہ۔ ۴۹)

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنّما النّاس کالابل المائۃ لاتکاد تجد فیھا راحلۃ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) آدمیوں کی مثال ایسی ہے جیسے سو اونٹ۔ قریب ہے کہ تم کو ایک بھی

اونٹ سواری کے قابل نہ ملے یعنی ناقص لوگوں کی اکثریت ہوگی۔

(۴) آئندہ جب کبھی ان مولوی صاحب سے گفتگو ہو تو ان سے پوچھیئے کہ آپ نے جن عقائد اور اعمال کا ذکر کیا ہے یہ عقائد اور اعمال قادیانیوں کے بھی ہیں تو کیا وہ بھی مسلم ہیں۔ پھر یہ کہ توحید کا آپ صرف زبان سے اقرار کرتے ہیں حقیقتاً آپ کے عقائد اور اعمال توحید کے منافی ہیں۔

وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (کہف ۲۶)

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ (شوریٰ)

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ (توبہ ۳۱)

وغیرہ آیات کی روشنی میں شریعت سازی اللہ اکیلے کا حق ہے۔ علماء کا شریعت سازی کرنا شرک ہے اور کیونکہ تقلید کو جو کہ خیر القرون میں نہیں تھی، رائج کر کے دین میں داخل کر لیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ لوگ شرک کے مرتکب ہوتے۔

پھر تقلید کے ساتھ شریعت سازی مستقل صورت میں مقلدین میں سرایت کرتی چلی گئی۔ ۱۔ مثلاً شریعت میں امام بنانے کے لیے صرف چار چیزوں کا ذکر تھا یعنی سب سے بڑا قاری، اگر اس میں سب برابر ہوں تو سنت کا سب سے بڑا عالم۔ اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو ہجرت میں سب سے زیادہ مقدم۔ اگر اب بھی برابر ہوں تو عمر میں سب سے بڑا (صحیح مسلم) لیکن انہوں نے اس میں متعدد چیزوں کا اضافہ کیا مثلاً اگر اب بھی برابر ہوں تو وہ ورنہ وہ .... جو سب سے زیادہ خوبصورت و .... جس کی بیوی سب سے زیادہ خوب صورت ہو۔ ثُمَّ الْأَكْبَرُ رَأْسًا وَالْأَصْغَرُ عُضْوًا (درمختار)

۲۔ کسی صحیح حدیث سے مرد و عورت کی نماز میں فرق ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن

انہوں نے دونوں کی نماز کے علیحدہ علیحدہ طریقے مقرر کئے۔

۳۔ سر کے مسح کا طریقہ یعنی تین انگلیاں ملا کر وسط سر سے پیچھے لے جائے اور ہتھیلیوں کو اطراف سر سے واپس آگے لائے۔ انگوٹھے اور انگشت ہائے شہادت اٹھی رہیں۔ گردن کا مسح پشت کف سے کیا جائے۔ یہ تمام طریقہ من گھڑت ہے۔

۴۔ گاؤں والے عید کی نماز سے پہلے قربانی کر سکتے ہیں۔ شہر والے بھی شہر سے باہر جانور لے جا کر نماز عید سے پہلے ذبح کر سکتے ہیں۔ (ہدایہ) یہ تمام کی تمام شریعت سازی ہے بلکہ حرام کو حلال کرنے کا حیلہ ہے۔

۵۔ کتے کو اٹھا کر نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی (در مختار)

۶۔ "او جامع فی مادون الفرج ولم ینزل" تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (در مختار)

۷۔ نشہ کی حالت میں بیٹی کا بوسہ لیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔ (در مختار)

غرض یہ کہ اس قسم کے ہزارہا مسائل ہیں جن سے کتب فقہ مملو ہیں، یہ سب گھڑے گئے ہیں۔ گھڑنا بھی شرک ہے اور ان کو ماننا بھی شرک ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ امام حق پر تھے لیکن موجودہ مذاہب اور تقلید باطل اور شرک ہیں۔ امام ان سب سے قطعاً بری ہیں نہ ان کے یہ مسائل، نہ ان کا یہ مسلک۔ ہاں یہ بات اپنی جگہ پر اٹل ہے کہ ان اماموں میں سے بھی اگر کسی کا قول حدیث کے خلاف ہو تو اس قول کو ماننا شرک ہے۔ امام معذور ہوگا، اور مقلد ماخوذ ہوگا۔

(۵): حدیث تو صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی صبح کو مؤمن ہوگا اور شام تک کافر ہو جائے گا اور شام کو مؤمن ہوگا اور صبح تک کافر ہو جائے گا۔ لیکن بے موقع و بے محل استعمال کیا گیا ہے۔ ان الفاظ کے آگے یہ الفاظ بھی ہیں۔ یبیع دینه بعوض من الدنیا۔ یعنی دین کو دنیا کے مال

کے عوض بیچ دے گا۔ (صحیح مسلم) لہذا یہ حدیث آپ پر چسپاں نہیں ہو سکتی۔

کرامت ولایت کا معیار نہیں

(۶) تقلید اول تو علم کا نام نہیں، بے علمی کا نام ہے۔ اصولِ فقہ مثلاً توضیح وغیرہ کی عبارتیں اس پر شاہد ہیں۔ لہذا اللہ کا ولی کبھی جاہل نہیں ہو سکتا۔ دوم۔ تقلید بدعت ہے۔ شرک ہے۔ لہذا کوئی ولی اللہ مقلد بھی نہیں ہو سکتا۔ اب اگر کسی مقلد سے کرامات کا ظہور بھی ہو تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہندو سادھوؤں سے ہوتا ہے۔ لہذا اگر کوئی مقلد ولی مشہور ہو تو ہم اس کو ولی تسلیم نہیں کریں گے اور اگر وہ واقعی ولی ہو تو اس کو مقلد تسلیم نہیں کریں گے، اس لیے کہ اجتماع ضدین باطل ہے۔ کرامت ولایت کا معیار نہیں، بلکہ اتباعِ رسولؐ ولایت کا معیار ہے۔

میزانِ کبریٰ امام شعرانی میں ہے "ولایت پر جس کا قدم پہنچ گیا۔ وہ علماء کی تقلید نہیں کرتا۔ (الارشاد صفحہ ۲۳۸، مصنفہ ابو یحییٰ محمد)

علامہ شیخ کردی اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ مشائخ کا طریقہ اتباعِ سنت اور عدمِ تقلید ہے۔ (الارشاد صفحہ ۲۳۸)

اس قسم کی اور بھی عبارتیں ہیں۔ الارشاد ملاحظہ فرمائیے گا۔

(۷) صحابۂ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین، تقلید نہیں کرتے تھے۔ مشہور امام المحدیث حضرت امام حسن بصریؒ کیا مقلد تھے؟ حضرت نظام الدین اولیاء کا قول مشہور ہے:۔ "ابو حنیفہ[1] کہ بود کہ من قول او بمقابلہ قول رسول اللہ می آرم۔" (نظامی بنسری از خواجہ حسن نظامی، ص ۲۸۴) غرض یہ کہ ہر معتمد علیہ ولی تقلید نہیں کرتا تھا۔ کہاں تک لکھوں

---

[1] "امام ابو حنیفہؒ کون ہوتے ہیں کہ ان کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلہ میں پیش کروں۔"

رہا یہ کہ وہ مقلد کہلاتے ہیں۔ تو یہ تو مقلدین کا ہمیشہ شیوہ رہا ہے کہ وہ ہر ایک کو بدنام کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ تک کو انھوں نے حنبلی مشہور کر دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کے خاندان کے چشم و چراغ سب مقلد مشہور ہیں۔

(۸) محمد ہاشم ٹھٹھوی کو سلام کا جواب آنا وغیرہ یہ سب اوہام ہیں ہمارے نزدیک حجت نہیں۔ حجت صرف قرآن و حدیث ہے۔

۹: آپ اس مولوی سے یہی مطالبہ کیجیئے کہ ان چار اماموں کی تقلید لازم ہونے پر قرآن و حدیث پیش کرے۔ پھر زبان سے نیت کرنے کی حدیث پیش کرے گردن کا مسح پشت کف سے کرنے کی حدیث پیش کرے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر نہ کر سکے تو کہئے کہ یہ تمہارا مذہب اسلام نہیں۔ تمہارا گھڑا ہوا مذہب ہے۔ لوگوں کی رایوں کا پلندا اور حیاسوز مسائل کا گہوارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ آمین

طیب صاحب اور غلام حسین صاحب اور بچوں کو سلام کہیئے گا۔

فقط

مسعود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب نواب

بخدمت جناب محترم مسعود صاحب

السلام علیکم!

آپ کا خط ملا۔ بڑی خوشی ہوئی۔ آپ نے جو کچھ سمجھایا وہ میں نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے بہترین دلائل سے آپ نے ہر ایک چیز وضاحت سے بیان فرمادی ہے۔ آپ کے سارے خطوط ہی بہترین دلائل سے بھرے ہوئے ہیں۔ لیکن آپکے اس خط میں مجھے جو مزہ آیا وہ بیان نہیں کر سکتا۔ خط پڑھنے کے بعد مجھ پر ایک بے خودی کی سی کیفیت طاری رہی۔

میری زبردست خواہش ہے کہ آپ کی اور میری خط وکتابت جلد شائع ہو جائے۔ آپ کے سارے خطوط اب میں نعیم صاحب کو کراچی روانہ کر رہا ہوں۔ تاکہ جلد کتاب شائع ہو جائے۔ لیکن ایک بات اس خط میں تشنہ رہ گئی ہے۔ وہ یہ کہ اس مولوی نے جو یہ کہا تھا کہ ہم قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ کی وحدانیت توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضور کی رسالت نبوت پر ایمان رکھتے ہیں کلمہ گو ہیں۔ ایمان کی جو شاخیں حدیثوں میں آئی ہیں ان سب پر ہمارا ایمان ہے۔ تو کیا پھر بھی ہم مسلم نہیں ہیں؟ اور اس کا جواب اس نے مانگا تھا۔ جہاں میں خاموش ہو گیا تھا۔ اس پر بھی روشنی ڈالیئے۔

مولوی اشرف جس سے میرا مناظرہ ہوا تھا، چند روز ہوئے معلوم ہوا ہے کہ اس نے رفع الیدین شروع کر دی ہے۔ وہ اپنے کو اب محقق کہلاتا ہے۔ مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ اتفاق سے دوسرے دن مولوی اشرف غلام اللہ آیا تھا مجھ سے

مسجد میں ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں اب محقق حنفی ہوں اندھا مقلد نہیں ہوں۔ اندھی تقلید کے خلاف ہوں جس طرح عبدالحئی لکھنوی اور ثناء اللہ صاحب وغیرہ محقق حنفی تھے۔ یہ لوگ بڑے پائے کے محدث تھے لیکن حنفی تھے۔ جیسے ملا علی قاری۔ شاہ ولی اللہ صاحب حنفی وغیرہ، کہا کہ اتنے بڑے بڑے محقق بزرگ جنہوں نے دین کی تحقیق کی وہ سب امام ابوحنیفہ کے ہی مقلد تھے۔ کہا کہ آج کل کے نئے تعلیم یافتہ لوگ دو چار کتابیں پڑھ کر اجتہاد کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں اور محدث بن جاتے ہیں۔ دنیا کے سارے غیر مقلدوں کو میرا چیلنج ہے۔ جو میرے مقابلے پر آئے گا میں اس کو منہ توڑ جواب دوں گا۔ غیر مقلد جتنے ہیں سب وہابی ہیں۔

میں نے اس سے بخاری شریف کے بارے میں سوال کیا تو کہنے لگا کہ بقول ثناء اللہ بخاری کی ساری حدیثوں پر تو ایک آدمی عمل نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ اس میں بہت سی حدیثیں ضعیف ہیں۔ کہنے لگا کہ بخاری کے دو تین استاذ شیعہ تھے۔ اس لئے اس پر شیعوں کا رنگ غالب ہے۔ اس نے بہت سی حدیثیں شیعوں کو خوش کرنے کو لکھ دی ہیں۔ ہم محقق لوگ تحقیق کرنے کے بعد ہی حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ کہا کہ حافظ ابن قیمؒ اور امام ابن تیمیہؒ ان لوگوں میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک بات کا فرق ہے۔ ہم لوگ وسیلہ کے قائل ہیں اور وہ لوگ قائل نہ تھے۔ کہا کہ حضرت خلیل الرحمٰن صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس کو رد کرنے والوں کے لئے دس ہزار روپے انعام مقرر کر رکھا ہے۔ مگر آج تک کسی غیر مقلد سے اس کا جواب بن نہیں پڑا۔ یہ غیر مقلد تو ہمارے مقابلے پر آتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ یہ تو صرف جاہلوں کو پھانستے ہیں۔ یہ لوگ عقائد میں پکے وہابی ہیں۔ میں نے کہا کہ جب آپ نے تحقیق کر لیا ہے تو پھر تحقیق کے بعد حنفی کیا معنی۔ یہ کیا تک ہے۔ کہیں مجسٹریٹ بھی قیدی بن سکتا ہے۔ آپ جب محقق بن گئے تو آپ نے کیا تحقیق کیا۔ مولوی عبدالحئی صاحب نے تو یہ تحقیق فرمایا کہ فقہ کی کتابیں جھوٹی حدیثوں سے بھری پڑی ہیں۔ اور بہت سے مسئلے

قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ کہنے لگا کہ اس کے باوجود وہ حنفی تھے۔ انھوں نے امام ابوحنیفہ کا دامن نہیں چھوڑا یہ ہے ایمان کی پختگی ۔اس کی بے جا منطق کا کیا جواب ہو سکتا ہے ؟ میں تو دم بخود رہ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ حنفیت میں ایسی کیا بات ہے کہ تحقیق کے باوجود بھی آدمی اس سے چپکا رہتا ہے۔ کیا حنفیوں یا متعلدوں کے پاس ایسی کوئی خفیہ چیز موجود ہے کہ جس کی وجہ سے یہ لوگ تحقیق کرنے کے بعد بھی تقلید نہیں چھوڑتے۔ آپ اس پر کچھ روشنی ڈالئے تاکہ یہ گتھی سلجھ جائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھے کوئی شک اپنے مسلک پر ہوا ہے۔ ہمارا مسلک تو ماشاء اللہ پاک وصاف ہے اور اس سے بہتر کوئی مسلک ہی نہیں اور جب تک انسان اس مسلک پر نہیں آئے گا تب تک اس کا معاملہ مشکوک ہے اور یہ بالکل بجا اور درست بلکہ حقیقت ہی یہ ہے مگر میں ان حنفیوں کی ہٹ دھرمی کی وجہ جاننا چاہتا ہوں کہ تحقیق کے بعد یہ حنفی کیوں کہلاتے ہیں۔ میرے ساتھی طبیب صاحب کے دل میں بھی وسوسہ آتا ہے۔ انھوں نے اس کا اظہار مجھ سے کئی دفعہ کیا۔ انہی طبیب صاحب کا لڑکا اسی مولوی اشرف کا شاگرد ہے۔ اس مولوی کے گاؤں میں رہتا ہے۔ مولوی اشرف نے اس کو خوب بھر دیا ہے۔ اس لئے اُس لڑکے نے باپ کو چھوڑ دیا ہے۔ مولوی کے گھر میں رہتا ہے۔ وہاں طبیب کا سارا خاندان باپ وغیرہ سب طبیب کے خلاف ہو گئے ہیں۔ گاؤں والے اور ان کے خاندان والے سب ان کو بے دین اور وہابی کہتے ہیں۔ نماز جمعہ کا تارک کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تو ولایتی ماسٹر نواب کے پیچھے چل رہا ہے اور اُس نے تجھ کو بے دین کر دیا ہے۔ یہاں طبیب صاحب تو ماشاء اللہ اپنے مسلک پر قائم ہیں لیکن اُس وسوسہ کا اظہار انہوں نے کیا تھا جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ میں آپ کا ہر خط میاں طبیب کو سناتا ہوں۔ وہ بڑے شوق سے سنتے ہیں۔ اس لئے آپ وضاحت سے اس چیز پر روشنی ڈالئے۔

دورانِ قیام سجاول میں مولوی نور محمد صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ امام ابوحنیفہؒ

کے زمانہ تک حدیثوں کی روایت کرنے والے کم تھے۔ اس کے بعد راوی بڑھ گئے اور راویوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے الفاظ حدیث قائم اور محفوظ نہیں رہ سکتے۔ ضرور کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ اس لیئے ہم حفاظتِ دین کی خاطر امام صاحب کے قول پر عمل کرتے ہیں اور امام صاحب کے اقوال کو ان کے شاگردوں نے محفوظ کر لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں۔ کوئی شخص ہمارے امام کی شان میں بے ادبی کرے گا تو ہم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ یہی بات مولوی اشرف نے بھی دہرائی تو کیا ان کی ہٹ دھرمی کا یہی راز ہے اور کیا یہ صحیح ہو سکتا ہے۔ پہلے اول میں ہی تبلیغی اجتماعوں میں تقریر کیا کرتا تھا۔ لیکن مولوی نور محمد نے مجھ کو منع کر دیا کہ وعظ اور تقریر کرنا ہمارا یعنی عالموں کا کام ہے۔ آپ وعظ و تقریر نہیں کر سکتے۔ آپ کے وعظ اور تقریریں ایمان کے لیے خطرہ ہیں۔ آئندہ سے آپ وعظ اور تقریر نہ کیا کیجئے بلکہ صرف نماز روزے کی تاکید کیا کیجیئے۔ مجھے ان کی یہ بات ابھی تک یاد ہے۔ مجھے اس بات سے بڑا دکھ ہوا تھا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میں بھی تو قرآن اور حدیث ہی کے احکام بتلاتا ہوں۔ انھوں نے کہا تھا کہ آپ خود واقف نہیں تو دوسروں کو کیا بتلائیں گے۔ کیا یہ صحیح ہے کہ ہم کو قرآن و حدیث کے احکام بتلانے کا حق نہیں ہے۔؟

کل ایک شخص میرے پاس آیا کہنے لگا کہ آپ ایک مسئلہ مجھے بتلا دیجیئے۔ وہ یہ کہ ایک آدمی ہے۔ وہ جنبی ہے۔ اس کا جانور مر رہا ہے۔ نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے اب وہ کیا کرے۔ جانور کو ذبح کرتا ہے تو نماز جاتی ہے۔ اگر غسل کرتا ہے پاک ہونے کے لیئے تو جانور مر جاتا ہے۔ اس بارے میں حدیث دکھلایئے۔ حدیث نہ ملے تو آپ کو پھر فقہ کی طرف آنا پڑے گا۔ جس سے آپ کو فقہ کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ اور بھی لوگ تھے معلوم ہوتا ہے کہ شرارتاً کسی نے اس کو بھیجا تھا۔ میں نے کہا کہ میں حدیث دیکھ کر بتلاؤں گا اور اگر حدیث میں نہ ملے گا تو پھر اہل ذکر سے پوچھ کر بتلاؤں گا۔ کیونکہ اللہ

تعالیٰ کا ہی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ نہیں ہے کہ حنفی فقہ میں ہی دیکھو۔ یا حنفی ہی سے پوچھوں۔ یا شافعی ہی سے پوچھوں۔ جو بھی اہلِ ذکر ہو گا اس سے پوچھ کر تبلاؤں گا۔ پھر میں نے کہا کہ آپ کے چہرہ پر داڑھی نہیں ہے۔ آپ داڑھی مونڈتے ہیں۔ آپ داڑھی مونڈنے کا حکم فقہ میں تبلا دیں۔ میں ابھی حنفی بن جانے کو تیار ہوں۔ آپ نماز نہیں پڑھتے فقہ میں نماز نہ پڑھنے کی اجازت دکھا دیں۔ میں ابھی حنفی ہونے کو تیار ہوں۔ جب آپ نماز ہی نہیں پڑھتے تو پھر جانور کے مرنے کا آپ کو کیا افسوس ہے۔ اور حنفی فقہ جس کا آپ بار بار فخریہ ذکر کرتے ہیں، کیا چیز ہے؟ کیا وہ کوئی آسمانی کتاب ہے جس کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا ہم کو اللہ اور رسولؐ نے حکم دیا ہے۔ ہم تو احکام شریعت کو شریعت کے خزانہ ہی میں ڈھونڈیں گے۔ اور وہ خزانہ قرآن و حدیث ہے۔ یا صحابہ کرام رضہ کا عمل دیکھیں گے یا اہلِ ذکر سے پوچھیں گے۔ پھر وہ لوگ یہ کہہ کر چلے گئے کہ اچھا آپ حدیث دیکھ کر دلیل کے ساتھ جواب دینا۔

میں خیال کرتا ہوں کہ یہ سب ان لوگوں کی شرارت ہے۔ ان سے بات کرنا یا بحث کرنا فضول ہے۔ کیونکہ ان کو اپنی اصلاح تو منظور ہے ہی نہیں تحقیق کرنا ہی نہیں چاہتے۔ خواہ مخواہ فساد کی نیت سے آتے اور پریشان کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے اب یہ سوچا کہ خاموش رہنا چاہیئے اور کسی سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہیئے۔ چنانچہ کل رات ہی کا قصہ ہے کہ ایک شخص میرے پاس ایک حدیث لے کر آئے کہ دیکھئے جناب یہ حدیث ہے۔ لکھا ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ میں نے کہا کہ بہت اچھا، مبارک ہو۔

کہنے لگے۔ پھر آپ مت پڑھیئے۔ میں نے کہا۔ میں ضرور پڑھوں گا۔ آپ مجھے کیسے روک سکتے ہیں۔ پھر وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا کہ دیکھئے، حضرت امام شافعیؒ برحق ہیں وہ پڑھتے ہیں۔ اس لئے میں بھی پڑھتا ہوں۔ آپ شافعی حضرات کو روکئے۔ مالکی، حنبلی،

اہل حدیث سب پڑھتے ہیں، جاکر ان سب کو روکئے اور میرا مذہب تو قرآن اور حدیث ہے۔ اس لیے میں تو حدیث پر عمل کروں گا۔ آپ کی نرالی منطق پر نہیں چلوں گا۔ پھر وہ چلا گیا۔ چونکہ اس کا ارادہ محض شرارت تھا۔ اس لیئے میں نے اس سے ایسی گفتگو کی۔ اس سے فائدہ یہ ہے کہ لوگ شرارت نہیں کریں گے۔ خواہ مخواہ دق نہیں کریں گے۔

فقط

نواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب نواب

بخدمت شریف جناب محترم مسعود صاحب مدظلہ'

السلام علیکم!

کچھ دن قبل ایک خط جناب کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ غالبًا ملا ہوگا۔ میں طیب صاحب کے ہمراہ کراچی گیا تھا۔ کراچی میں ایک صاحب نے مجھے ایک کتاب دی۔ جس کا نام فیوض الحرمین (مترجم) ہے۔ یہ کتاب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔ قرآن محل (محمد سعید اینڈ سنز) نے شائع کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے تو معاملہ ہی برعکس ہوجاتا ہے۔ بعض باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی ہیں۔ ایک صاحب کو میں نے یہ کتاب دکھائی۔ تو انھوں نے فرمایا کہ آپ یہ کتاب فوراً واپس کردیجئے۔ فضول کتاب ہے۔ بے کار ہے۔ ہرگز نہ پڑھیئے۔ وغیرہ

میں نے کہا جناب میں اس کا قائل نہیں ہوں۔ میں تو اس کی تحقیق کروں گا کہ آیا یہ حوالہ جات جو اس کتاب میں دیئے گئے ہیں صحیح ہیں یا نہیں۔ اگر میں ایسا نہیں کروں گا تو میرے دل میں ایک وسوسہ رہے گا۔ مگر باوجود کوشش کے وہ کتب مجھے دستیاب نہ ہوسکیں جن کا حوالہ اس کتاب میں دیا ہوا ہے۔ میں بعض باتیں آپ کے ملاحظہ کے لئے نقل کررہا ہوں۔ براہِ کرم اس پر روشنی ڈالیئے کہ آیا یہ حوالہ جات صحیح ہیں۔ کیونکہ اگر ان کو صحیح مان لیا جائے تو شاہ صاحب کی دیگر تصانیف غلط ہوجاتی ہیں۔ اور اگر صحیح نہیں ہیں تو اس کا منہ توڑ جواب جلد شائع ہونا چاہیئے۔ اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں۔

فیوض الحرمین ۔ مترجم اردو، تصنیف حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی۔

مترجم: مولوی عابد الرحمان صدیقی کاندھلوی
ناشران: محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی امام ابو حنیفہؒ کے مقلد تھے۔ اور مسائل فرعیہ میں قطعاً حنفی تھے۔ خود ہی مقلد نہ تھے بلکہ ان کا کہنا ہے کہ مقلد ہی رہنے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وصیتوں میں سے ایک وصیت چاروں مذاہب کے ساتھ مقلد رہنے کی فرمائی ہے اور اس بات کی کہ ان سے باہر نہ رہوں اور ان میں بقدرِ طاقت ہم آہنگی پیدا کروں۔ (فیوض الحرمین)

ان مذاہب اربعہ میں سے خاص کر مذہب حنفی کو اپنانے اور حنفی بننے کی حضرت شاہ ولی اللہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے:۔ ایاكَ ان تخالف القوم فی الفروع فانہ تناقض لمراد الحق (فیوض الحرمین)

خبردار فروعات میں قوم کی مخالفت سے بچنا۔ کیوں کہ یہ مرادِ حق کے خلاف ہے۔

یہ حضرت شاہ صاحب کی اپنی شہادت ہے کہ میں حنفی ہوں اور اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے۔ مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں کہ ان کا سارا طریقہ حنفی تھا اور شریعت فقہ ہے۔ اسی پر سلف اور خلف رہے ہیں۔ فی ذکر الصحاح الستۃ۔ نواب صاحب نے صرف یہ نہیں بتایا کہ شاہ ولی اللہ حنفی تھے بلکہ پورے خاندان شاہ ولی اللہ، شاہ عبد العزیز، شاہ عبد الحق اور شاہ اسماعیل شہید کے بارے میں فرمادیا کہ لوگ ان ہستیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ گھرانہ سارے کا سارا خالص حنفی ہے۔ تھم بیت علم الحنفیۃ ایک بات پر اور وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں:۔ خاندان او حنفی بود

شاہ محمد اسماعیل شہید اور شاہ عبد الحئی اس خاندان کے چشم و چراغ اور مولوی سید احمد بریلوی کے مریدین با اخلاص میں سے ہیں۔ سید صاحب اور ان کے صاحبین کے بارے میں

انگریز کی ناپاک سیاست نے دوسرے الزامات کے علاوہ یہ بھی الزامات لگائے ہیں کہ وہ حنفی نہیں ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے مقلد نہیں ہیں۔ سید صاحب نے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے ایک بیان میں اپنا اور اپنے ساتھیوں کا مسلک ظاہر کیا ہے کہ آباؤ اجداد سے حنفی المسلک ہیں۔ قاری عبدالرحمان پانی پتی کشف الحجاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز اور شاہ محمد اسحاق حنفی تھے اور شہید بھی سُنی حنفی تھے غرض کہ شاہ صاحب کے خاندان کا ایک ایک فرد حنفی تھا، مقلد تھا اور مقلد بھی امام ابو حنیفہؒ النعمان کے تھے۔ غیر مقلد عالم عبدالرحمان مبارک پوری نے اپنی کتاب تحقیق الکلام میں حضرت شاہ کو حنفی تسلیم کیا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں شاہ صاحب کو غیر مقلد بتلانا علم کی دنیا میں بہت بڑی غیر ذمہ دارانہ بے باکی ہے۔ ہندوستان میں امام ابو حنیفہؒ کی تقلید واجب ہے۔ شاہ صاحب نے صرف اسی چیز پر اکتفا نہیں کیا کہ تقلید شخصی واجب ہے بلکہ یہ بھی واضح فرمادیا کہ مذاہب تو چار ہیں اور چاروں حق ہیں، مگر ہندوستان میں صرف امام ابو حنیفہؒ کی تقلید واجب ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب انسان بے علم ہندوستانی شہروں اور ماوراء النہر کا رہنے والا ہو، وہاں کوئی عالم شافعی، مالکی اور حنبلی نہ ہو تو اس پر امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کے مذہب سے نکلنا حرام ہے۔ کیوں کہ اس وقت وہ اپنی گردن سے شریعت کا پٹہ نکال دیتا ہے اور وہ بے کار و مہمل رہ جائے گا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ فقہ حنفی میں صرف شخصی رائے نہیں ہے بلکہ یہاں امام ابو حنیفہ کے ساتھ امام ابو یوسف اور امام محمد بھی ہیں اور یہ دونوں امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ ان تینوں میں سے جس کا قول ارشاد نبوت کے زائد قریب ہو اسی پر فتویٰ ہے اور بس۔ اگر کسی مقام پہ یہ تینوں خاموش ہوں تو احناف میں سے کسی کے قول کو اپنایا جائے۔ اسی کا نام حنفیت ہے اور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات

میری خود تراشیدہ نہیں ہے۔ بلکہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلایا ہے کہ مذہب حنفی میں بہترین طریقہ ہے۔ (فیوض الحرمین)

اور شاہ صاحب ہی فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اور دوسرے محدثین کی جمع کردہ احادیث کے حنیفت ہی زائد قریب ہے۔ هي أوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت ونقحت في زمان البخاري وأصحابه (فیوض الحرمین)

شاہ صاحب نے اسی کتاب کے اختتام پر مذاہب کی حقیقت سے بحث کی ہے۔ پہلے مذہب کی حقیقت کا مطلب تبلایا ہے کہ: معنى حقيقة المذهب أن تكون أحكامه مطابقة لما قاله رسول الله صلى الله عليه وسلم ولما كان عليه القرون المشهود لها۔ (فیوض الحرمین)

اس کے بعد متصلاً تحریر فرماتے ہیں کہ جب یہ تمہید ہو چکی تو اب پتے کی بات بھی سنو۔ وہ یہ کہ مجھے نظر آیا کہ حنفی مذہب میں ایک بڑا گہرا بھید ہے۔ میں اس پر غور کرتا رہا تا آنکہ مجھے پتہ چل گیا اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مذہب حنفی کا آج دوسرے مذاہب کے بارے میں پلڑا بھاری ہے۔ (فیوض الحرمین)

اقتباسات ختم ہوئے۔

میں چاہتا ہوں کہ اس کا جواب ضرور لکھا جائے۔ ورنہ نئے لوگ اس کو پڑھ کر گمراہ ہو جائیں گے۔ اس کا جواب آپ ضرور لکھیں۔ اس تحریر کے پڑھنے کے بعد تو مجھے تقلید سے اور بھی نفرت ہو گئی۔

خادم

نواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب مسعود — چک لالہ ۱۵ جولائی ۱۹۶۲ء

بخدمت جناب مخدومی ومکرمی نواب صاحب

السلام علیکم!

(اما بعد) آپ کا خط ملا۔ آپ نے لکھا تھا کہ میں کراچی جا رہا ہوں اس لیے میں نے قصداً جواب میں تاخیر کی۔ اب آپ کا دوسرا خط ملا۔ اس سے آپ کا واپس آنا معلوم ہوا۔ آپ تو غالباً موسم گرما کی تعطیلات میں گئے ہوں گے۔ پھر اتنی جلدی کیوں واپس آ گئے۔

اب آپ کے سوالات کا جواب لکھتا ہوں۔ وباللہ التوفیق!

۱۔ "مولوی صاحب نے کہا تھا کہ ہم قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ کی وحدانیت پر ہمارا ایمان ہے۔ حضور کی رسالت پر ایمان ہے۔ وغیرہ وغیرہ، تو کیا پھر بھی ہم مسلم نہیں ہیں؟"

بہت سے کلمہ گو بھی مشرک ہوتے ہیں

اس سوال کا جواب میں نے اس خط میں دیا تھا۔ غلطی ہوئی کہ میں نے اوپر سوال نقل نہیں کیا تھا۔ خیر اب پھر لکھتا ہوں۔

جواب:۔ ان سب باتوں کے باوجود بھی آپ کا مسلم ہونا محلِ نظر ہے۔ اس لیے کہ آپ شرک کے مرتکب ہیں۔ قرآن مجید کی آیت ہے:۔ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ؁ یعنی بہت سے لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود بھی مشرک ہوتے ہیں۔ (سورۂ یوسف – ۱۰۶)

دوسری آیت میں ارشاد باری ہے:۔ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الۡاَمۡنُ وَہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ (الانعام ۸۲)

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کیا۔ ان ہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت پر ہیں۔" جب یہ آیت اتری تو صحابۂ کرام بہت گھبرائے کہ ہم میں ایسا کون ہے جو ظلم سے بالکل محفوظ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔ اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ "بے شک شرک ظلم عظیم ہے"۔ یعنی اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے (صحیح بخاری) مطلب یہ ہوا کہ امن و ہدایت ان کے حصے میں ہے جو ایمان لانے کے بعد شرک نہ کریں اور کیونکہ آپ کلمہ گو ہونے کے باوجود شرک کرتے ہیں۔ لہٰذا نتیجہ ظاہر ہے۔

تقلید بدعت ہے۔ یہ دین میں اضافہ ہے۔ دین میں کمی بیشی اللہ کا کام ہے کیوں کہ آپ نے تقلید کو داخل فی الدین کیا۔ اس کو واجب قرار دیا۔ لہٰذا آپ شرک کے مرتکب ہوئے۔

آپ کے ہاں شریعت سازی ہوئی۔ مسائل گھڑے گئے۔ مثلاً چوہا کنویں میں گر جائے تو اتنے ڈول پانی نکالو۔

۲۔ ایک درہم سے کم نجاست غلیظہ معاف ہے۔ نماز ہو جائے گی۔

۳۔ شہر والے نماز عید سے پہلے اس طرح قربانی کر سکتے ہیں کہ جانور کو شہر کے باہر لے جاکر ذبح کر دیں۔ وغیرہ وغیرہ

کیونکہ آپ ان مسائل کو واجب التعمیل تسلیم کرتے ہیں۔ لہٰذا اَمۡ لَہُمۡ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَہُمۡ مِّنَ الدِّیۡنِ مَا لَمۡ یَاۡذَنۡۢ بِہِ اللّٰہُ۔ (شوریٰ ۲۱) کے ماتحت شرک کے مرتکب ہوئے۔

آپ لوگ احادیث صحیحہ کے خلاف اپنے مذہب کو تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً حدیث

میں ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کی ایک رکعت طلوعِ آفتاب سے پہلے پالے اسے نماز مل گئی۔ (صحیح بخاری) لیکن آپ کے مذہب میں ہے کہ وہ نماز نہیں ہوئی۔اس سے بڑا شرک اور کفر کیا ہوگا۔اس قسم کے بے شمار مسائل ہیں۔

ب۔ سوال مرقومہ بالا میں جو باتیں وارد ہوئی ہیں۔ان سب باتوں پر بریلویوں، مرزائیوں، رافضیوں، منکرینِ حدیث اور جملہ فرق باطلہ کا اتفاق ہے تو کیا وہ سب مسلم ہیں؟

مقلّد محقّق نہیں ہوسکتا

۲۔ "مولوی اشرف علی صاحب نے کہا کہ میں محقق حنفی ہوں۔ اندھا مقلد نہیں ہوں جس طرح عبد الحی، ثناء اللہ، ملا علی قاری اور شاہ ولی اللہ صاحب محقق حنفی تھے......غیر مقلد جتنے ہیں سب وہابی ہیں...... دنیا کے سارے غیر مقلدوں کو میرا چیلنج ہے۔"

جواب:۔ مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہوا کہ وہ محقق بھی ہیں اور مقلد بھی یعنی مجموعۂ ضدین ہیں۔

تقلید کی تعریف۔ (۱) التقلید اِتبّاع الانسان غیرہ فیما یقول أو یفعل معتقداالحقیقة فیه من غیر نظر و تأمل فی الدلیل کأنّ هذا المتبع جعل قول الغیر أو فعلهٗ قلادة فی عنقه من غیر مطالبة الدلیل (حاشیہ حسامی) تقلید دوسرے انسان کے قول و فعل کی پیروی کا نام ہے۔اس اعتقاد کے ساتھ کہ وہی حقیقت ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ خود دلیل کو دیکھے اور اس میں غور کرے۔ گویا یہ مقلد ایسا ہے کہ اس نے غیر کے قول یا فعل کو اپنی گردن کا قلادہ (پٹہ) بنالیا ہے۔ بغیر اس بات کے کہ وہ دلیل کا مطالبہ کرے۔

۲۔ التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجّة۔ تقلید دوسرے شخص کی بات پر بغیر دلیل جانے، عمل کرنے کا نام ہے۔ (مسلّم الثبوت)

فقہ کی تعریف

العلم بالأحکام الشرعیة عن أدلّتها التفصیلیّة۔ یعنی احکام شرعی کو تفصیلی دلائل کے ساتھ جاننا (مسلم الثبوت) قریب قریب یہی الفاظ توضیح میں بھی ہیں۔

فقہ کی تعریف دوسرے لفظوں میں: معرفة النفس مالها وما علیها۔ انسانی فرائض کی معرفت (توضیح)

فالمعرفة إدراك الجزئیات عن دلیل فخرج التقلید' اور معرفت کے معنی یہ ہیں کہ مسائل کو دلیل سے سمجھا جائے۔ پس تقلید اس علم (فقہ) سے خارج ہے۔ (توضیح) یعنی مقلد کو دلائل کی معرفت نہیں ہوتی۔ لہٰذا وہ فقیہہ یعنی عالم نہیں ہو سکتا۔

لایقال علی المقلّد لتقصیره عن الطاقة۔ یعنی فقیہہ کا لقب مقلّد کے لئے نہیں بولا جا سکتا۔ اس وجہ سے کہ وہ دلائل کی معرفت کی طاقت نہیں رکھتا۔ (توضیح)

تقلید اور فقہ کی تعریف سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مقلّد علم سے کورا ہوتا ہے۔ اس کو فقیہہ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن محقق کے لئے دلائل کی معرفت کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ محقق کس بات کا۔ لہٰذا جونہی دلائل کی معرفت اسے حاصل ہوئی، وہ مقلد نہیں رہا۔ لہٰذا ایک ہی شخص مقلد بھی ہو اور محقق بھی کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اجتماع ضدّین باطل ہے۔

(توضیح مسلم الثبوت۔ حسامی حنفی اصولِ فقہ کی کتابیں ہیں۔ فقہ کی کتابیں دوسری ہیں)

بہت سے علماء کو مقلدین نے مقلد مشہور کردیا ہے

بہت سے لوگ مقلد تھے اور ان کا مقلد ہونا مشہور ہے لیکن بہت سے ایسے بھی گذرے ہیں جن کی ساری زندگی تقلید کی تردید میں گذری پھر بھی وہ مقلد مشہور ہیں۔ ایں چہ بوالعجبی است۔ بہرحال اس بات سے اتنا تو ثابت ہوا کہ کوئی شخص کتنا ہی تقلید سے بیزار کیوں نہ ہو، یہ اُسے مقلد بنائے بغیر نہیں چھوڑتے۔ ہزارہا علماء دین ایسے ہیں جو تقلید نہیں کرتے تھے لیکن سب مقلد مشہور ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب اور عبدالحیٔ صاحب کا مقلد نہ ہونا خود ان کی عبارتوں سے ظاہر ہے۔ اب بھی اگر کوئی ان کے مقلد ہونے پر مصر ہے تو خیر ہم اس کے اصرار سے اس کو تسلیم بھی کرلیں تو ہم پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ مقلدین کی فہرست میں ایک دو کا اور اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن ہمارا اصول جہاں ہے وہیں رہے گا۔ واجب الاطاعت صرف قرآن و حدیث ہے، کوئی مانے یا نہ مانے۔

۴۔ "ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ بخاری شریف کی ساری حدیثوں پر تو ایک آدمی عمل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں۔"

جواب:۔ کیا ثبوت ہے کہ یہ قول ثناء اللہ صاحب کا ہے۔ ان کی سینکڑوں تصنیفات ہیں۔ لیکن کہیں انھوں نے یہ نہیں کہا کہ صحیح بخاری میں ضعیف احادیث بھی ہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ انھوں نے منسوخ کہا ہو اور یہ ضعیف سمجھے ہوں۔ اس لئے کہ منسوخ کا ذکر تو آسکتا ہے۔ لیکن عمل ناسخ پر کیا جاتا ہے۔ عمل منسوخ پر نہیں ہوتا۔ اور یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ مثلاً صحابہ کے شراب پینے کا واقعہ اور پھر شراب کی

حرمت کا نازل ہونا۔ تو بے شک یہاں صرف حرمت پر عمل ہوگا نہ کہ شراب پینے لگ جائیں۔ کوئی جاہل ہی یہ بات کہہ سکتا ہے کہ منسوخ پر بھی عمل کرنا چاہیئے۔

صحیح بخاری میں تو صرف سات ہزار احادیث ہی ہیں مسند امام احمد میں تو پچاس ہزار احادیث ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حدیث نہیں لکھی جب تک اس پر عمل نہیں کیا۔ حتیٰ کہ پچھنے بھی لگوائے اور پھر پچھنے لگانے کی حدیث بیان کی۔ اب اگر پچاس ہزار احادیث پر ایک آدمی عمل کر سکتا ہے تو سات ہزار پر عمل کرنا کیا مشکل ہے۔ پھر یہ لازم ہی کب ہے کہ ہر حدیث پر عمل کیا جائے تو نجات ہوگی۔

مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرض لیا کرتے تھے۔ اب اگر کوئی شخص ساری عمر قرض نہ لے تو کیا وہ گنہگار ہے۔ یا پچھنے نہ لگوائے تو وہ مجرم ہے۔ یا لوکی کھانے کا اسے اتفاق نہ ہو تو اس کا اسلام ناقص ہے۔

۴۔ "امام بخاری کے دو تین استاد شیعہ تھے۔ اس لیے ان پر شیعیت کا رنگ غالب ہے۔ انھوں نے بہت سی حدیثیں شیعوں کو خوش کرنے کیلئے لکھ دی ہیں۔"

جواب: یہ بہتانِ عظیم ہے۔ کیا صحیح بخاری میں ازواجِ مطہراتؓ صدیق اکبرؓ، عمر فاروقؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے فضائل نہیں ہیں۔ کیا صحیح بخاری میں شیعوں کے مسائل کی تردید نہیں ہے۔ مثلاً وضو میں پیر دھونے کو بڑے شدومد سے ثابت کیا ہے۔ حضرت علیؓ کے فضائل کا ذکر اگر شیعیت ہے تو سبحان اللہ ہم سب کو مبارک ہو۔ اور امام نسائیؒ کو تو فضائل علیؓ بیان کرنے پر مار اگیا۔ غرض یہ کہ اگر کوئی استاد حُبِ علیؓ میں غلو کرتا ہے یا ان کو افضل ترین امت سمجھتا ہے لیکن اور کوئی بیہودگی نہیں کرتا کسی کی شان میں گستاخی کو کفر سمجھتا ہے۔ سچ بولتا ہے اور سچ کی حمایت کرتا ہے۔ تو ایسا شخص اگر شیعہ مشہور ہو گیا تو کیا اس کی بات نہ مانی جائے گی خصوصاً اس صورت میں کہ اس کی بات

کی تائید دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہو۔ اگر امام بخاریؒ کا کوئی اس قسم کا استاد ہو تو مضائقہ نہیں۔ آخر امام ابو حنیفہؒ بھی تو مرجیہ مشہور ہیں اور ان ہی کی خاطر احناف کو مرجیوں کی دو قسمیں کرنی پڑی ہیں۔ مرجیہ اہلِ سنت، مرجیہ اہلِ بدعت۔ اگر کوئی شخص اس قسم کا ہو کہ اہل سنت ہوتے ہوئے تفضیل علی کا قائل ہو تو کیا شیعوں کی دو قسمیں نہیں ہو جائیں گی۔ شیعہ اہلِ سنت، شیعہ اہلِ بدعت۔ یہ ہے تفصیل اس بات کی کہ امام بخاریؒ کے دو تین استاد شیعہ تھے۔ درحقیقت وہ شیعہ تھے نہیں۔ ہاں مشہور کر دیئے گئے یا کسی نے محض تعصب یا عدم تحقیق سے شیعہ کہہ دیا۔ یہ بات قطعاً غلط ہے کہ امام بخاریؒ گمراہ فرقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے احادیث اخذ کرتے تھے اور انھیں حجت سمجھتے تھے۔

۵۔ "علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم اور ہم میں کوئی فرق نہیں"۔

جواب:۔ یہ محض جھوٹ ہے۔ وہ تقلید کے سخت مخالف تھے۔ وہ علمِ دین کے بہت بلند مینار تھے۔ کجا وہ اور کجا یہ۔ حافظ ابن قیم کی کتاب اعلام الموقعین تقلید کی تردید سے مالا مال ہے اور وہ شاگرد ہیں علامہ ابن تیمیہ کے۔

۶۔ "کیا حنفیوں یا مقلدوں کے پاس ایسی کوئی خفیہ چیز ہے کہ جس کی وجہ سے یہ لوگ تحقیق کرنے کے بعد بھی تقلید نہیں چھوڑتے"۔

تقلید کیوں نہیں چھٹتی

جواب:۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ تقلید چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن اس کا اظہار آپ کے سامنے نہیں کرتے یعنی وہ آپ سے بغض رکھنے کی وجہ سے اپنی کمزوری کو آپ کے سامنے پیش کر کے آپ کو خوش کرنا نہیں چاہتے۔ اس کو وہ اپنی شکست کے مترادف سمجھتے ہیں۔ ان کا دل جو کچھ جانتا اور مانتا ہے۔ وہ زبان پر نہیں آتا۔ وہ جان بوجھ کر حق

کی مخالفت کرتے ہیں ۔ وہ اس حقیقت کا اعتراف عوام کے سامنے نہیں کر سکتے ۔کیونکہ انہیں عوام سے خوف ہوتا ہے۔ ان سے ان کے دنیاوی فائدے وابستہ ہوتے ہیں جو اعتراف کے بعد کالعدم ہو جاتے ہیں۔ گویا اس طرح بعنوانئے آیاتِ کریمہ آخرت کے بدلے دنیا کو خرید رہے ہیں جس طرح بادشاہ ہرقل سوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا۔ آپ کے پاس پہنچنے اور آپ کے پیر دھونے کی تمنا کی لیکن حکومت جانے کے خوف سے ایمان قبول نہیں کیا اور اسلامی فوجوں کے خلاف نبرد آزما ہوتا رہا ۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کا جواب بہت خوب دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

ترجمہ :۔ جب یہ معلوم ہو جائے کہ حدیث منسوخ نہیں ہے اور ایک جم غفیر علماء کا اس پر عمل کرتا ہے اور اس کا مخالف صرف قیاس یا اجتہاد سے کوئی بات کہتا ہے تو ایسی حالت میں حدیث کی مخالفت کرنے کا کوئی سبب نہیں ۔ "الا نفاق خفیٌّ اُو حمق جلیٌّ" سوائے خفیہ نفاق کے یا ظاہر حماقت کے ۔ (عقد الجید)

امام ابوحنیفہؒ کی جمع کردہ احادیث کہاں گئیں؟

"امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ تک حدیث کے روایت کرنے والے کم تھے۔ بعد میں راوی بڑھ گئے۔ لہذا الفاظ قائم اور محفوظ نہ رہ سکے۔ ضرور کمی بیشی ہوئی۔ اسی لئے ہم امام صاحب کے اقوال پر عمل کرتے ہیں اور امام صاحب کے اقوال کو ان کے شاگردوں نے محفوظ کر لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں۔"

جواب :۔ راویوں کے بڑھ جانے سے حدیث غیر محفوظ نہیں ہوتی ۔ مثلاً اگر کسی حدیث کو ہم اپنی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائیں تو یہ ضرور ہے کہ ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقریباً بیس پچیس راوی ہوں گے لیکن

وہ روایت غیر محفوظ کیسے ہو جائے گی جب کہ وہ امام مالکؒ، امام بخاریؒ اور امام مسلم کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ اگر امام صاحب کے زمانے میں احادیث محفوظ تھیں تو پھر وہ غیر محفوظ کیسے ہو سکتی ہیں اور اگر محفوظ نہیں تھیں اور امام صاحب اور ان کے شاگردوں نے بھی محفوظ نہیں کیں اور بعد میں راویوں کی کثرت کے باعث وہ ضائع ہو گئیں تو کیا یہی وہ اسلام ہے جس پر ہمیں اور ان کو ناز ہے۔ افسوس کہ امام صاحب کے شاگردوں نے امام صاحب کے اقوال کو تو محفوظ کیا اور احادیثِ رسول کو ضائع ہونے دیا۔ اگر ہم اسکو تسلیم بھی کر لیں تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ صحیح بخاری کی احادیث غیر محفوظ ہیں حالانکہ علماء احناف نے متفقہ طور پر اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔ حتیٰ کہ انور شاہ صاحب نے تو اس کے قطعی الصحت ہونے کا اعتراف کیا ہے جو ان کی کتاب شرح صحیح بخاری میں موجود ہے۔

۸۔ کیا ہم کو قرآن و حدیث کے احکام بتلانے کا حق نہیں ہے۔ نور محمد صاحب نے فرمایا کہ سوائے عالموں کے کوئی تقریر نہیں کر سکتا۔

جواب: ۔ کیوں نہیں ہے۔ ہاں تقریر کرنے کا حق صرف دو آدمیوں کو حاصل ہے۔ امیر کو یا مامور کو۔ لیکن بَلِّغُوْا عَنِّیْ پر عمل کرنے کا حق ہر مسلم کو حاصل ہے۔ کیونکہ مولوی نور محمد صاحب نہ امیر ہیں نہ مامور۔ لہٰذا انہیں بھی تقریر کا حق نہیں پہنچتا۔ گویا وہ بھی حدیث کے خلاف تقریر کرتے ہیں۔

۹۔ ایک آدمی جنبی ہے۔ اس کا جانور مر رہا ہے۔ نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے۔ اب وہ کیا کرے؟

جواب: ۔ ہمارے اسلاف رحمہم اللہ تو یہ پوچھتے تھے کہ کیا ایسا ہوا ہے۔ اگر وہ کہتے کہ نہیں تو جواب دیتے کہ جاؤ جب ایسا ہو تو سوال کرنا۔ میں کہتا ہوں یہ

مسئلہ فرضی ہے۔ نہ ایسا ہوا ہے نہ انشاء اللہ آئندہ ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کے حل کرنے کے لیے کوئی قانون ہمیں نہیں دیا تو ہمیں کیا حق ہے کہ پہلے مسئلہ گھڑیں اور پھر اس کا جواب گھڑیں گویا ہم قانون ساز ہیں کہ کوئی قانون وضع کر دیں اور جب کسی شخص کو ایسا مسئلہ پیش آئے تو وہ ہمارے وضع کردہ قانون پر عمل کرے۔ یہ شریعت سازی انہی کو مبارک ہو۔ ہمارا تو صرف اتنا کام ہے کہ قرآن یا حدیث میں اس مسئلہ کا حل ہو تو جواب دے دیں۔ ورنہ خاموش رہیں۔ ہم کیوں اپنے آپ کو قانون ساز بنا کر گنہ گار ہوں۔ جس کو ایسا معاملہ پیش آئے گا وہ جانے اور اس کا ایمان اور اجتہاد جانے۔ جو اس کی سمجھ میں آئے وہ خلوص کے ساتھ کرے۔ وہ انشاء اللہ مجرم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہ ہمارے گھڑے ہوئے قانون پر عمل کرتا ہے تو مشرک ہوگا۔ لہذا ہم تو ایسے فضول مسائل سے اجتناب کرتے ہیں۔

رائے اور فتوے بازی کی مذمت

آپ ان کی شرارتوں سے نہ گھبرائیے۔ استقامت سے گامزن رہیئے۔ اب اگر خاموش ہو گئے تو تبلیغ رک جائے گی۔ آپ اللہ کے بھروسہ پہ کام جاری رکھئے۔ اللہ آپ کی مدد فرمائے گا۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ (سورہ محمد) ان کی شرارت بے شک آپ کو ناگوار گزرتی ہے۔ لیکن اسی میں بہتری ہے۔ عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ۔ ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔ (البقرۃ) ۲۱۶

آپ اگر کسی وقت بحث میں خاموش بھی ہو جائیں تو اس سے مغموم نہ ہوں۔ اس لئے کہ آپ نے کب کہا کہ میں عالم ہوں۔ ہمہ داں ہوں۔ ذیل میں دارمی شریف کے حوالے سے صحابہ اور ائمہ تابعین کے کچھ اقوال نقل کر رہا ہوں۔ اِن سے ہو وہ

سوالات کے لئے آپ کے کام آئیں گے ۔ ان سے اندازہ ہوگا کہ ہمارے ائمہ کرام کتنے سادہ لوگ تھے ۔ فنی موشگافیاں وہاں نہیں تھیں۔

۱۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں " جب تم ہم سے کوئی بات قرآن یا حدیث کی پوچھو گے تو ہم بتائیں گے اور نئی باتیں جو تم نے نکال لی ہیں وہ ہماری قدرت سے باہر ہیں "

۲۔ قتادہؒ مشہور تابعی امام فرماتے ہیں " میں نے تیس برس سے کوئی بات اپنی رائے سے نہیں کہی ۔"

۳۔ امام ابو ہلال تابعیؒ فرماتے ہیں " میں نے چالیس برس سے کوئی بات اپنی رائے سے نہیں کہی "

۴۔ حضرت امام عطاءؒ فرماتے ہیں " مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ دنیا میں میری رائے کی فرمانبرداری کی جائے "۔ انہی امام عطاءؒ کے متعلق امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے ان سے بہتر آدمی نہیں دیکھا۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فتویٰ دینے سے زیادہ یہ کہتے تھے کہ " میں نہیں جانتا۔"

۶۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں " فتویٰ صرف قرآن و حدیث سے دو ۔ ان کے علاوہ کوئی بات کرو گے تو خود بھی ہلاک ہو گے اور دوسروں کو بھی ہلاک کر دو گے ۔"

۷۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں " جو شخص تمام مسئلوں میں فتویٰ دے وہ دیوانہ ہے ۔"

۸۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں ۔ " میں نہیں جانتا ۔ کہنا آدھا علم ہے ۔ اگر قیاس کرو گے تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دو گے ۔

۹۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ۔ " جب مجھ سے کوئی بات پوچھی جائے جو میں نہیں جانتا تو اس بات میں کلیجہ کے لئے سب سے زیادہ ٹھنڈی بات یہ ہے کہ میں

کہوں "اللہ اعلم"۔

۱۰۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں "اگر لوگ حدیث رسول سنائیں تو اس کو اختیار کرو اور جو بات اپنی رائے سے بتائیں تو اس کو پاخانے میں ڈال دو"۔

۱۱۔ امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں۔ "میں تجھ سے حدیث رسول بیان کرتا ہوں اور تو یہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں یہ کہتے ہیں۔ اب تجھ سے بات نہ کروں گا"۔

۱۲۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں "میں حدیث بیان کرتا ہوں اور تو اس میں قرآن کے ساتھ اشارے کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے زیادہ قرآن جانتے تھے"۔ آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی پر اسے ختم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں: "جس کو فتویٰ دینے پر زیادہ جرأت ہے اس کو دوزخ پر زیادہ جرأت ہے"۔ (دارمی)

اب آپ کے دوسرے خط کا جواب لکھتا ہوں۔ آپ نے جو عبارتیں نقل کی ہیں وہ فیوض الحرمین کی تو معلوم نہیں ہوتیں۔ بلکہ مترجم کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ اگر فیوض الحرمین کی ہوتیں تو مضمون اس طرح ہوتا کہ "میں مقلد ہوں"۔ حالانکہ عبارت میں اس طرح ہے کہ شاہ صاحب مقلد تھے۔ اب یہ بتائیے کہ مترجم نے اپنی طرف سے لکھا ہے یا شاہ صاحب کی کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے؟ نواب صدیق حسنؒ کا حوالہ اگر صحیح ہے تو نواب صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسمٰعیلؒ، تینوں کو ان کی عبارت سے غیر مقلد ثابت کر سکتا ہوں۔ پھر نواب صاحب کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ اب اگر قاری عبدالرحمان صاحب یا کوئی اور ان کو حنفی کہتا ہے تو کہنے والے تو ان کو بریلوی بھی کہتے ہیں۔ اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی ہر ایک ان کو اپنا بناتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان کی کتاب حجۃ اللہ یا عقد الجید کیا کہتی ہے۔ تفسیر عزیزی اور تنویر العینین کیا کہتی ہیں؟ شاہ صاحب کی عبارت "حنفی مذہب میں ایک

بڑا گہرا بھید ہے۔۔۔۔۔ پلڑا بھاری ہے۔" سمجھ میں نہیں آئی۔ آگے پیچھے سے پوری عبارت ہو تو کچھ مطلب سمجھ میں آتے ہیں۔ انشاء اللہ اس کا جواب لکھنے کے لئے تیار ہوں۔ فی الحال "دو اسلام"[1] کا جواب تیار کر رہا ہوں۔ فقط

خادم

مسعود

---

[1] "دو اسلام" کا جواب کافی عرصہ ہوا "تفہیم اسلام" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب نواب
ہیڈ ماسٹر۔ مڈل اسکول غلام اللہ، ضلع ٹھٹھ
بخدمت شریف جناب محترم مسعود صاحب مدظلہٗ
السلام علیکم :۔

ابھی آپ کا خط عین انتظار کی حالت میں ملا۔ بڑی خوشی ہوئی۔ آپ کا خط آنے میں تاخیر ہو جانے کے سبب میں یہ سمجھا تھا کہ شاید آپ مسلسل استفسارات سے خفا ہو گئے ہیں۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے میں نے خوب پڑھا اور خوب سمجھا۔ آپ سے خط و کتابت میں میری خوب اصلاح ہوئی اور ہو رہی ہے۔ طیب صاحب بے چارے ایک غریب آدمی ہیں۔ ایک زمیندار کے ہاری ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی توفیق عطا فرمائی ہے کہ قرآن و حدیث پر جان دیتے ہیں۔ ہماری عدم موجودگی میں یہاں کے حالات انتہائی خراب ہو گئے۔ مولوی سلیم کے ساتھ سب لوگ ہو گئے۔ مولوی سلیم نے کہا۔ جو کوئی بھی تم لوگوں سے دین کی بات کرے اس کو مارو سب کو مارپیٹ کی کھلی چھٹی دے دی۔ مولوی سلیم نے اعلان کیا کہ میں عنقریب نواب کو یہاں سے نکال دوں گا۔ اتفاق سے اس دن میں ٹھٹھ گیا ہوا تھا جب واپس آیا تو ساری کیفیت معلوم ہوئی۔ طیب صاحب کے باپ نے طیّب صاحب سے علیحدگی اختیار کر دی۔ طیب صاحب کا لڑکا بھی ان سے علیحدہ ہو گیا۔ کیونکہ وہ مولوی اشرف کے پاس فقہ حنفی پڑھتا ہے۔ اب میں اور طیب صاحب یہاں تقریباً نظر بند ہو کر رہ گئے ہیں۔ غرض پریشانیاں معراج کو پہنچ گئی ہیں۔ دوسری طرف دل کو سکون حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل ہے کہ وہ مجھے ان بدعتیوں کے ہاتھوں رسوا نہ فرمائے

گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ کراچی میں میری سسرال ہیں میرے سالے جن پر پرویزیت کا رنگ چڑھا ہوا تھا اور جو مجھ سے ناراض تھے، ان سے ملاقات ہوئی۔ ان سے رات دو بجے تک بحث ہوتی رہی۔ آخر میں وہ قائل ہوئے۔ نہ صرف اہمیت حدیث سے واقف ہوئے بلکہ فرقہ پرستی سے بھی علیحدگی اختیار کی۔ میری لڑکی بھی آئی ہوئی تھی۔ وہ جب واپس ہوئی تو اس نے سجاول میں اپنے شوہر کے پاس حنفی نماز پڑھنے سے انکار کیا اور رفع الیدین سے نماز علی الاعلان پڑھنے لگی۔ اس کے شوہر یعنی میرے داماد نے مجھے لکھا کہ رفع الیدین سے نماز بے شک پڑھے مگر سختی اور شدت چھوڑ دے۔ میرے داماد نے ماشاء اللہ تسلیم کیا کہ تقلید شخصی بے شک بدعت ہے۔ مگر یہ لکھا کہ میں چونکہ ان لوگوں میں تعلیم پا رہا ہوں اور میں اپنے بڑوں کے زیر پرورش ہوں، اس لئے شدت سے ڈرتا ہوں وغیرہ۔ باقی سب خیریت ہے۔ میری طرف سے سب کی خدمات میں سلام عرض ہے بچے بھی سلام عرض کرتے ہیں۔ فقط

خادم

نواب ۲۲/۷/۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب نواب

بخدمت شریف عالی جناب محترم مسعود صاحب مدظلہ'

السلام علیکم

آپ کا کارڈ وصول ہوا، اپنی پریشانیوں کی وجہ سے میں بروقت جواب نہ دے سکا۔ معاف فرمایئے۔ یہاں میری مخالفت حد درجہ بڑھ گئی ہے۔ جس کا اظہار میں نے اپنے پہلے خط میں بھی کیا تھا۔ ایک حاجی صاحب میرے پاس آئے تھے' دو گھنٹہ تک مجھ سے بحث کرتے رہے۔ بالآخر دینِ حق قبول کر گئے۔ اور بدعت سے توبہ کی۔ تقلید شخصی سے توبہ کی۔ پھر دو چار روز بعد ایک اور حنفی مولوی مجھ سے ملنے آیا اور اسکول پہنچا۔ میں اس کو دیکھ کر ڈر گیا کہ شاید پھر کوئی فتنہ آیا۔ اس مولوی نے کوئی تین گھنٹے مجھ سے ہر پہلو پر بحث کی۔ اس نے یوں بحث شروع کی کہ ہماری فقہ کی کتابوں پر آپ بہتان باندھتے ہیں کہ کتا نجس نہیں ہے۔ گدھا پاک ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا کہ جناب کتا اور گدھا آپ کو مبارک ہو۔ ہم کسی پر بہتان نہیں باندھتے۔ آپ کی فقہ کی کتابیں میری لکھی ہوئی نہیں ہیں۔ جنہوں نے لکھا ہے ان سے جا کر پوچھیئے۔ میں تو آپ سے صرف یہ پوچھتا ہوں کہ آپ نے اپنا نام حنفی کیوں رکھا ہوا ہے۔ اس پر روشنی ڈالیئے۔ وہی پرانا جواب کہ وہ بزرگ تھے وغیرہ وغیرہ۔ اس پر بحث ہوتی رہی، پھر نماز کا مسئلہ آیا۔ میں نے کہا کہ جناب آپ کا فرقہ کہتا ہے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو گے تو نماز نہیں ہوگی۔ جہنم میں جلائے جائیں گے۔ دوزخ کی آگ منہ میں ڈالی جائے گی اور شافعی کہتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے' نہ پڑھو گے تو نماز نہ ہوگی۔ اب کون سی چیز صحیح ہے۔ نہ پڑھنا بھی صحیح اور پڑھنا بھی صحیح، دونوں صحیح

کیسے ہو سکتے ہیں ۔ اب اس جھگڑے کا فیصلہ کس سے کرائیں ۔ کیا آپ کے مقلد عالموں سے پوچھیں وہ تو وہی بتائیں گے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے ۔ آپ ہی فرمائیں کہ اس بارے میں جل جلالہٗ کا ارشاد اور حکم کیا ہے ۔ اس پر وہ مولوی گڑبڑا گیا ۔ اِدھر اُدھر کی ہانکنے لگا ۔ آخر میں وہ مولوی تائب ہو گیا اور ہاتھ اٹھا کر حنفیت سے توبہ کی اور کچھ کتابیں مجھ سے لے کر گیا ۔ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہے ۔ وہ جس کو توفیق دینا چاہتے ہیں دیتے ہیں ۔ وہ غفور رحیم ہیں ۔

غرض یہی مناظرانہ رنگ روز رہتا ہے ۔ مگر جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ توفیق دیتے ہیں وہ تسلیم کر لیتے ہیں اور اپنے باطل عقیدوں سے توبہ کر لیتے ہیں ۔ اللہ کا شکر ہے کہ میرا داماد راہِ راست پر آگیا ہے اور تقلیدِ شخصی کو چھوڑ کر قرآن و حدیث کے آگے سر جھکا دیا ہے ۔ اب میں چند باتیں آپ سے دریافت کرتا ہوں محض اپنی معلومات کے لئے ۔ وہ یہ کہ .....

شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ اسمٰعیل نے اپنی کتابوں صراطِ مستقیم اور شفاء العلیل وغیرہ میں تصوف کے بارے میں اور ذکر کرنے کا طریقہ مثلاً ایک ضربی ذکر ، دو ضربی ذکر وغیرہ کے بارے میں جو لکھا ہے تو کیا یہ بھی پیری مریدی کرتے تھے ۔ کراچی میں عبدالستار صاحب امام غرباء اہلحدیث امام کی بیعت کو لازم بتلاتے ہیں ۔ خط طویل ہو گیا ہے اس لیے ختم کرتا ہوں ۔ فقط

خادم
نواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت جناب نواب صاحب چک لالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۱۸ راگست ۱۹۶۲ء

امابعد! آپ کا خط مورخہ ۹ راگست ملا۔ خیریت وحالات سے آگاہی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی پریشانیوں کو دور فرمائے۔ آمین۔ غلام اللہ کس طرف واقع ہے۔ کراچی سے آتے وقت دریائے سندھ عبور کرنا پڑتا ہے یا نہیں ٹھٹہ سے کتنی دور ہے، سجاول سے آپ کتنی دور ہیں۔ کیا کبھی سجاول جانا ہوتا ہے یا نہیں؟ وہاں کے علماء اور علیم الدین صاحب سے ملنا ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ لوگ اب کس طرح ملتے ہیں۔ صبح وشام یہ دُعا پڑھا کیجئے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

یہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو بتائی تھی۔ انہوں نے اس کو پڑھا۔ چند روز میں ان کی پریشانیاں دور ہوگئیں (ابوداؤد۔ سندہ حسن) آپ کی مناظرانہ سرگرمیاں معلوم کرکے خوشی ہوئی۔ "اَللّٰھُمَّ زِدْہُ فَزِدْہُ" انشاء اللہ آپ کی تبلیغ سے بہت سے لوگ مسلم ہوں گے۔

حق والے قلیل ہوتے ہیں

کثرت، وقلت پر بحث کرتے ہوئے آپ نے جو فرمایا کہ ۲/۳ آدمی دوزخ میں

جائیں گے۔ تو ایک آدمی بہشت میں جائے گا۔ یہ بات صحیح نہیں، اس لئے کہ اس کا جواب مخالف اس طرح دے سکتے ہیں کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہر فرقہ کا ایک ایک آدمی ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ ناجی فرقہ میں ایک ہزار آدمی ہوں اور ان ۷۲ فرقوں کے کل آدمی ملا کر بھی ۲۰۰ یا ۳۰۰ سے زائد نہ ہوں۔ ہاں وہ حدیث آپ پیش کر سکتے ہیں جس میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ ۱۰۰۰ آدمیوں میں سے ۹۹۹ کو دوزخ کے لئے نکالو۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیتیں حسب فرمائش لکھ رہا ہوں۔

۱۔ قُلْ لَایَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَ الطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَۃُ الْخَبِیْث (سورۃ مائدہ رکوع ۱۳، پارہ ۷) کہہ دیجئے ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ ناپاک کی کثرت تعجب میں کیوں نہ ڈالے۔

۲۔ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (سورۂ سبا۔ رکوع ۲ پارہ ۲۲) میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہوتے ہیں۔

۳۔ وَ ان کثیرًا من الخلطاء لیبغی بعضھم علٰی بعض الا الذین اٰمنوا وَ عملوا الصلحٰت وقلیل ما ھم (سورۃ ص رکوع ۲ پارہ ۲۳) بہت سے شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ایسے لوگ تھوڑے ہوتے ہیں۔

۴۔ الاّ قلیلا ممن انجینا منھم (سورۂ ہود، رکوع ۱۰ پارہ ۱۲)

۵۔ تولوا الاّ قلیلاً منھم (سورہ بقرہ۔ رکوع ۳۲۔ پارہ ۲)

حدیث:۔ اِنَّمَا النَّاسُ کَالْاِبِلِ الْمِائَۃِ لَاتَکَادُ تَجِدُ فِیْھَا رَاحِلَۃً۔ یعنی لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے سو اونٹ۔ قریب ہے کہ تجھ کو ایک بھی سواری کے لائق نہ مل سکے۔ (بخاری و مسلم)

ترمذی میں اتنا زائد ہے کہ أولا تجد فیھا الا راحلة یا تجھ کو سو[1] میں سے صرف ایک ہی سواری کے قابل مل سکے۔

تصوّف و اَوراد

شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب شفاء العلیل میں نے پڑھی ہے۔ معلوم نہیں کس زمانے کی تصنیف ہے۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ صد۲ میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔ "در زمن سید الطائفہ جنید بغدادی رسم خرقہ ظاہر شد و بعد ازاں رسم بیعت۔" یعنی حضرت جنید بغدادی کے زمانے میں خرقہ پوشی کی رسم نکلی اور رسم بیعت اس کے بعد رائج ہوئی۔ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں۔ "تبع تابعین تک مشائخ کا تعلق تلامذہ کے ساتھ بیعت اور خرقہ پوشی کے ذریعے سے نہ تھا صرف صحبت کے ذریعے سے تھا۔ ہر ایک شخص بہت سے مشائخ کی صحبت اختیار کرتا تھا۔ اور بہت سے سلسلوں کے ساتھ تعلق پیدا کرتا تھا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

ومنھا ان لا یتکلم فی ترجیح طرق الصوفیة بعضھا علی بعض ولا ینکر علی المغلوبین منھم ولا علی المؤولین فی السماع وغیرہ ولا یتبع ھو نفسہ الا ما ھو ثابت فی السنة۔ صوفیوں کے طرق میں گفتگو نہ کرے کہ بعض کو بعض پر ترجیح دے۔ مغلوب الحال پر انکار نہ کرے۔ نہ ان پر جو سماع وغیرہ کے بارے میں تاویل کرتے ہیں، لیکن وہ خود کسی چیز کی پیروی نہ کرے سوائے اس کے جو ثابت ہو سنت سے۔

(القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، فصل تاسع)

شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

وَكَذَٰلِكَ الاشتغال بأوراد المشائخ الصوفيّة وَمقالاتهم ليس ينفع ذٰلك أصلاً.... وليلزم الطاعات المنقولة عن رسول الله صلى الله عليه وسلّم دون مايؤثر عن غيره۔ یعنی مشائخ وصوفیاء کے اَوراد و مقالات میں اشتغال کرنا یہ اصلاً نفع بخش نہیں ہے بلکہ ان عبادات کو لازم پکڑنا چاہیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، ان کو چھوڑ دے جو دوسروں سے منسوب ہیں۔ (تفہیمات جلد اول صفحہ ۱۸)

مندرجہ بالا اقتباسات تو بہت اچھے ہیں معلوم نہیں شفاء العلیل میں مسامحت کیوں ہوگئی۔ غالباً اوائل عمری کی تصنیف ہوگی۔ کیونکہ بہرحال وہ پہلے حنفی ہی تھے۔ اب وصیّت نامے کے اقتباسات سنیئے:۔

"وصیّت دیگر آنست کہ دست در دست مشائخ این زمان کہ بانواع بدعت مبتلا ہستند ہرگز نباید داد وبیعت بایشاں نباید کرد۔" دوسری وصیّت یہ ہے کہ اس زمانہ کے مشائخ جو انواع واقسام کی بدعات میں مبتلا ہیں، ان کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے، اور نہ ان کی بیعت کرے۔

پھر کرامات، طلسمات نیرنجات سے ہوشیار کرتے ہوئے وجد وحال کا ذکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بعض سادہ لوح وجد کو بھی کرامات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ قوۃ بہیمیہ کے سبب سے واقع ہوتا ہے۔

"بسیارے از سادہ لوحان را دیدہ ایم کہ چوں ایں اعمال را از شیخ فرا گرفتہ اند آں را عین کرامات میدانند چارہ کار آنکہ کتب

حدیث مثل صحیح بخاری و مسلم و سنن ابی داؤد و ترمذی و کتب فقہ حنفیہ و شافعیہ را بخواند و عمل بظاہر سنت پیش گیرد۔" ایسی حالت میں کتب حدیث و کتب فقہ حنفیہ و شافعیہ کا مطالعہ کرے اور عمل ظاہر سنت پر کرے۔

پھر لکھتے ہیں کہ اگر شوق صادق ہو تو کتاب عوارف سے آداب نماز و روزہ و اذکار معمولات اوقات حاصل کرے۔" در رسائل نقشبندیہ را در طریق پیدا کردن یادداشت۔" (طریق پیدا کرنے کے لئے رسائل نقشبندیہ کو یاد رکھیئے) پھر لکھتے ہیں۔ ان دونوں کتابوں میں یہ مضمون اتنے روشن ہیں کہ کسی مرشد کی تلقین کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی مرشد مل جائے تو" بادے صحبت دارد" (اس کی صحبت اختیار کرے) (شاہ صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ بیعت کرے بلکہ صحبت اختیار کرے)۔ پھر لکھتے ہیں "نسبت ہائے صوفیہ غنیمت کبریٰ است در سوم ایشاں ہیچ نمی ارزد ایں سخن بر بسیاری گراں خواہد بود۔ (اگر وہ ہر معاملہ میں کمال نہ رکھتا ہو تو اس کی اچھی باتیں حاصل کرے اور ناقص باتوں کو ترک کردے۔ صوفیہ کی نسبت غنیمت کبریٰ ہے اور ان کی رسوم کو ہرگز اختیار نہ کرے۔ یہ بات بہتوں پر گراں گزرے گی)۔ (شاہ صاحب کی یہ عبارت کچھ غیر واضح سی ہے)" وصیت دیگر باید دانست کہ میاں ما و اہل زماں اختلاف سنت است صوفی منشان گویند...... متکلمان گویند...... و ما میگویم مطلوب باعتبار صورت نوعیہ انسان بجز شرع نیست۔" (یعنی ہم میں اور اہل زمان میں اختلاف سنت ہے۔ صوفی یہ کہتے ہیں.... متکلمین یہ کہتے ہیں.... اور ہم کہتے ہیں کہ انسانیت کا مطلوب سوائے شرع کے اور کچھ نہیں) وصیت نامہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہر روز قرآن و حدیث پڑھے۔ اگر پڑھ نہ سکتا ہو تو سنے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ عوارف اور رسائل نقشبندیہ کیسی کتابیں ہیں۔ کیونکہ ان کی طرف شاہ صاحبؒ نے اشارہ فرمایا ہے۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ نقشبندی طریق کی بنیاد سنت کی پابندی

پر لکھی گئی تھی۔ بعد میں کیا کیا ہوا۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

صراط مستقیم غالباً پوری شاہ اسمٰعیل شہید کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ کچھ حصہ اس میں مولوی عبدالحیٔ کا ہے۔ شاہ اسماعیل صاحب لکھتے ہیں:" وارادۃ وتقلید شخص معین از مجتہدین ومشائخ در ارکان دین نہ۔" (ارادت (مرید ہونا) وتقلید شخصی دین کے ارکان میں سے نہیں ہے (ایضاح الحق) پھر لکھتے ہیں:" وعنوان وشعار خود محمدیت وتسنن قدم باید داشت نہ تمذہب بہ مذہب خاص وانسلاک در طریقہ مخصوصہ بلکہ مذاہب و طرق را مثل دکاکین عطارین باید شمرد وخود را از مسلکان جند محمدیؐ۔" (یعنی اپنا عنوان و شعار محمدیؐ اور سنت قدیم کو بنائے، نہ کہ کسی مذہب خاص یا طریقت کے مخصوص مسلک کو اختیار کرے اور ان کو شعار بنائے۔ بلکہ ان کو عطار کی دکان شمار کرے اور خود کو محمدی لشکر کا رکن سمجھے۔ ایضاح الحق) صراط مستقیم میں لکھتے ہیں:" تشریح قوائے باطنہ انسانیہ کہ حامل اخلاق وملکات است وتنقیح اصول حکمت عملیہ از سیاست منزلیہ ومدنیہ اصلا از شارع ماثور نیست بلکہ آنجناب منقول است ہمیں کتاب وسنت است وبس ودعوت آنجناب بہ حجت وبرہان وسیف وسنان بہ ہمیں ہر دو چیز بودہ در اشاعت ہمیں ہر دو چیز۔" یعنی صوفیت وسلوک مروجہ کے طریقے احادیث سے ثابت نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو صرف کتاب وسنت منقول ہے اور آپ کی دعوت واشاعت حجت وبرہان۔ سیف وسنان کے ساتھ ان ہی دو چیزوں کے لئے تھی۔ (طریق الحدید ص۵۶)

مولوی اسمٰعیل شہید ایک اور جگہ لکھتے ہیں:" تعین اوراد واذکار وریاضات وخلوات واربعینات ونوافل عبادات وتعین اوضاع اذکار از جہر واخفاء وضربات واعداد ومراقبات برزخیہ والتزام طاعات شاقہ ہمہ از قبیل بدعات حقیقہ است۔" (ایضاح الحق ص۳۷) یعنی اوراد واذکار کا تعین، ریاضتیں، گوشہ نشینی، چلے، من گھڑت

نوافل، جہری وخفی اذکار کے طریقے، ضربیں لگانا، گنتی مقرر کرنا، برزخی مراقبے اور عبادتِ شاقہ کا التزام، سب حقیقی بدعات کی قسم سے ہیں۔

ان دونوں بزرگوں کے مندرجہ بالا اقوال اب آپ کے سامنے ہیں۔ اور وہ کتابیں بھی آپ کے سامنے ہیں۔ یعنی شفاء العلیل اور صراطِ مستقیم۔ یہ دونوں کتابیں میرے پاس نہیں، ورنہ میں حل کرنے کی کوشش کرتا۔ میرا گمان یہی ہے کہ غالباً یہ اوائل عمری کی تصنیفات ہیں یا صراطِ مستقیم کا قابلِ اعتراض حصہ ان کا نہیں ہے بلکہ مولوی عبدالحیٔ صاحب کا ہے

بیعت کی حقیقت

بیعت کی کئی قسمیں ہیں (۱) اسلام قبول کرتے وقت بیعت کرنا۔ یہ سنّت سے ثابت ہے۔ (۲) امیر کسی وقت بھی کسی مسلم سے بیعت لے سکتا ہے کہ آئندہ فلاں فلاں کام کرنا یا نہ کرنا۔ یہ بھی سنّت سے ثابت ہے۔ (۳) خلافت، امارت، جہاد پر بیعت یہ بھی سنّت سے ثابت ہے۔ لیکن کسی مسلم کا کسی بزرگ کے پاس آکر بیعت کرنا کہ فلاں فلاں کام کروں گا یا فلاں کام نہیں کروں گا اور پھر ان بیعت لینے والوں کا مختلف ٹولیوں میں بٹ جانا۔ مختلف طریقے وضع کر لینا۔ وغیرہ وغیرہ، یہ سنّت سے ثابت نہیں۔

بقول عبدالستار صاحب، ان کی بیعت اصولاً ۳ کے ضمن میں آتی ہے۔

مسلم متوجہ ہوں اب میں دو ایک باتیں آپ کو لکھ رہا ہوں۔ ویسے یاد تو آپ کو بھی ہونگی اور عمل بھی آپ کا ان پر ہوگا۔ تاہم میں بطور یاددہانی آپ کو لکھ رہا ہوں۔ اس لئے کہ دوسرے کے لکھنے سے کچھ توجہ زیادہ ہو جاتی ہے اور کیونکہ میں اس کا تجربہ کر چکا ہوں کہ دوسرے کی توجہ مبذول کرانے سے وہ بات ذہن میں مضبوط ہو جاتی ہے۔ عمل میں چستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے عرض کر رہا ہوں۔ اب ماشاء اللہ آپ مؤمن ہیں، مسلم ہیں،

مبلّغ ہیں۔ لہذا بہت زیادہ ضرورت ہے کہ آپ کی باطنی اور ظاہری دونوں حالتیں مزکی و مصفیٰ ہوں۔ تزکیہ نفس یعنی باطنی صفائی فرائض نبوت میں سے ہے۔ ہر نبی لوگوں کے باطن کی صفائی کرنے پر مامور ہوتا ہے۔ خشیت الٰہی تقویٰ قلب میں پیدا ہونا چاہیئے۔ کبر حسد بغض وغیرہ تمام رذائل خبیثہ سے قلب پاک ہونا چاہیئے۔ یہ باتیں ہیں نے نعمنا اللھدی ہیں۔ کیونکہ اس کا اصل ذریعہ والہانہ اتباع سنّت ہے۔ لہذا یہ باتیں تو امید ہے کہ آپ میں موجود ہوں گی۔ قرآن وحدیث کا مطالعہ اور نیک صحبت اس کے لئے سونے پہ سہاگہ کا کام کرتی ہے۔ آمدم برسرِ مطلب مجھے جو بات کہنی ہے وہ ظاہری پاکیزگی کے متعلق ہے اور اس پر میں زور دینا چاہتا ہوں۔ مبلّغ کے لئے یہ بہت اہم ہے۔ غیر مسلم جو چیز دیکھتا ہے وہ آپ کا ظاہر ہے اور اس ظاہر میں دو چیزیں ہیں جن پر اس کی خاص نظر ہوتی ہے اخلاق اور نماز۔ مبلّغ کے لئے اخلاق بہت ضروری ہے۔ پس اب آپ خلق محمدی کا نمونہ بن جائیں۔ تحمل، برداشت، تواضع، انکساری پیدا کیجئے۔ کوئی بُرا بھلا کہے جواب نہ دیجئے زیادتی کرے محبت سے پیش آیئے۔ اس کے کسی بزرگ کے لئے اہانت آمیز کلمہ منہ سے نہ نکالیئے۔ نہ اپنے بزرگوں کی غلطی پر طعن کیجئے۔ ایسے لوگوں سے بچیئے۔ یہ بدنام کرنے والے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر کسی بزرگ کی لغزش پر کچھ کہنا ہو تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان کی اتباع پر مامور نہیں۔ ہم تو اتباعِ رسولؐ پر مامور ہیں۔ دوسری چیز نماز ہے جس کو دیکھ کر کشش ہوتی ہے یا نفرت۔ غیر مسلم یا مخالف نماز کو خاص طور پہ دیکھتا ہے۔ نماز کو زینت کی چیزوں کے ساتھ ادا کیجئے۔ مثلاً سر ننگا نہ ہو، کندھا کھولنے کی ممانعت ہے۔ (صحیح بخاری)

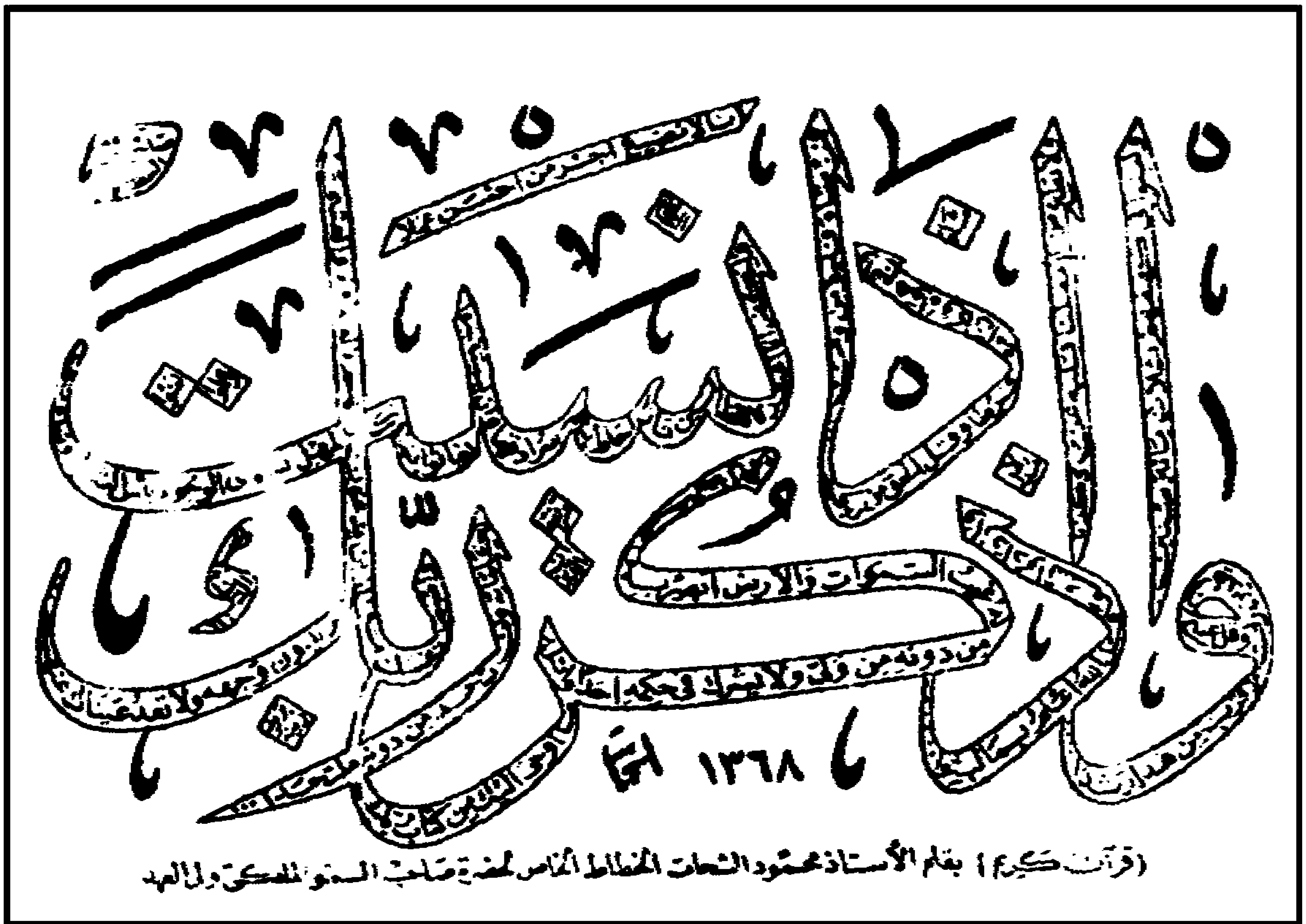
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ "ہر نماز کے وقت زینت کی چیزیں پہن لیا کرو۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔ اللہ احق ان یزین لہ۔" اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کے لئے زینت کی جائے۔ (بیہقی) یہ بھی

ارشاد ہے کہ جس کے پاس دو کپڑے ہوں وہ دونوں کپڑے پہن کر نماز پڑھے۔ (بیہقی) یعنی قمیص اور پاجامہ۔ خالی بنیان پہن کر نماز پڑھنا بد تہذیبی ہے۔ پھر کندھے بھی نہیں ڈھکتے۔ بعض لوگ کہنی یا بازو پکڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ خلافِ سنت ہے۔ کلائی پکڑنا سنت ہے۔ (ابوداود) بعض لوگ ہاتھوں کو اتنا اوپر اور بے ہنگم طریقے سے باندھتے ہیں کہ عجیب ہیئت بن جاتی ہے۔ پھر کندھوں کو اوپر کر کے کانوں سے ملا لیتے ہیں۔ یہ بڑا مکروہ منظر ہوتا ہے ہاتھوں کو سینے پر یعنی دل کے قریب رکھنا چاہیئے۔ کندھے نیچے ہونے چاہیئں۔ نماز میں سکون ہونا چاہیئے۔ (صحیح مسلم) ہاتھ سکون و وقار سے اٹھیں اور کانوں کے قریب پہنچ کر ساکن ہو جانے چاہیئں۔ نہ یہ کہ ناف تک اٹھیں یا جیسے کوئی مکھی مار رہا ہے۔ یا جیسے سرکش گھوڑوں کی دمیں اٹھتی ہیں۔ یا جیسے کوئی ہاتھ پھینک رہا ہے۔ ٹانگوں کے درمیان موزوں فاصلہ ہو۔ ٹانگیں نہ چیریں۔ جماعت میں پیر کو صرف اس آدمی سے ملائیں جو امام کے زیادہ قریب ہو۔ دونوں طرف ملانے کی کوشش نہ کریں۔ ورنہ فاصلہ زیادہ ہو جائے گا۔ کندھے نہیں ملیں گے آپ کے دوسرے پیر سے آپ کے پاس والا آدمی ملائے گا۔ سجدہ میں جاتے وقت ایک دم دھڑ سے نہ جا پڑیں۔ وقار کے ساتھ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر پہلے گھٹنے ٹکائیں اور اٹھتے وقت اس کا عکس۔ التحیات میں بعض لوگ انگشت شہادت کو بڑے زور سے گھماتے ہیں۔ یہ بے ثبوت ہے (دعاء کے وقت) آہستہ آہستہ ہلائیں۔ لیکن سلام تک اٹھائے رہیں۔ یہ سنت ہے۔ اور یہ سب کام اللہ کے خوش کرنے کے لئے کئے جائیں۔ آپ کا خط مورخہ ۱۲ اگست بھی پہنچا۔ بچے، عورتیں جن مٹکوں سے پانی لیتے ہیں، وہ مستعملہ کیسے بن سکتے ہیں۔ بچوں کے ہاتھ پاک ہیں تو پانی پاک ہے۔ عورت کے غسل یا وضو سے بچا ہوا پانی استعمال نہ کرنا چاہیئے اور وہ بھی غالباً نامحرم عورت کا بچا ہوا پانی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیویوں کا بچا ہوا پانی استعمال کر لیا کرتے تھے۔ مستعملہ پانی کا مسئلہ احناف کے ہاں ہے یعنی وضو یا غسل کرتے وقت جو پانی بدن سے لگ کر بہتا ہے وہ ناپاک ہے۔ اسی

بنا پر وہ ان قطرات کو بھی ناپاک کہتے ہیں جو وضو یا غسل کرتے وقت ہاتھ یا سر سے گرتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں ہاتھ ڈال کر ہی چلو لیا کرتے تھے، لہذا بوندیں برتن میں ضرور پڑتی ہوں گی۔

فقط خادم

مسعود



بسم اللہ الرحمن الرحیم

منجانب نواب

بخدمت شریف جناب محترم مسعود صاحب مدظلہ

السلام علیکم ۔ آپ کا خط ملا ۔ حالات معلوم ہوئے ۔ ادائی جواب میں بے حد تاخیر ہوئی جس کی وجہ میری پریشانیاں ہیں ۔ غلام اللہ ٹھٹھہ سے ۱۲ میل پر واقع ہے ۔ کراچی یا سجاول دونوں طرف سے ٹھٹھہ آنا پڑتا ہے ۔ پھر ٹھٹھہ سے جُدا بس جاتی ہے میں تقریباً ایک سال سے سجاول نہیں گیا اور نہ جانے کا خیال ہے ۔ وہاں کے علماء وغیرہ سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی ۔ وہاں کے علماء اور جُہلاء میرے سخت مخالف ہو گئے ہیں اور یہاں تو مخالفت ہے ہی ۔ میرے کراچی کے رشتہ دار سب مجھ سے الگ ہو گئے ہیں اور یہاں غلام اللہ میں ان ضدی ملاؤں سے سخت جنگ ہو رہی ہے ۔ ایک مولوی صاحب نے طیّب کے لڑکے کے ذریعے ایک " منع فاتحہ خلف الامام " نامی کتاب بھیجی ہے ۔ طیّب کے لڑکے نے وہ کتاب لا کر چپکے سے طیّب کے بکس میں رکھ دی ۔ طیّب نے اس کتاب کو پڑھا پھر میرے پاس لے آیا ۔ وہ کتاب میں نے شروع سے لے کر آخر تک پڑھی ، کتاب بڑی زہریلی ہے ۔ دو تین دن تک طیّب بھی اس کتاب سے کافی متأثر نظر آئے ۔ پھر اللہ کے فضل و کرم سے سنبھل گئے ۔ مجھے تو اس کتاب کا اور کوئی جواب بن نہیں پڑا ۔ میں نے جواب میں لکھا کہ فاتحہ خلف الامام منع ہے تو پھر شافعی کیوں پڑھتے اور فرض سمجھتے ہیں اور تم ان کو اپنا حقیقی بھائی کیوں تسلیم کرتے ہو ۔ وہ پڑھیں تو جائز اور ہم پڑھیں تو ناجائز ۔ یہ کیسی منطق ہے ۔ پہلے اپنے بھائی کو اس فعل ناجائز سے روکو ، پھر ہم سے الجھنا ۔ اب اس کتاب کے چند اقتباسات درج کرتا ہوں ۔ کتاب یوں شروع ہوتی ہے :۔

" سیدنا امامِ اعظمؒ کے صدقے میں کتاب شروع کرتا ہوں ۔ بائیس احادیث

مستند اور سینکڑوں اقوالِ صحابہؓ و عملِ صحابہؓ لکھے جاتے ہیں۔ ثبوت فاتحہ کی سات حدیثیں ہیں، جو ایک دوسری سے متضاد ہیں۔ تم بخاری شریف کے متعلق دعویٰ تو بڑا لمبا چوڑا کرتے ہو، مگر امتحان کے وقت، میدان چھوڑ کر بھاگ جاتے ہو۔ بخاری کو چھوڑ کر بیہقی کا سہارا لیتے ہو۔ آپ کی مثال اس آیت میں موجود ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ، پارہ اول۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ تم اعتراض کرتے ہو کہ معمر نے جو حدیث بخاری میں روایت کی ہے۔ وہ وہمی تھے۔ بھلا امام بخاری نے وہمی کی روایت کیوں نقل کی۔ کیا ان کو اس کا حال معلوم نہ تھا۔ حدیث نمبر ۳ عمرو بن شعیب میں صرف فاتحہ اور علاوہ کی ممانعت ہے۔ حدیث نمبر ۴ میں فاتحہ اور اس سے زیادہ کا حکم ہے۔ ان چاروں حدیثوں میں احکام مختلف اور جداگانہ ہیں۔ اس کے علاوہ نمبر ۵ میں حضرت ابوہریرہؓ کی دل میں پڑھنے کی ہے۔ نمبر ۶ میں جو امام بخاری کی سکتہ میں پڑھنے کی ہے۔ ساتویں میں جو حضرت علیؓ کی ہے اس میں امام کے پیچھے نماز سری میں دو سورتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔ اب یہ سات حدیثیں ہیں جو الگ الگ حکم دیتی ہیں۔ آپ کا عمل کس حدیث پر ہے، عمل تو ایک ہی پر ہوگا تو تم چھ کے تارک ہوئے۔ تو پھر کس قاعدے سے عامل بالحدیث بن گئے۔ حدیثوں کی روشنی میں تمہارا دعویٰ باطل ثابت ہو رہا ہے۔ حدیث عبادہؓ میں مقتدی کا ذکر نہیں ہے۔ تم نام نہاد باطل دعویٰ کرنے والے لکھتے ہو کہ یہ غلط ہے جب دلیل عام ہوتی ہے تو اس کے تمام افراد اس میں داخل ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس حدیث میں امام مقتدی منفرد سب داخل ہیں۔ حدیث عبادہ میں تو تم نے تینوں کو داخل کر لیا۔ کیوں کہ تم کو وہاں اس کی ضرورت تھی اور حدیث عمرو بن شعیب میں مقتدی کو علیحدہ کر دیا۔ کیوں کہ یہاں تم کو اس کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے دلیل خاص ہوگئی۔ یہ تمہارے گھڑے ہوئے خواص ہیں۔ جس کو چاہا عام کر دیا، جس کو چاہا خاص کر دیا۔ حالاں کہ عمرو بن شعیب کی حدیث میں امام مقتدی منفرد کا ذکر نہیں ہے۔ یہ تمہارا اپنا اجتہاد ہے۔

تمہاری اپنی خواہش کی اتباع ہے حدیث نمبر ۴ کو کہتے ہو کہ ضعیف ہے حالانکہ تمہاری عقل، تمہارا ایمان ضعیف ہے۔ حالانکہ یہ بخاری کی حدیث ہے جس کے تم پیرو ہو۔ اگر جزءالقراءۃ بخاری کی حدیثوں کو غلط بتاؤ گے تو امام بخاری کی کتاب کا نام لفظ صحیح بدل دینا ہوگا۔ پھر اس کے بعد کون سی کتاب صحیح ہوگی جس کو تم صحیح بتاؤ گے۔ حدیث نمبر ۵ میں کہتے ہو کہ حضرت ابوہریرۃ کو مدینہ کی گلیوں میں منادی کا حکم نہیں تھا۔ ذرا دیکھو جزء القراءۃ بخاری صہ ۱۹ : قال ابوعثمان النہدی نا سمعت ابا ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أخرج منادا فی المدینۃ ان لاصلوٰۃ الا بقرآن ولو بفاتحۃ الکتاب فما زاد ۔ دیکھو مدینہ میں منادی کا حکم تھا یا کان پور میں۔ روایت نمبر ۶ کے بارے میں کہتے ہو کہ امام بخاری کے زمانے میں تو یہاں آیا والی نماز نہیں ہوتی تھی ۔ بلکہ تکبیر تحریمہ اور قراۃ کے درمیان سکتہ ہوتا تھا حالانکہ یہ دعا ثنا امام اور مقتدی دونوں کے لئے ہے۔ ہمارا امام تمہاری طرح مقتدی کا تابع نہیں ہوتا۔ بلکہ مقتدی امام کے تابع ہوتا ہے۔ نماز میں رکوع اور سجدہ میں تین بار تسبیح واجب ہے ۔ دیکھو حجۃ البالغہ صہ ۲۱ میں ۔ مگر آپ کی شریعت جدا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ایک قوم ہوگی جو بہت عبادت کرے گی یعنی لمبے رکوع اور سجود کرے گی۔ تم اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نماز روزوں سے حقیر سمجھو گے لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ اسی لئے ہم اہل سنّت جماعت سنّت کے مطابق رکوع سجدہ کرتے ہیں۔ کیوں کہ جماعت میں ضعیف کمزور سب ہوتے ہیں اسی لئے ہمارے آقائے نامدار نے ہلکی نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ مسبوق کے بارے میں یہ کہتے ہو کہ جب امام رکوع میں ہو جائے تو مسبوق نہ جائے۔ بلکہ جلدی سے فاتحہ پڑھ کے پوری کرلے پھر جائے حالانکہ ہمارے آقائے نامدار کا حکم ہے کہ امام کی اقتدا کرو۔ امام اسی لئے ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔

جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو۔ مگر تم گندم نما جو فروش اپنا اجتہاد چلاتے ہو۔ صحابہ کرامؓ سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے لیکن یہ آیت نازل ہوئی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو۔ تب چھوڑ دیا۔ پہلے نماز میں صحابۂ کرامؓ آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ جمعہ کے خطبہ میں اناج خریدنے بازار جایا کرتے تھے، تو آیت پارہ ۲۸ رکوع ۱۲ میں نازل ہوئی اور منع کیا گیا۔ دیکھو پارہ اول رکوع ۱۸ جس میں دونوں فعلوں سے روکا گیا ہے فاتحہ کی سورت میں واضح دلیل قول امام احمدؒ میں دیکھو حضرت ابوہریرہؓ فاتحہ کو دل میں پڑھنے کا حکم دیتے۔ کیوں کہ آیت سورہ اعراف کا احترام تھا۔ علامہ عینی شرح بخاری ص ۶۳ جلد سوم میں لکھتے ہیں۔ یعنی شیخ عبداللہ بن یعقوب نے کتاب کشف الابرار میں ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ ان کے باپ زید بن اسلم نے کہا کہ اصحابِ حضورؐ سے دس صحابی قرأت فاتحہ خلف الامام سے سخت منع کرتے تھے۔ ۱۔ حضرت صدیق اکبرؓ ۲۔ حضرت عمرؓ ۳۔ حضرت عثمانؓ ۴۔ حضرت علیؓ ۵۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ ۶۔ حضرت سعد بن وقاصؓ ۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ۸۔ حضرت زید بن ثابتؓ ۹۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ۱۰۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ۔ مگر تم لوگوں کی مثال اس آیت کے مصداق ہے: وان یروا کل آیۃ لایومنوابھا وان یروا سبیل الرشد لایتخذوہ سبیلا۔ تم علم کا تورہ ہو۔ صرف دلیلوں کو ضعیف کہنا جانتے ہو۔ ایک طرف عینی کے قول کو ضعیف کہتے ہو۔ دوسری طرف اسی کے قول کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہو۔" اقتباسات ختم ہوتے۔

ان خیالوں میں الجھا ہوا تھا کہ میرے داماد کا خط ملا۔ جس کے پڑھنے سے بڑی کوفت ہوئی۔ اُس نے اس طرح لکھا کہ گویا اس کو مجھ سے کوئی لگاؤ ہی نہیں ہے اس خط کے لفافہ پر مدرسہ ہاشمیہ کی مہر لگی ہوئی ہے۔ اُس نے خط یوں شروع کیا:

"جناب عالی! آپ ہم احناف کو رفع الیدین نہ کرنے پر ملامت کرتے ہیں۔ حالانکہ بیسیوں حدیثوں میں ترک رفع الیدین ثابت ہے۔ میں چند حدیثیں آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اگر چاہو تو اور بھی بھیج سکتا ہوں۔ آپ ان حدیثوں کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ متروک شدہ چیز پر اصرار کر کے امت میں انتشار پھیلا رہے ہیں۔ آپ بھی ان حدیثوں پر عمل کر کے رفع یدین ترک کر دیجئے تو امتِ محمدیؐ انتشار سے بچ جائے گی اور ہم کو خوشی ہوگی۔ وغیرہ" خط کا مضمون ختم ہوا۔ آپ ان کو دیکھئے اور پھر مجھے لکھیئے کہ کیا یہ احادیث صحیح ہیں۔ میں نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اس سے میں نے خط وکتابت بند کر دی ہے۔ یہ بھی مجھے لکھیئے کہ جس طرح حنفی چاروں اماموں کے مذہبوں کو حق پہ سمجھتے ہیں۔ کیا شافعی وغیرہ بھی ان کو حق پر سمجھتے ہیں.....

پھر دوسرے دن مجھے گوجرانوالہ سے فیض علی شاہ حنفی عالم کا خط موصول ہوا۔ یہ عالم پہلے سجادل میں تھا۔ جس نے مجھ سے ایک خط آپ کو لکھوایا تھا کہ حنفی مذہب تنکوں کا بنا ہوا نہیں ہے اور مدلّل جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن پھر جواب نہ دے سکا۔ پھر وہ سجادل سے چلا گیا تھا۔ اب پورے ایک سال کے بعد گوجرانوالہ سے خط لکھا ہے کہ "غیر مقلد کا جواب تعلید" تو اس موضوع پر معلومات کرنے سے بہت مواد ملا۔ مگر مجھے فرصت نہیں ہے کہ جواب دے سکوں۔ ادھر مولوی اشرف نے حقیقۃ الفقہ کتاب کے جواب میں اعلان کیا کہ اس کتاب میں جس قدر حوالجات ہماری فقہ کی کتابوں کے دیئے گئے ہیں وہ سارے حوالجات غلط ہیں۔ ہماری فقہ کی کتابوں میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ محض ہم اہل سنت جماعت پر بہتان ہے' وغیرہ۔ براہ کرم روشنی ڈالیئے کہ کیا یہ حوالجات غلط ہیں؟

غرض آج کل یہی طوفانِ بدتمیزی میرے چاروں طرف امنڈا ہوا ہے اور مجھ پر چاروں طرف سے دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ حنفی عالم میرے پاس ہر ہفتہ کوئی نہ کوئی چلا آتا

ہے اور بحث و مباحثہ کرتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں میرے متعلق نفرت پیدا کی جاتی ہے۔ کوئی مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ بعض دفعہ ایسا گھبرا جاتا ہوں کہ چاہتا ہوں کہ بھاگ جاؤں۔ عجیب مخمصے میں پھنسا ہوں۔ پریشانیوں سے دماغ اس قابل نہیں رہا کہ دل جمعی سے بحث و مباحثہ کر سکوں۔ آپ ہمارے لیے دعائے خیر فرمائیں۔ اب میں چند سوالات آپ سے کرتا ہوں۔ براہِ کرم تفصیلی جواب دیجئے :-

۱- یہ جو کہا جاتا ہے کہ علماء وارث انبیاء ہیں تو اس سے کیا مراد ہے ؟

۲- طحاوی شریف، دارقطنی، نیل الاوطار، کیا یہ کتابیں مستند ہیں ؟ کیا ان کی حدیثیں صحیح ہیں۔ دیلمی، ترغیب و ترہیب۔

۳- دلائل الخیرات کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

۴- تفسیر قرآن سے کیا مراد ہے۔ ترجمہ پر بھروسہ کیا جائے یا تفسیر پر، تفسیر میں جو کچھ ہوتا ہے کیا اس کو صحیح مان لیا جائے۔ ؟

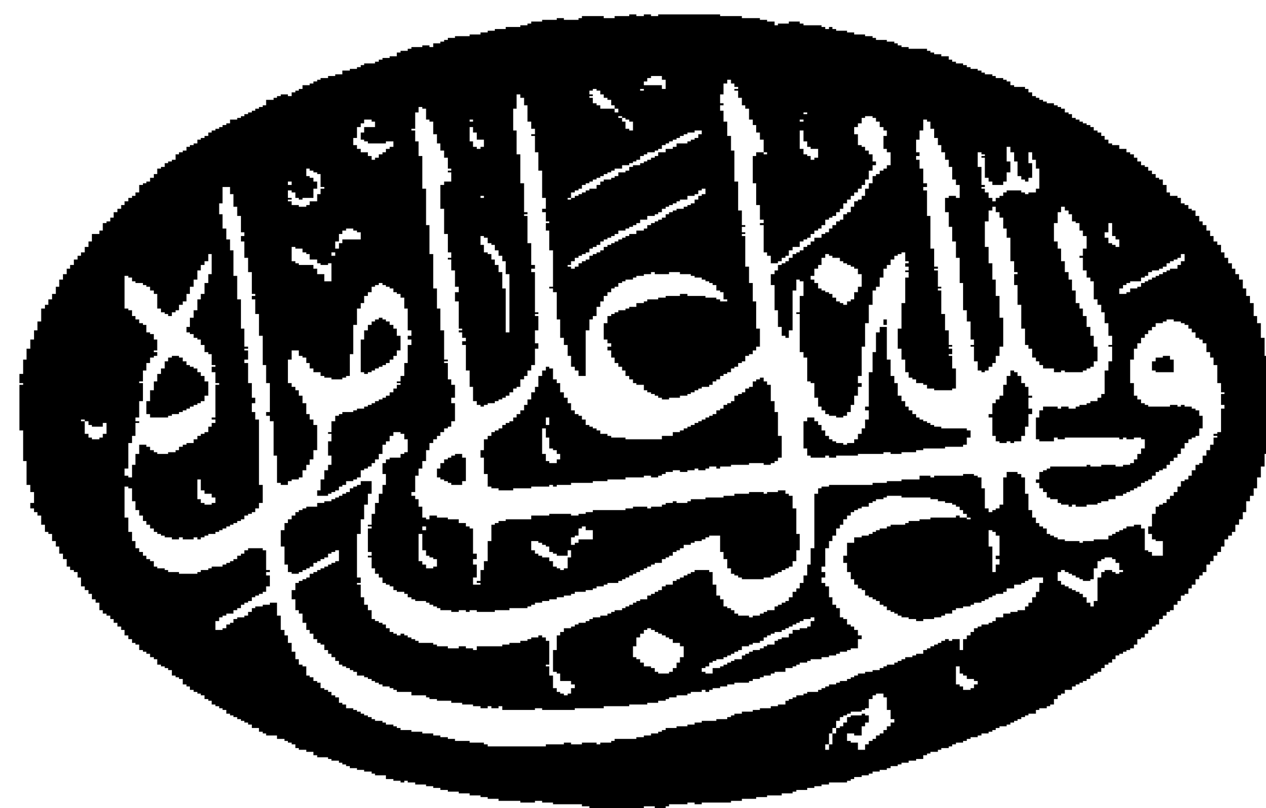
۵- شرح حدیث سے کیا مراد ہے۔ حدیث کے ترجمہ معنی پر عمل کریں یا شرح دیکھنی ضروری ہے۔ اگر بغیر شرح دیکھے عمل نہیں کیا جا سکتا تو پھر کس کی شرح مستند ہے

۶- ابو داؤد میں رفع الیدین کے باب میں علامہ وحید الزمان صاحب نے لکھا ہے کہ رفع الیدین مستحب ہے فرض و واجب نہیں ہے۔ اس کا کیا یہ مطلب نہیں ہوا کہ اگر نہ کریں تو نماز ہو گئی۔

ابو داؤد جو ابھی نئی سعید اینڈ سنز والوں نے شائع کی ہے، جگہ جگہ علامہ وحید الزمان صاحب کی شرح کے نیچے نوٹ لکھا ہے کہ یہ آپ کا قول ہے جو غیر مستند ہے۔ اس طرح ایک جگہ طلوعِ آفتاب سے قبل ایک رکعت ملنے سے فجر کی نماز ہو جانے کے بارے میں علامہ نے لکھا کہ حنفیوں کا اجتہاد اس کے خلاف ہے جو غلط ہے۔ ان کو اس حدیث کی روشنی میں اپنے

امام کا قول ترک کر دینا چاہیئے۔ جو دلیل حنفی پیش کرتے ہیں وہ اس حدیث کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اس پر سعید صاحب نے نیچے نوٹ لکھا ہے کہ وہ دلیل بھی لکھ دیتے تاکہ فیصلہ ہو جاتا کہ آپ سچ کہتے ہیں یا حنفی۔ اس کا کیا مطلب ہے اور وہ کون سی دلیل ہے جو حنفی پیش کرتے ہیں اور اس طرح نوٹ لکھنے سے کیا حدیثوں کے بارے میں شک و شبہ نہیں پیدا ہو جاتا۔ ساری سنن ابوداؤد شریف میں اس طرح نوٹ ڈال کر علامہ کی شرح کو رد کرنے کی کوشش کی ہے۔ فقط

نواب ۱۷/۹/۶۲



بسم اللہ الرحمن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت مخدومی مکرمی جناب نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،   چک ۳۲/۱۱ ۳۰ ستمبر ۱۹۶۲ بروز اتوار

اما بعد! آپ کا خط مورخہ ۱۷ ستمبر وصول ہو کر کاشف حالات ہوا۔

احادیثِ صحیحہ میں کوئی تضاد نہیں، ہر صحیح حدیث قابلِ عمل ہے

اب آپ کے سوالات کے جوابات لکھتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

سوال ۱۔ ثبوت فاتحہ کی سات حدیثیں ہیں جو ایک دوسرے سے متضاد ہیں؟

جواب۔ بالکل غلط ہے، کوئی تضاد نہیں ہے

سوال ۲۔ تم ایک حدیث پر عمل کرتے ہو اور چھ کے تارک ہو؟

جواب۔ ساتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ لہٰذا ہمارا عمل سب پر ہے۔ ہمارے ہاں یہ اصول ہے ہی نہیں کہ آیات واحادیث کو ٹکرا کر ان آیات و احادیث کو ساقط کر دیں، کوئی بھی عمل کے قابل نہ رہے۔ "اذا تعارضا تساقطا" یہ حنفیوں کا اصول ہے۔

سوال ۳۔ بخاری کو چھوڑ کر بیہقی کا سہارا لیتے ہو؟

جواب۔ بخاری کو چھوڑنے کا الزام غلط ہے۔ ہاں ہمیں کسی امام سے بغض نہیں اگر امام بیہقی بھی کوئی صحیح حدیث روایت کرتے ہیں تو ہم اسے قبول کرتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ ہمارے خصم کی حدیث ہے۔ ہم اس کو رد کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اگر بظاہر تضاد بھی ہوتا ہے تو

تطبیق دے کر دونوں صحیح احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ ساقط کسی کو نہیں کرتے

سوال ۲۸۔ تم اعتراض کرتے ہو کہ معمر نے جو حدیث بخاری میں روایت کی ہے وہ وہمی تھے۔ بھلا امام بخاری نے وہمی کی روایت کیوں نقل کی۔ کیا ان کو اس کا حال معلوم نہ تھا؟

جواب۔ معمر کے وہم کی طرف امام بخاریؒ ہی نے اشارہ فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: وَعامة الثقات لم یتابع معمرًا فی قوله فصاعدًا مع انه قد اثبت فاتحة الکتاب وقوله فصاعدًا غیر معروف۔ یعنی عام ثقات اہل حدیث معمر کے قول "فصاعدًا" کی متابعت نہیں کرتے۔ حالانکہ سورۂ فاتحہ کا وجوب تو ثابت ہے لیکن "فصاعدًا" غیر معروف ہے۔ (کتاب القرأت صـ۳) امام بخاری کے اس قول سے ثابت ہوا کہ معمر کا انفراد ہے۔ تمام ثقہ محدثین نے یہ جملہ کہ "سورۂ فاتحہ کے علاوہ بھی پڑھنا فرض ہے"۔ روایت نہیں کیا۔ لہٰذا اس جملہ میں شذوذ واقع ہوا۔ دوسری بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ معمر کے متعلق ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ بلکہ اتنا ہی جتنا امام بخاری نے لکھا ہے۔ پھر امام بخاری نے اس جملہ "فصاعدًا" کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے دونوں حدیثوں میں تطبیق دے دی ہے اور دونوں کو قابلِ عمل بنا کر پیش کر دیا ہے۔ کسی کو ساقط نہیں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ الا ان یکون کقوله لا یقطع الید الا فی ربع دینار فصاعدًا وقد یقطع الید فی دینار وفی اکثر من دینار یہ اس حدیث کے مثل ہو سکتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر ربع دینار یا اس سے زیادہ کی چوری میں اور تحقیق ہاتھ دینار میں بھی کاٹا جاتا ہے اور دینار سے زیادہ میں بھی (کتاب القرأت صـ۳) گویا جس طرح چوتھائی دینار کم سے کم چوری کی مقدار ہے جس پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اس سے کم پر نہیں اسی طرح سورۂ فاتحہ کم سے کم مقدار ہے جس سے نماز ہوتی ہے۔ اس سے کم ہو تو نماز نہ ہوگی۔ یا

پھر اس سے زیادہ ہو تو ہو جائے گی جس طرح چوتھائی دینار سے زیادہ کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک "فصاعداً" کا یہ مطلب ہے، کتنی اچھی تطبیق ہے۔

سوال ۵۔ عمرو بن شعیبؒ کی حدیث میں صرف فاتحہ کا حکم اور علاوہ کی ممانعت ہے۔

جواب۔ عمرو بن شعیبؒ کی حدیث یہ ہے۔ کل صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بام الکتاب فھی مخدجۃ" یعنی ہر وہ نماز جس میں فاتحہ نہ پڑھی جائے، ناکارہ ہے۔ (کتاب القرأت صہ) اس میں تو علاوہ کی ممانعت کہیں نہیں ہے۔ ہاں حکم صرف فاتحہ کا ہے۔ اس لئے کہ وہ نماز کا جزو لازم ہے۔ اس کو ترک کیا ہی نہیں جا سکتا۔

سوال ۶۔ حدیث نمبر ۴ میں فاتحہ اور اس سے زیادہ کا حکم ہے؟

جواب۔ ہمیں زیادہ کا حکم بھی تسلیم ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فاتحہ ہر حال میں ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ زیادہ پڑھنا ہر حال میں ہر ایک کے لئے ضروری نہیں ہے مقتدی کے لئے صرف سورۂ فاتحہ لازمی ہے زیادہ پڑھنا لازمی نہیں۔ بلکہ امام کی جہری قرأت کے دوران پڑھنے کی ممانعت ہے۔

سوال ۷۔ اس کے علاوہ حدیث نمبر ۵ میں حضرت ابوہریرہ رضؓ کی دل میں پڑھنے کا حکم ہے۔

جواب۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کی حدیث میں مقتدی کا ذکر صراحتاً موجود ہے۔ لہٰذا مقتدی کو دل ہی میں پڑھنا چاہیئے۔ بلند آواز سے پڑھنے کے لئے کون کہتا ہے۔ اور کس حدیث میں بلند آواز سے پڑھنے کا حکم ہے جس سے یہ حدیث ٹکراتی ہو، بلکہ ادیث میں مقتدی کو بلند آواز سے پڑھنے کی ممانعت ہے۔ لہٰذا سب احادیث

ایک دوسرے کی موافقت کرتی ہیں۔ مگر اُدھر تو تقلید کی کرشمہ سازی ہے۔

سوال ۸۔ حدیث نمبر ۶ میں سکتہ میں پڑھنے کا حکم ہے۔

جواب۔ بالکل ٹھیک ہے۔ مقتدی کو امام کے سکتوں میں پڑھنا چاہیئے اور جب امام پڑھے تو اس کو سننا چاہیئے۔ ہمارا اسی پر عمل ہے۔

سوال ۹۔ حضرت علیؓ کی حدیث ۷ میں امام کے پیچھے سری نماز میں دو سورتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔

جواب۔ بالکل ٹھیک ہے۔ مقتدی سری رکعات میں فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورت بھی پڑھ سکتا ہے۔ حضرت علیؓ کے الفاظ یہ ہیں: اذا لم یجہر الامام فی الصلوٰۃ فاقرأ بأم الکتاب وسورۃ أخرٰی الخ یعنی جب امام بلند آواز سے قرأت نہ کرے تو پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ بھی پڑھو اور سورۃ بھی اور آخری رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھو۔

سوال ۱۰۔ اب یہ سات حدیثیں ہیں جو الگ الگ حکم دیتی ہیں۔ آپ کا عمل کس حدیث پر ہے۔

جواب۔ ہمارا عمل ساتوں پر ہے۔ ہر ایک حدیث کا الگ محل ہے۔ سورۃ فاتحہ ہر شخص کے لئے لازمی ہے (حدیث عبادہ بن صامت رضؓ وغیرہ) امام ومنفرد کو سورۃ فاتحہ کے علاوہ بھی پڑھنا چاہیئے۔ (حدیث ابوسعیدؓ و ابوہریرہؓ وغیرہ) مقتدی کو جہری رکعات میں سورۃ فاتحہ سے زیادہ نہیں پڑھنا چاہیئے۔ (حدیث عبادہؓ وغیرہ) مقتدی کو بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہیئے۔ بلکہ دل میں پڑھنا چاہیئے۔ (حدیث ابوہریرہ رضؓ وغیرہ) مقتدی کو سری رکعات میں فاتحہ پڑھنی چاہیئے اور دوسری سورت بھی (حدیث علی رضؓ) مقتدی کو جہری رکعات میں بھی سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیئے۔ (حدیث عبادہ رضؓ وغیرہ) لیکن امام کے ساتھ ساتھ نہیں بلکہ امام کے سکتات میں (حدیث سکتہ) تمام احا

اپنے اپنے محل پر ہیں۔ کسی میں کوئی تعارض نہیں۔ سب پر عمل کرنا شانِ ایمان ہے۔

سوال ۱۱۔ حدیث عبادہؓ میں مقتدی کا ذکر نہیں۔

جواب۔ حدیث عبادہؓ میں خطاب ہی آپ نے مقتدیوں سے فرمایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یہ ہیں:۔ لا تقرؤا بشیء من القراٰن اذا جھرت الا باُم القراٰن فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بھا۔ یعنی جب میں بلند آواز سے قرأت کروں تو قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھو سوائے سورۂ فاتحہ کے اس لئے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ (ابو داؤد)

سوال ۱۲۔ حدیث عبادہؓ میں تو تم نے تینوں کو داخل کر دیا کیونکہ تم کو وہاں اس کی ضرورت تھی۔ اور حدیث عمرو بن شعیب میں مقتدی کو علیٰحدہ کر دیا۔ کیوں کہ یہاں تم کو اس کی ضرورت نہ تھی۔

جواب۔ حدیث عبادہؓ میں حکم عام ہے اور خطاب خاص ہے۔ لہٰذا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی مقتدی اور غیر مقتدی کو اس میں شامل کر دیا۔ ہمارا کیا قصور ہے؟ حدیث عمرو بن شعیب میں اگرچہ حکم عام ہے لیکن عبادہؓ کی حدیث نے جو نمبر ۱ میں اوپر درج کی گئی ہے مقتدی کو اس سے علیٰحدہ کر دیا۔ لہٰذا یہاں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی سے ہم نے خاص کیا۔ ہم خود کچھ نہیں کرتے جو آپ کہہ دیتے ہیں ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔ ہم قیاس آرائی نہیں کرتے۔ حدیث سے حدیث کو خاص کرتے ہیں۔ اپنی رائے سے نہیں۔ پھر عمرو بن شعیب کی حدیث میں دوسری سورت کا ذکر ہی کہاں ہے؟ یہ حدیث ۵ میں اوپر درج ہے۔ اس میں صرف سورۂ فاتحہ کا ذکر ہے۔ یعنی اس میں اور حدیث عبادہؓ میں کوئی فرق ہی نہیں۔ ایک ہی مضمون ہے۔ لہٰذا اعتراض ہی لغو ہے۔ غالباً ان کا اشارہ حدیث ابو سعیدؓ کی طرف ہے جو ۶ میں مذکور ہے۔ جواب اس کا وہی ہے جو اوپر نقل ہوا ہے۔ یعنی مقتدی کو اس سے

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی خاص کر دیا ہے اور وہ یہ کہ مقتدی بعض حالات میں تو سورۃ پڑھ سکتا ہے اور بعض حالات میں نہیں۔ (حدیث عبادہؓ ملا و حدیث علیؓ ملا)

سوال (۱۳)۔ حدیث نمبر ۴ کو کہتے ہو کہ ضعیف ہے۔ حالانکہ یہ بخاری کی حدیث ہے جس کے تم پیرو ہو؟

جواب۔ ہم ضعیف نہیں کہتے بلکہ حدیث عبادہؓ سے اس کو خاص کرتے ہیں۔ مصنف کا بخاری کی حدیث سے کیا مطلب ہے۔ اگر اس سے صحیح بخاری مراد ہے، تو بالکل غلط ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں، بلکہ جزء القرأت میں ہے۔ یہ امام بخاری کی دوسری کتاب ہے۔ امام بخاری نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن جو درجہ صحیح بخاری کو ملا وہ کسی اور کو نہیں، بہرحال ہم تو ہر صحیح حدیث کے پیرو ہیں خواہ وہ کہیں بھی ہو۔

سوال ۱۴۔ اگر جزء القرأت کی حدیثوں کو غلط بتاؤ گے تو امام بخاری کی کتاب کا نام لفظ صحیح بدلنا ہوگا۔

جواب۔ جزء القرأت کی حدیث ضعیف ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث ضعیف ہو گئی صحیح کی شرط تو صرف صحیح بخاری کے لئے ہے۔ ورنہ امام بخاریؒ کی دوسری کتابوں میں ضعیف حدیثیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ عجیب منطق ہے کہ فلاں کتاب میں حدیث ضعیف ہے تو صحیح بخاری ضعیف ہو گئی ہے۔ یہ محض دھوکا دیا گیا ہے اور جاہل ہی اس سے دھوکا کھا سکتے ہیں نہ کہ عالم، اور مقصد یہی ہے اور کچھ نہیں۔

سوال ۱۵۔ حدیث ۵ کے متعلق کہتے ہو کہ ابوہریرہؓ کو مدینہ کی گلیوں میں منادی کا حکم نہیں تھا؟

جواب۔ کون کہتا ہے؟

سوال ۱۶۔ ہمارا امام تمہاری طرح مقتدی کا تابع نہیں ہوتا؟

جواب۔ تمہارے یہاں بھی امام تابع ہوتا ہے۔ تم ہی نے آگے جا کر لکھا ہے کہ

جماعت میں کمزور ضعیف سب ہوتے ہیں۔ لہذا امام ہلکی نماز پڑھائے۔ یہ مقتدی کی تابعیت نہیں تو اور کیا ہے۔ تم ہی کہتے ہو کہ امام کے لئے مستحب ہے کہ پانچ مرتبہ تسبیحات پڑھے تاکہ مقتدی بآسانی تین مرتبہ پڑھ سکیں۔ خود فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی کی ضرورت کا لحاظ رکھتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ میں نماز کو طول دینا چاہتا ہوں لیکن بچے کے رونے کی آواز کان میں آتی ہے تو نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں۔ مبادا اس کی ماں کی پریشانی کا باعث ہو (بخاری) لیجئے امام الائمہ امام اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تو تابع ہونے سے عار محسوس نہ کریں۔ لیکن حنفی امام کو عار محسوس ہوتی ہے۔ آپ کی ظہر کی پہلی رکعت اتنی طویل ہوتی تھی کہ اقامت کے بعد جانے والا پیشاب یا خانہ کے لئے جاتا اور واپس آکر وضو کر کے پہلی رکعت میں شامل ہو جاتا۔ (بخاری) یہ کس کی تابعیت تھی۔ پھر عشار کی نماز میں آپ لوگوں کا انتظار کرتے تھے۔ اگر لوگ زیادہ ہوتے تو جلدی پڑھ لیتے۔ اگر کم ہوتے تو تاخیر کر کے پڑھتے۔ پھر سکتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ لہذا امام پر لازم ہے کہ وہ سکتے کرے۔ اسے اب آپ مقتدی کی تابعیت کہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کہیں۔ ہم ایسے طعنوں سے نہیں ڈرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سکتے کرتے تھے اور انہی سکتوں میں صحابہ سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (حدیث عمرو بن شعیب، کتاب القرائت امام بیہقی و حدیث سکتات عن سمرہ بن جندبؓ، ابو داؤد وغیرہ) لہذا ان سکتوں کی رعایت برائے مقتدیان اللہ کے رسول کی سنت ہے اور ہم اس پر عمل کرتے ہوئے فخر کرتے ہیں اور جو مقتدیوں کی رعایت نہ کرے یعنی مقتدیوں کی قرائت کے لئے سکتہ نہ کرے اسے بدعتی سمجھتے ہیں۔ سنیئے عبداللہ بن عثمانؒ فرماتے ہیں:۔

قلت لسعيد بن جبير اقرأ خلف الامام قال نعم وان سمعت قراءته انهم قد احدثوا ما لم يكونوا

يصنعونه ان السلف كان إذا أمّ أحدهم النّاس كبّر ثم أنصت حتى يظن ان من خلفه قد قرأ فاتحة الكتاب ثم قرأ فانصتوا۔ یعنی میں نے (مشہور تابعی امام) سعید بن جبیر سے پوچھا۔ کیا میں امام کے پیچھے بھی قرأت کروں فرمایا ہاں قرأت کر۔ اگرچہ تم اس کی قرأت بھی سن رہے ہو۔ ان لوگوں نے تو یہ بدعت نکالی ہے جو پہلے لوگ نہیں کرتے تھے بے شک ہمارے سلف (صحابہؓ) میں سے جب کوئی امام بنتا تھا تو تکبیر تحریمہ کہہ کر خاموش رہتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ یہ گمان کر لیتا تھا کہ اب سب مقتدیوں نے سورۃ فاتحہ پڑھ لی ہوگی تو پھر وہ قرأت شروع کرتا تھا اور مقتدی خاموش رہتے تھے۔ (جزء القرأت امام بخاری صد ۶۲)

گویا امام صحابہ کرام مقتدیں کے تابع تھے۔ ان کی قرأت کے لئے طویل سکتے کرتے تھے۔ الغرض مقتدیوں کی قرأت کے لئے سکتے کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم، آپ کی سنت، آپ کے صحابہ کی سنت۔ اب جو اس پر عمل کرتا ہے وہ خوش قسمت ہے اور جو عمل نہیں کرتا وہ بقول حضرت سعیدؒ بدعتی ہے اور جو طعنہ بھی دے تو پھر وہ ذرا دل کو ٹٹول کر دیکھے کہ کیا کسی گوشہ میں ایمان کی کوئی رتی بھی باقی ہے یا نہیں؟

سوال ۱۷۔ حضور نے فرمایا کہ ایک قوم ہوگی لمبے رکوع سجود کرے گی..... الخ

جواب ۔ آپ کا یہ فرمان خارجیوں کے متعلق ہے۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو پہچانا اور ان کو تہ تیغ کیا۔

سوال ۱۸۔ تم یہ کہتے ہو کہ جب امام رکوع میں جائے تو مسبوق نہ جائے بلکہ جلدی سے فاتحہ پڑھ کے رکوع کرے۔

جواب ۔ غلط ہے۔ امام رکوع میں جائے تو فوراً رکوع میں جائے۔ ہاں تم یہ کہتے

ہو کہ امام نماز پڑھتا ہے تو پڑھنے دو۔ تم شامل نہ ہو۔ بلکہ اپنی نماز شروع کر دو۔ یعنی سنت فجر۔
اچھا یہ بتاؤ کہ امام سلام پھیر دے تو مسبوق امام کی متابعت کرے یا نہیں؟ اگر نہیں کرے تو
تمہارا عام قاعدہ کہاں گیا؟

سوال ۱۹۔ صحابۂ کرام سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔ لیکن جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی
کہ جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو، تب چھوڑ دیا۔

جواب ۔ جھوٹ بے سند و بے ثبوت ہے۔ صحابہ کرامؓ تو سعید بن جبیرؒ کے زمانے
میں بھی سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔ ان کے امام مقتدیوں کی قرأت کے لئے طویل سکتے کرتے
تھے۔ جیسا کہ اوپر ۱۹ میں گزرا۔

سوال ۲۰۔ کشف الابرار میں ہے کہ دس صحابی مثلاً خلفاء اربعہ وغیرہ فاتحہ خلف
الامام سے منع کرتے تھے۔

جواب ۔ جھوٹ ہے۔ کسی حدیث کی کتاب میں یہ روایت نہیں ہے۔ کشف الابرار
والے نے من گھڑت بات لکھ کر دھوکا دیا ہے۔ یا انہوں نے غلط حوالہ دے کر عوام الناس
کو دھوکہ دیا ہے۔

اس کتاب کے متعلق سوالات ختم ہو گئے۔ ایک دو مرتبہ شروع میں مجھے بھی ایسی
کتابوں سے دھوکہ ہوا تھا۔ لیکن اب تو ہر چیز اللہ کے فضل و کرم سے روز روشن کی طرح
عیاں ہے۔ اب میں بہ آسانی سمجھ جاتا ہوں کہ کہاں کہاں فریب سے کام لیا گیا ہے۔ مگر
بیچارے جاہلوں کا کیا حشر ہوگا! انھیں کیا خبر کہ معاملہ کیا ہے؟ وہ تو کشف الابرار جیسی کتابوں
کا نام سن کر ہی مرعوب ہو جاتے ہوں گے۔ ایسے جاہلوں کو متنبہ کرنا آپ کا اور ہمارا
فرض ہے۔ آگے اللہ مالک ہے۔

رفع الیدین کے سلسلے میں جو احادیث آپ کے داماد نے لکھی ہیں ان کا جواب
سنیئے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو چھ جگہ لکھا ہے اور دھوکہ یہ دیا ہے گویا یہ چھ حدیثیں

ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کا جواب پہلے کسی عریضے میں دے چکا ہوں۔ غالباً آپ کے پاس محفوظ ہوگا۔ امام ابن حبان نے لکھا ہے کہ اہلِ کوفہ کی یہ سب سے اچھی دلیل ہے حالانکہ یہ بھی بہت ضعیف ہے۔ اس میں کئی علتیں ہیں جو اسے باطل بنا رہی ہیں ذیل لازم امام نووی نے لکھا ہے کہ اس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے (خلاصہ) امام شافعیؒ امام عبداللہ بن مبارکؒ وغیرہ ائمہ دین نے کہا ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ امام بخاری نے اسے غیر محفوظ بتایا ہے۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا ہے۔ یہ حدیث ان معنوں اور ان لفظوں کے ساتھ صحیح نہیں۔ امام محمد نے اپنی موطا میں اس کو نقل نہیں کیا۔ حالانکہ یہ ان کی سب سے بڑی دلیل تھی اور کوفہ ہی میں یہ درس پا رہی تھی۔ پھر یہ اگر صحیح بھی ہو تو اس میں عبداللہ بن مسعودؓ کا انفراد ہے اور یہ ان کی بھول ہے۔ اسی طرح چند اور بھولیں ان سے ہوئی ہیں مثلاً رکوع میں تطبیق کرنا، سجدہ میں ہاتھ بچھانا۔ جماعت میں دو مقتدیوں کو امام کے برابر کھڑا کرنا وغیرہ۔ خود حنفی بھی یہ باتیں تسلیم نہیں کرتے۔ بس اسی طرح ہم عدم رفع تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے کہ ان کا بیان جمہور صحابہ کے بیان کے خلاف ہے۔ ابراہیم نخعی کا یہ کہنا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاس مرتبہ رفع یدین نہ کرتے ہوئے دیکھا، بے ثبوت ہے اور ان کا یہ کہنا کہ حضرت وائلؓ نے صرف ایک مرتبہ رفع یدین کرتے دیکھا بھی احادیث کے خلاف ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں ابراہیم نخعی کے ان دونوں قولوں کی سخت تردید کی ہے ہم ایسے بے ثبوت اقوال سے مرعوب نہیں ہوتے، خواہ کہنے والا کوئی ہو۔

دوسری حدیث انہوں نے براء بن عازبؓ کی نقل کی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے "ثم لا یعود" پھر نہیں کرتے تھے۔ امام ابو داؤدؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث واہیات ہے۔ یزید بن ابی زیاد نے اس میں "ثم لا یعود" بڑھا دیا ہے۔ ایک زمانہ تک وہ اس جملہ کو بیان نہیں کرتے تھے۔ پھر کرنے لگے۔ امام سفیان کہتے ہیں کہ میں نے

پہلے یہ حدیث یزید بن ابی زیاد سے سنی تھی۔ اس میں ثم لا یعود نہیں تھا۔ بلکہ یہ تھا کہ آپ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے جب یزید لوڑھے ہو گئے تو کوفہ والوں نے ان کو یہ لفظ تلقین کئے اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ تمام حفاظ حدیث جنہوں نے یہ حدیث یزید سے ان کی جوانی میں سنی تھی، یہ لفظ بیان نہیں کرتے۔ پھر ان میں سے چند حفاظ کے نام لکھے ہیں۔ امام ابو داؤدؒ نے بھی یہی لکھا ہے اور انہوں نے بھی چند اور حفاظ کا نام تحریر کیا ہے۔ پھر ایک مرتبہ یزید نے علی بن عاصم کے سوال پر خود ان لفظوں کا انکار کیا ہے اور صاف کہا ہے کہ لا احفظہ۔ یہ مجھے یاد نہیں ہے، الغرض کوفہ والوں کی سازش سے وہ غلطی میں مبتلا ہو گئے اور ان لفظوں کو متن حدیث میں شامل کر دیا۔ اور اصلی الفاظ نکال دیئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ افسوس کہ اس حدیث کو دلیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

تیسری دلیل حضرت عمرؓ کا فعل ہے کہ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام بخاری لکھتے ہیں "قد روی عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غیر وجہ انہ رفع۔" یعنی حضرت عمرؓ سے کئی سندوں سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری صہ ۲۵) امام حاکم نے بھی فرمایا ہے کہ عدم رفع کی روایت شاذ ہے۔ اس سے حجت قائم نہ ہو گی۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت عمرؓ رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی عدم رفع کی روایت کو ثوری نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس میں ثم لا یعود نہیں ہے۔ ثم لا یعود کو صرف حسن بن عیاش نے روایت کیا ہے اور وہ متکلم فیہ ہیں ثوری ان سے اوثق ہیں۔ پھر اس میں شبہ انقطاع بھی ہے حضرت عمرؓ کے تو بیٹے پوتے سب رفع یدین کرتے تھے۔ بلکہ بیٹے تو رفع یدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارا کرتے تھے (مسند امام احمد) حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ لوگوں کو نماز سکھائی تو رفع یدین کیا۔ نماز کے بعد فرمایا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور اسی طرح پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ پھر صحابہ نے حضرت عمرؓ کی تصدیق کی۔ (بیہقی خلافیات) یہ روایت متصل اور صحیح ہے۔ (تسہیل القاری) امام تقی الدین کہتے ہیں۔ اس کے رجال معروف ہیں۔

چوتھی دلیل حضرت علیؓ کا عدم رفع :۔

امام شافعی نے لکھا ہے کہ یہ ثابت نہیں۔ امام عثمان دارمی فرماتے ہیں: فهذا قد روى من هذا الطريق الواهى۔ یہ واہیات سند سے ہے۔ (بیہقی) امام بخاری نے اس پر جرح کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری (جو عدم رفع کے قائل مانے جاتے ہیں) نے اس حدیث کا انکار کیا ہے۔ (جزء رفع الیدین ص۸) حضرت علیؓ تو خود رفع یدین کے راوی ہیں۔ ان کی صحیح روایت ابوداؤد و ترمذی میں ہے۔ آپ کے داماد نے یہی چار دلیلیں نقل کی ہیں۔ اب علی العموم ان کے متعلق امام بخاری اور تمام محدثین کا فیصلہ سنیئے :۔ ولم يثبت عند أهل العلم عن أحد من أصحابه صلّى الله عليه وسلّم انه لم يرفع يديه۔ یعنی اہل علم کے نزدیک کسی صحابی کے ترک رفع یدین کی روایت ثابت نہیں۔ (جزء رفع الیدین ص۱۷) آگے چل کر لکھتے ہیں۔ ولم يثبت عند أهل النظر ممّن أدركنا من أهل الحجاز وأهل العراق...... فلم يثبت عند أحدٍ منهم علم فى ترك رفع الأيدى عن النّبى صلّى الله عليه وسلّم لا عن أحد من أصحاب النبى صلّى الله عليه وسلم انّه لم يرفع يديه۔ یعنی حجاز اور عراق کے جن اہل نظر سے ہماری ملاقات ہوئی، ان میں سے کسی کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم رفع کے متعلق کوئی حدیث ثابت نہیں اور نہ کسی صحابی کے عدم رفع کے متعلق کوئی روایت ثابت ہوئی۔ لیجئے خود عراقی علماء نے ان احادیث کو غیر ثابت مانا ہے۔ فللہ الحمد۔

عدم رفع کی یہی چند احادیث تھیں جو انھوں نے نقل کیں۔ باقی احادیث سب موضوع ہیں یا بے محل ہیں۔ باقی جوابات انشاء اللہ دوسرے خط میں دوں گا۔

فقط

مسعود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت مخدومی و مکرمی جناب نواب صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ   چک لالہ، مورخہ ۷ اکتوبر ۶۲ء

امّا بعد! قبل ازیں ایک لفافہ ارسال کیا تھا۔ ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔ اب آپ کے باقی سوالات کے جوابات تحریر کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

سوال ۱۔ کیا شافعی وغیرہ بھی حنفیوں کو حق پر سمجھتے ہیں ؟

جواب۔ یہ چاروں ایک دوسرے کو حق پر سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ایک زمانہ تک بڑے بحث و مباحثے اور آپس میں خونریزیاں ہوتی رہیں۔

سوال ۲۔ کتاب العلم الحدید آپ نے دیکھی ہے ؟

جواب۔ یہ کتاب میں نے نہیں دیکھی۔ نتائج التقلید پڑھی ہے اور اس میں جو سخت کلمات آئے ہیں ان کا جواب خود مصنف نے تمہید میں دے دیا ہے۔ ان کے علمائے نے آیتیں گھڑیں۔ حدیثیں گھڑیں اور ان کو اپنی کتابوں میں لکھا۔ اب اس کا جواب سوائے اس کے وہ کیا دے سکتے ہیں کہ نہیں یہ آیتیں اور حدیثیں گھڑی نہیں گئیں بلکہ موجود ہیں یا یہ کہ ان علماء سے ذہول ہوگیا۔ پہلا جواب تو قطعاً صحیح نہیں۔ دوسرے جواب کی گنجائش ہے۔ الغرض ان علماء کا قرآن و حدیث سے نابلد ہونا ظاہر ہے۔ اب اگر اس کتاب میں کچھ ہوگا بھی تو وہ بس اسی قدر کہ جاہلوں کو دھوکا دیا گیا ہوگا۔ بہر حال جواب تو ہر چیز کا ہوتا ہے غلط ہو یا صحیح۔

سوال ۳۔ کیا حقیقۃ الفقہ کے حوالے غلط ہیں ؟

جواب۔ غلط نہیں ہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعض حوالے عربی کتب میں ملتے ہوں اس لئے کہ حنفی تراجم سے نقل کئے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بعض اقتباسات ترجمہ کے ہوں

اور نام عربی کتاب کا دے دیا گیا ہو اور یہ انھوں نے مقدمہ میں لکھ دیا ہے کہ کیوں کہ تراجم کے نام سے اکثر لوگ ناواقف ہیں اس لیے میں اصل کتاب کا نام لکھوں گا جو مشہور ہے اور مسئلہ ان تراجم سے اردو میں نقل کر دوں گا۔ ان حوالجات کا مقابلہ میں تراجم سے نہیں کر سکا۔ کیونکہ تراجم دستیاب نہیں ہوئے۔ عربی میں دیکھا تو صفحات نہ مل سکے۔ بہر حال کیونکہ میں فقہ کے مسائل سے واقف ہوں اس لیئے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اکثر حوالے صحیح ہیں اور اسی بنا پر باقی حوالجات بھی جن سے میں واقف نہیں ہوں ضرور صحیح ہوں گے۔

سوال ۴۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ علماء وارث انبیاء ہیں تو اس سے کیا مراد ہے۔؟

جواب۔ یہ ایک حدیث کا ترجمہ ہے۔ حدیث ہی میں اس کے آگے اس کی تشریح ہے۔ وإنما ورثوا العلم فمن أخذه أخذ بحظ وافر یعنی انبیاء ورثہ میں علم چھوڑ جاتے ہیں پس جس نے یہ علم حاصل کیا اس نے بھرپور حصہ پا لیا۔ (ابوداؤد، احمد، دارمی)

سوال ۵۔ طحاوی، دارقطنی، ... کیا یہ کتابیں مستند ہیں!

جواب۔ کتب احادیث کے پانچ طبقات ہیں۔ پہلا طبقہ بخاری، مسلم اور مؤطا مالک پر مشتمل ہے۔ ان میں جتنی مسند حدیثیں ہیں سب بالکل صحیح ہیں۔ دوسرے طبقہ میں ابوداؤد، نسائی اور ترمذی شامل ہیں۔ اس طبقہ میں صحیح احادیث کی کثرت ہے اور کچھ حدیثیں ضعیف بھی ہیں۔ تیسرا طبقہ میں مسند احمد، دارقطنی، بیہقی، طحاوی وغیرہا شامل ہیں۔ ان میں بہت سی احادیث صحیح ہیں۔ اکثر ضعیف ہیں اور بعض موضوع بھی ہیں۔ چوتھا طبقہ دیلمی ابن عدی، شاہین وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اس طبقہ میں شاید ہی کوئی حدیث صحیح ہو۔ بعض ضعیف اور اکثر موضوع ہوتی ہیں۔ پانچواں طبقہ خرافات کا پلندہ ہے جن میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں۔ ان میں شاعرانہ لن ترانیاں، صوفیا کے بیانات، میلاد خوانوں کی گپتیں ہوتی ہیں۔ نیل الاوطار بڑے پایہ کی کتاب ہے۔ یہ منتقی الاخبار کی شرح ہے۔ شارح ہر حدیث پر وضاحت سے بحث کرتے ہیں۔ صحیح ہے یا ضعیف، مطلب کیا ہے؟ وغیرہ

وغیرہ۔ ترغیب وترہیب اسی نوعیت کی کتاب ہے جس نوعیت کی مشکواۃ شریف ہے ترغیب میں ہر قسم کی حدیثیں ہیں۔ لیکن امام منذری نے مقدمہ میں ہر حدیث کی صحت و ضعف کی علامت خود بتادی ہے۔ لہٰذا دھوکا نہیں ہوسکتا۔ یہ کتاب بھی بہت عمدہ ہے۔ اور امام منذری کی تالیف ہے۔

سوال ۶۔ دلائل الخیرات کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں!

جواب ۔ اس کا پڑھنا بدعت ہے۔

سوال ۷۔ تفسیر قرآن سے کیا مراد ہے۔ ترجمہ پر بھروسہ کیا جائے یا تفسیر پر۔ تفسیر میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے کیا اسے صحیح مان لیا جائے۔ ؟

جواب ۔ اصل چیز تو ترجمہ ہی ہے۔ اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ تفسیر اس ترجمہ کی وضاحت ہوتی ہے۔ اس کی مدد سے آیات کے معانی اچھی طرح ذہن نشین ہوجاتے ہیں بعض لفظی ترجمے سمجھ میں نہیں آتے تو ان کی وضاحت کے لئے دوسری آیات احادیث شانِ نزول وغیرہ لکھے جاتے ہیں اور اس طرح اس آیت کا صحیح مفہوم سامنے آجاتا ہے اور یہی اصل تفسیر ہے۔ باقی لن ترانیاں، نفتی موشگافیاں لغو اور گمراہ کن ہوتی ہیں۔ کتب تفسیر کی ہر بات صحیح نہیں ہوتی۔ بلکہ تفسیروں میں بعض احادیث موضوع بھی ہیں۔ اس وقت سب سے اچھی تفسیر نواب صدیق حسن خان کی تفسیر ہے یا پھر تفسیر احسن التفاسیر۔

سوال ۸۔ شرح حدیث سے کیا مراد ہے۔ حدیث کے ترجمہ پر عمل کریں یا شرح دیکھنی ضروری ہے؟

جواب ۔ شرح سے مراد یہ ہے کہ اس کے مطالب ومعانی پر بحث کی جائے۔ اس سلسلہ کی مختلف احادیث کو جمع کیا جائے۔ اگر ان میں تعارض ہو تو اس تعارض کو دفع کیا جائے اور ہر ایک کا موقع محل بنایا جائے۔ صحت وضعف پر بحث کی جائے۔ شرح دیکھ لینا اچھا ہوتا ہے۔ ورنہ صحیح بخاری وصحیح مسلم جیسی کتابوں کا تو صرف ترجمہ بھی کافی ہے نہ ان

پر صحت وضعف کا جھگڑا ہے۔ نہ ناسخ ومنسوخ کا جھگڑا۔ ناسخ اور منسوخ صاف طور پر پہچانی جاتی ہیں۔ ہر چیز صاف ہے اور جو چیز ان کے خلاف ہے وہ یا تو ضعیف ہوتی ہے یا اس کا محل دوسرا ہوتا ہے۔ مستند شرحیں یہ ہیں۔ فتح الباری، نیل الاوطار وغیرہ۔

سوال ۹۔ علامہ وحید الزماں نے لکھا ہے کہ رفع یدین مستحب ہے فرض و واجب نہیں۔

جواب :۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ جب اس کا ترک نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ کسی صحابی سے، تو پھر ترک کیسے جائز ہوا۔ عبد اللہ بن عمرؓ تو اس کے تارک کو کنکریاں مارا کرتے تھے۔ (کتاب رفع الیدین امام بخاری) حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ راشد فرماتے ہیں کہ ہمیں بچپن میں اس کے ترک پر (مدینہ منورہ میں) تنبیہ کی جاتی تھی (ان کا بچپن صحابہ کے دور میں گزرا تھا) (حوالہ مذکور)

سوال ۱۰۔ سنن ابو داؤد میں نوٹ لکھ کر علامہ کی شرح کو رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے کیا ہمارے علمائے بھی اس کا کوئی جواب دیا ہے۔؟

جواب۔ روز نئی نئی کتابیں طبع ہوتی رہتی ہیں کس کس کا جواب لکھا جائے۔ اس قسم کی بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن وہ پھر بھی اپنے مسلک سے باز نہیں آتے۔ انہی لایعنی دلائل کو دہراتے چلے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ بغیر طاقت کے بند ہوتا نظر نہیں آتا۔ اور طاقت ہمارے پاس نہیں ہے۔ علم ہے، اسے یہ لوگ پڑھتے نہیں۔ اپنی کتابیں پڑھتے ہیں بلکہ ان کے علماء انکو ہماری کتابوں سے پہلے ہی برگشتہ کر دیتے ہیں۔ لہذا پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال ۱۱۔ طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی ایک رکعت پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے حنفی اسے نہیں مانتے وہ کونسی دلیل پیش کرتے ہیں۔

جواب۔ وہ کوئی دلیل پیش نہیں کرتے بلکہ محض رائے سے اس کو رد کر دیتے ہیں

سوال ۱۲۱- جب بدعتی اپنے بزرگوں کی کرامتیں وغیرہ بیان کرے تو کیا ہم اس کی بات کو رد کر دیا کریں۔؟

جواب۔ اگر اس کرامت میں شرعی قباحت نہ ہو تو رد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر اس سے شرک وغیرہ کی تائید ہوتی ہو تو پھر بے شک اس کی تردید بحسن و خوبی کر دینی چاہیئے۔ ہاں اگر آپ اس بزرگ کی کرامت کا اعتراف کریں تو اس کی دو صورتیں ذہن میں رکھیئے (۱) اگر وہ بدعتی تھا تو اس کی کرامت ایسی ہوگی جیسے ہندو سادھوؤں کی کرامت۔ لہٰذا اس کی کرامت سے ہم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (۲) اگر بدعتی نہیں تھا تو پھر اس کو مسلم شمار کیجئے اور اس کے علاوہ اس کو کسی اور فرقے سے منسوب کرنے کی تردید کیجئے۔

فقط

مسعُود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منجانب مسعود

بخدمت جناب نواب صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ چک لالہ ۱۳ نومبر ۱۹۶۲ء

اما بعد! آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۲۷ اکتوبر ۶۲ء ملا۔ خیریت معلوم ہوکر اطمینان ہوا۔ آپ کی تبلیغ سے جماعتِ حقّہ میں روزافزوں ترقی معلوم ہوکر بہت خوشی ہوئی۔ **اللّٰھم زدہ فزدہ** ---------

اب آپ اطمینان سے اپنا کام جاری رکھیے۔ انشاء اللہ آپ کو دنیا میں بھی کامیابی نصیب ہوگی اور آخرت میں بھی۔ آپ کے داماد کا خط پڑھا۔ جوابات درج ذیل ہیں:۔

تقلید

(۱) تقلید شخصی بدعت ہے اور ہر بدعت دین میں اضافہ ہوتا ہے لہٰذا ہر بدعت شرک ہے۔

(۲) تقلید کی وجہ سے غلط فتووں پر عمل ہوتا ہے اور آیت وحدیث کو رد کر دیا جاتا ہے۔ خواہ تاویل سے یا کسی اور بہانے سے۔ آیت وحدیث کی موجودگی میں اس کے مخالف فتویٰ پر عمل صریح ضلالت اور کھلا شرک ہے۔

(۳) تقلید کی وجہ سے فرقہ بندی پیدا ہوتی ہے اور جو کچھ گتھم گتھا ان تقلیدی فرقوں میں ہوتی رہی ہے تاریخ کے اوراق اس کے گواہ ہیں حتیٰ کہ ان جھگڑوں کی وجہ سے کعبہ میں چار مصلّے قائم کرنے پڑے۔ کیونکہ قرآن مجید کی رُو سے فرقہ بندی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ بلکہ فرقہ بندی کو اللہ تعالےٰ نے من جملہ ایک عذاب کے شمار کیا ہے اور یہ فرقے

اس کو رحمت سمجھتے ہیں اور یہ صریح کفر ہے اور قرآن مجید کی مخالفت۔ آیت یہ ہے: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ، انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ○ (سورۂ انعام ۶۵)
کہدیجئے کہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر اوپر سے عذاب بھیج دے یا تمھارے پیروں کے نیچے سے یا تمھیں فرقے فرقے بنا کر الجھا دے اور ایک دوسرے کی لڑائی کا مزا تم کو چکھائے۔ دیکھئے ہم کس طرح آیات کو بدلتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں۔

زیارتِ نبوی

اگر کسی حنفی کو زیارتِ نبوی سے مشرف ہونا منقول بھی ہو تو ہم اس کی صحت تسلیم نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے کہ جس طرح کرامات و خرافات بعض اصلی یا نقلی اولیاء اللہ کی طرف منسوب ہیں اور صریحًا غلط بلکہ بعض تو حقیقتًا کفر ہیں۔ اسی طرح یہ قصے بھی گھڑ لئے گئے ہوں اور "پیراں نمی پرند، مریداں می پرانند" والا قصہ ہو۔

دوم: ہمارا ایمان قرآن و حدیث پر ہے۔ لہذا کسی گمراہ فرقہ کے کسی فرد کے متعلق ایسے قصے سننے میں آنا تو کجا اگر ہمارے دیکھنے میں بھی آجائیں تو اس کو اپنی آنکھ کی خطا کہیں گے اور ہمارا ایمان قرآن و حدیث پر ہے گا نہ کہ عینی مشاہدہ پر۔ بعض عینی مشاہدے صریحًا غلط ہوتے ہیں۔ مثلاً ریگستان میں سراب کا دکھائی دینا، ریل گاڑی میں جب وہ چل رہی ہو دور کی چیزوں کا ریل گاڑی کی سمت دوڑتی ہوئی معلوم ہونا۔ چاند کا ہمارے ساتھ چلنا اور اس قسم کی کئی اور مثالیں ہیں۔ آنکھ خطا کر سکتی ہے لیکن قرآن و حدیث کا خطا کرنا ناممکن ہے اور ایسے موقع پر آنکھ کو خطا وار نہ ٹھہرانا بے ایمانی کی دلیل ہے۔

سوم: جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں

دیکھا وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شبیہہ تھی۔ ہاں اگر انھوں نے بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بقیدِ حیات دیکھا ہوتا، جیسا کہ صحابہ کرام نے دیکھا تھا اور پھر اسی شکل میں وہ خواب میں دیکھتے تو یقین ہو سکتا تھا کہ آپ ہی ہیں اس لئے کہ اس صورت میں آنا شیطان کے لئے ناممکن ہے۔ لیکن دوسری صورت میں آ کر دھوکا دے جانا عین ممکن ہے اور یہی ہوتا ہے۔ میں نے تو ہمیشہ فساق و فجار اور بدعتیوں کو ہی دیکھا کہ وہ اپنے مشرف بہ زیارت ہونے کی خبر دیتے ہیں۔ وہ کچھ بھی کہا کریں۔ ہم قطعی اس کا انکار کرتے ہیں بلکہ اگر وہ فرضی داستان بھی نہ ہو تو شیطان کا کرشمہ ضرور ہے۔ بزرگوں کے واقعات میں ایسا ملتا ہے کہ اس نے ان بزرگوں کے سامنے اپنے آپ کو اللہ ظاہر کیا اور جو اس کے بہکائے میں آ گئے وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہم اللہ کے دربار میں حاضر ہیں اور عقدہ کشائی بعد میں ہوئی۔

بس ان ہر سہ معیار پر محمد ہاشم صاحب اور مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کے واقعات کو رکھا جا سکتا ہے۔ اس قسم کی باتیں غیر مسلموں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ کوئی عجوبہ چیزیں نہیں کہ ان کی وجہ سے ایمان کو خراب کیا جائے۔ مولوی قاسم صاحب نے حیاتِ نبویؐ اور ختمِ نبوت کے سلسلے میں جو کچھ کہا وہ اب کسی سے پوشیدہ نہیں رہا حتیٰ کہ حیات النبی کے مسئلہ پر علمائے دیوبند میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا جس کو رفع کرنے کی غرض سے مولوی طیب صاحب تشریف لائے اور صلح کرا کے گئے۔ اگرچہ اختلاف کی نوعیت باقی ہے لیکن اختلاف کا اعلان و تبلیغ روک دی گئی۔ ختم نبوۃ کے سلسلہ میں ان کی عبارتیں قادیانیوں کے لئے بڑی مفید ثابت ہوئیں۔ ہم یہ تو کر سکتے ہیں کہ خاموش رہیں لیکن یہ نہیں کر سکتے کہ ان کو بزرگ مان کر راہِ حق کو چھوڑ بیٹھیں۔ اگر وہ خود راہِ حق پر ہوتے پھر بھی ان کی غلطی کا اتباع حرام تھا نہ یہ کہ وہ راہِ حق پر ہوں ہی نہیں پھر بھی ان کی غلطی کو سراہنا کیا معنیٰ! ان کا قصور یہ ہی کیا کم ہے کہ دہلی کے کتاب و سنت کے مدرسہ کے مقابلے میں حنفی مذہب کی حفاظت کی خاطر انھوں نے دیوبند میں مدرسہ قائم کیا۔ اب اس کو کتاب و سنت کا بغض

کہئے یا حنفی مذہب کی عصبیت وحمیت۔

رفع یدین

کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں؟ یہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کہ عدم رفع کی دلی روایت صحیح نہیں اور اگر صحیح بھی مان لی جائے تو عبداللہ بن مسعودؓ کی بھول منقول ہوگی۔ اس لیئے کہ ان سے اس قسم کی کئی اور بھولیں بھی منسوب ہیں جن بھولوں پر کسی کا عمل نہیں بلکہ وہ منسوخ اور غیر صحیح سمجھی جاتی ہیں۔ اگر دونوں طرح جائز بھی ہو تو دونوں طرح سنّت نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے کہ ترک عمل کوئی عمل ہی نہیں جس کو سنّت کہا جائے۔ سنّت تو عمل ہوتا ہے۔ ترک عمل کو صرف جائز کہہ سکتے ہیں، لیکن سنّت نہیں کہہ سکتے۔ اس لحاظ سے بھی رفع یدین کا درجہ عدم رفع یدین سے بڑھ جاتا ہے۔ اگر صرف اولویت کا فرق ہوتا تو پھر حنفی اس سے اتنا کیوں چڑتے؟

فاتحہ خلف الامام

فاتحہ خلف الامام کے متعلق بھی اختلاف بہت شدید ہے۔ ایک کے ہاں فرض عین دوسرے کے ہاں پڑھے تو قرآن مجید کی مخالفت۔ منہ میں انگارے بھرے جائیں۔ یوں کہیئے کہ یہ لوگ اب ڈھیلے پڑتے جا رہے ہیں اس لئے اس قسم کی نرم باتیں کرنے لگے ہیں۔

اب آپ کے خط میں درج سوالات کے جوابات سنیئے:۔

۱۔ بوہرہ فرقہ کے عقائد کا کوئی خاص علم تو نہیں۔ بہر حال یہ بھی شیعوں کا ایک فرقہ ہے۔ بعض بوہرے سنی بھی ہوتے ہیں۔ طاہر سیف الدین صاحب بوہروں کے امام ہیں۔ بوہروں میں ایک اور فرقہ بھی ہے جس کے امام آغا خاں ہیں۔ ان کے عقائد بہت خراب ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ سیف الدین صاحب کو سیدنا ان کے فرقہ والے کہتے

ہیں، نہ کہ ہم۔

۲۔ شیعہ فرقے نے کہاں غلطی کی ہے؟ یہ فرقہ عبداللہ بن سبا یہودی کی ایجاد ہے جس نے اہلِ بیت کی محبت کے بہانے بہت سی غلط باتیں دین میں داخل کر دیں۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ کو غاصب کہا۔ منافق کہا۔ اہل بیت کے فضائل میں احادیث گھڑیں۔ موجودہ قرآن مجید کو جعلی کہتے ہیں۔ اصلی قرآن مجید کا ایک فرضی نسخہ بھی تسلیم کیا جو امام مہدی غائب لے کر آئیں گے۔ شروع شروع میں یہ لوگ سیاسی اختلاف کے ساتھ رونما ہوئے لیکن آہستہ آہستہ ان کا ایک مذہب بن گیا۔

۳۔ فَدَك ایک باغ تھا جو بغیر لڑے فتح ہوا تھا۔ یہ باغ بطور فَیٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں رہا یعنی بہ حیثیت حاکم کے آپ کا اس پر تصرف تھا حضرت فاطمہؓ یہ سمجھیں کہ یہ آپ کا مال ہے لہذا ہمیں ترکہ ملنا چاہیئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حدیث سنا دی کہ "انبیاء کا کوئی وارث نہیں، جو کچھ وہ چھوڑ جائیں صدقہ ہوتا ہے"۔ حضرت فاطمہؓ اس پر خاموش ہوگئیں اور پھر بات نہ کی۔ حضرت عائشہ کا خیال ہے کہ ناراضگی کی وجہ سے بات نہیں کی۔ حالانکہ اس میں حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہونے کی تو کوئی وجہ نہیں ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ فیصلہ نبوی سے خفا ہوگئیں تو یہ کیسے ممکن ہے۔ بہرحال حضرت عائشہ کا یہی خیال تھا اور اسی بناء پر وہ سمجھیں کہ جنازہ میں بھی شریک نہیں کیا۔ صحیح بخاری میں یہ سب باتیں ہیں۔ صحیح بخاری میں اس طرح ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو آپ کے انتقال کی خبر نہ کی۔ یہ نہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے وصیت کی تھی کہ وہ نہ آنے پائیں۔ یہ غلط ہے۔ رات کا دفن تھا (بخاری) اسی وجہ سے شاید حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع نہ کی گئی۔ بہرکیف حضرت عائشہؓ نے اپنا گمان ظاہر کیا ہے۔ دوسری کتابوں میں یہ بات ملتی ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ سے ناراض نہیں تھیں بلکہ خوش تھیں۔ اور اگر بالفرضِ محال ہم فرض بھی کر لیں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ سے ناراض تھیں تو کس بات پر؟ فیصلہ نبوی سنانے پر؟ اگر فیصلہ نبوی سن کر وہ دل میں تذبذب

اور نجش محسوس کریں تو پھر ایمان کی خیر نہیں۔ قرآن کی آیت صاف ہے: فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا الخ (سورہ نساء ۶۵)

ان شیعہ صاحبان سے کہیئے کہ انہوں نے فیصلہ نبوی تسلیم نہیں کیا لہذا اب آپ ان کا ایمان ثابت کیجئے؟ سر سید احمد خاں کہنے کو تو عقیدتاً و عملاً متبع حدیث تھے لیکن تفسیر کے سلسلہ میں ان سے چند فاش غلطیاں ہوئی ہیں جن کی وجہ سے ان کے ایمان تک میں شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ مثلاً فرشتوں کی تاویل وغیرہ۔ مودودی صاحب اگرچہ براہ راست کتاب وسنت پر عمل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن عملاً وہ حنفی ہی ہیں اور کچھ اسی انداز سے سوچتے ہیں۔ حدیث کے معاملہ میں ان کا موقف بہت خطرناک ہے۔

فقط

مسعود

الحمد لله رب العالمين

(مختصر)

تاریخ الاسلام والمسلمین

اسلام کے خلاف بہت سی سازشیں برپا ہوئیں۔ ایک سازش یہ بھی تھی کہ اسلام کی تاریخ کو مسخ کر دیا گیا۔ خود ساختہ واقعات کو رنگ آمیزی اور نمک مرچ لگا کر اس طرح پیش کیا گیا کہ پڑھنے والے اپنے اکابر کے متعلق بدظنی کا شکار ہو گئے اور جھوٹ سچ میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا۔

موجودہ زمانہ میں اسلام سے بیزار کرنے کے لئے یہ چال چلی گئی کہ ان فرضی واقعات کو تاریخی حقائق کے نام سے متعارف کرایا گیا۔ یہ سازش اتنی کارگر ہوئی کہ اکثر لوگوں کے ذہن مسموم ہو گئے اس سازش نے جو فتنے پیدا کئے وہ یہ ہیں:۔

(۱) انکارِ حدیث کے لئے فضا سازگار ہو گئی (۲) جب حدیث پر سے اعتماد اٹھ گیا تو قرآن مجید کی من مانی تاویلیں کی جانے لگیں اور (۳) خلافتِ راشدہ کو ملوکیت میں تبدیل کرنے کا ذمّہ دار صحابہ کرام کو ٹھہرایا گیا۔

یہ وہ فتنے ہیں جو ہماری غلط تاریخ کی وجہ سے وجود میں آئے۔ پہلے دور کی غلط کتبِ تاریخ کی بنیاد پر دوسری کتبِ تاریخ وجود میں آئیں۔ علماء نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں انہیں کتبِ تاریخ کے افسانوں کو مستند سمجھ کر پیش کیا حالانکہ ان کے باطل ہونے پر قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ شاہد ہیں۔

قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا جو درجہ ہے وہ کسی پر مخفی نہیں لیکن افسوس ہے کہ تاریخ کے سلسلے میں بھی علمائے نے ان کتابوں سے بے اعتنائی کا ثبوت دیا اور تاریخ کے ان واقعات کو بھی صحیح تسلیم کر لیا جو اِن صحیح ترین کتابوں سے متصادم تھے۔ ایسی حالت میں کیا ایک ایسی تاریخ کی ضرورت نہیں جو روایتاً اور درایتاً صحیح ہو؟ "تاریخ الاسلام والمسلمین" ایک مختصر تاریخ ہے، صرف قرآن مجید، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مستند احادیث سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب صرف تاریخ ہی نہیں بلکہ اسلام کے متعلق مفید معلومات کا ایک ذخیرہ ہے۔ اس میں توحید، رسالت، قیامت اور دیگر مسائل پر سیر حاصل مواد موجود ہے۔ مؤلفہ: مسعود احمد صاحب، امیر جماعت المسلمین